بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خُلاصۃُ التّفاسِیر

قرآنِ مُبین مُترجّم

۲۹ (29)

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ

اور آسان اُردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمّد حسن رضوی

ناشر: پاک مُحرّم ایجوکیشن ٹرسٹ

(۲۷۹ - بریٹو روڈ - کراچی - فون: ۷۲۳۲۳۵۴)

www.drhasanrizvi.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصۃ التفاسیر

قرآنِ مُبین مُترجم

پارہ ۲۹

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ
اور آسان اُردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمّد حسن رضوی

ناشر: پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ)
(۲۷۹ - بریٹو روڈ - کراچی - فون: ۴۲۳۲۳۵۴۱)

www.drhasanrizvi.com

تصدیق نامہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ"

میں نے "پاک محرم ایجوکیشن، نمائش" کا شائع کردہ "انتیسواں پارہ" تَبٰرَکَ الَّذِیْ

مع ترجمہ و تفسیر" کو بغور پڑھا

ہے، اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ اب اَلْحَمْدُلِلّٰہ! ترمیم و اصلاح کے مراحل سے گزر کر تمام غلطیوں سے

مبرا ہو گیا ہے۔

دورانِ طباعت اگر زبر، زیر، پیش، جزم، تشدید یا نقطہ وغیرہ چھپائی میں خراب ہو جائے تو اس

کا متن کتابت کی صحت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

علی عمران صدیقی

مدرس دارالعلوم نعیمیہ، کراچی

خطیب جامع مسجد بیت المعمور، اورنگی

www.drhasanrizvi.com

فہرست پارہ ۲۹

شمار	عناوین	صفحہ
۱	سورۃ الملک کی فضیلت وخواص	۵۷۸۹
۲	〃 〃 〃	۵۷۹۰
۳	تبٰرک کی تشریح	۵۷۹۱
۴	موت و حیات کی تشریح	۵۷۹۲
۵	امتحان لینے کا اصل مقصد (احادیث)	۵۷۹۳
۶	آسمانوں اور زمین کی تشریحات	۵۷۹۶
۷	جہنم کا غیظ و غضب	۵۸۰۲
۸	تفکر اور عقل کے بارے میں احادیث	۵۸۰۴
۹	مجرموں کا اصل قصور	۵۸۰۷
۱۰	"لطیف" کی تشریح	۵۸۱۰
۱۱	زمین کی بناوٹ اور خدا کے انعامات	۵۸۱۱
۱۲	خوفِ الٰہی کے بارے میں تشریح اور احادیث	۵۸۱۲
۱۳	پرندوں کی مثال اور دعوتِ غور و فکر	۵۸۱۵
۱۴	انسان کی ناکامی کے چار اسباب	۵۸۱۷
۱۵	دل چار قسم کے ہوتے ہیں	۵۸۱۸
۱۶	اُلٹا چلنے والا اور سیدھا چلنے والا	۵۸۱۹
۱۷	قیامت کب برپا ہوگی، منکرین کا سوال	۵۸۲۱
۱۸	قیامت کے دن حضرت امام علیؑ کے دشمنوں کا حال	۵۸۲۳
۱۹	اگر پانی کو زمین کی تہ میں اتار دیا جائے	۵۸۲۶
۲۰	امام مہدیؑ کی غیبت کی مثال	۵۸۲۷
۲۱	سورۃ القلم کی فضیلت وخواص	۵۸۲۹
۲۲	سورۃ القلم	۵۸۳۰
۲۳	قلم کی اہمیت	۵۸۳۱
۲۴	〃 〃 احادیثِ رسولؐ	۵۸۳۳
۲۵	اصل بات جس پر قلم کی قسم کھائی گئی	۵۸۳۴
۲۶	خُلق کی اہمیت	۵۸۳۵
۲۷	جنابِ رسولِ خدا کا اخلاق	۵۸۳۶
۲۸	حاصلِ کلام	۵۸۴۰
۲۹	بہت قسمیں کھانے والوں، خیر سے روکنے والوں کی مذمت	۵۸۴۳
۳۰	ناک پر نشان لگانے کی تشریح	۵۸۴۶
۳۱	ایک مومن کے باغ کا قصہ	۵۸۴۹
۳۲	مسلمین، مجرمین کے برابر نہیں ہو سکتے	۵۸۵۴
۳۳	مال و اولاد زیادہ ہونے پر کفار کی غلط فہمی	۵۸۵۵
۳۴	پنڈلی کھولنے سے مراد	۵۸۵۸
۳۵	روزِ قیامت سجدہ کرنے کا حکم ہوگا	۵۸۵۹
۳۶	استدراج کی وضاحت	۵۸۶۰
۳۷	〃 〃 پہچان	۵۸۶۱
۳۸	مخالفتوں پر صبر کا حکم	۵۸۶۴
۳۹	حضرت یونسؑ کا قصہ	۵۸۶۵
۴۰	سبق	۵۸۶۶

ب

شمار	عناوین	صفحہ
۴۱	تسبیحِ الٰہی کی عظمت	۵۸۶۷
۴۲	نظرِ بد اور اُس کا تعویذ	۵۸۶۸
۴۳	شانِ نزول آیت ۵۱	۵۸۷۰
۴۴	سورۃ الحاقۃ کے فضائل و خواص	۵۸۷۱
۴۵	〃 〃	۵۸۷۲
۴۶	"الحاقۃ" کی تشریح	۵۸۷۲
۴۷	عاد و ثمود کی قوموں کی بربادی	۵۸۷۳
۴۸	یاد رکھنے والے کان	۵۸۷۸
۴۹	عرشِ خدا کی تشریح	۵۸۸۰
۵۰	قیامت کے دن لوگوں کے اعمال نامہ کا ذکر	۵۸۸۳
۵۱	جنابِ رسولِ خداؐ سے ایک اہلِ کتاب کا سوال	۵۸۸۵
۵۲	روزِ قیامت کفار اور مجرموں کی حسرت و یاس	۵۸۸۷
۵۳	عبرت انگیز تاریخی واقعات	۵۸۸۸
۵۴	غرباء، فقراء، مساکین کے حقوق مارنے کی سزا	۵۸۹۱
۵۵	مجرموں کو ستر ہاتھ کی زنجیروں میں جکڑ دیا جائے گا	〃
۵۶	قرآن کے الفاظ پر اعراب حضرت امام علیؑ نے لگوائے	۵۸۹۲
۵۷	خدا کی قسم سے مراد	۵۸۹۳
۵۸	قرآن کو شاعری یا کہانت نہیں کہا جا سکتا	۵۸۹۴
۵۹	قرآن مجید خداوندِ عالم ہی کا کلام ہے	۵۸۹۵
۶۰	قرآن متقین کے لیے نصیحت ہے	۵۸۹۸
۶۱	ہم رسولؐ کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے، شہ رگِ گردن کاٹ دیتے۔	۵۸۹۶
۶۲	حق الیقین کی تشریح	۵۹۰۰
۶۳	قرآن کی بیان کردہ چار صفتوں کی تشریح	۵۹۰۱
۶۴	سورۃ المعارج کے فضائل و خواص	۵۹۰۳
۶۵	〃 〃	۵۹۰۴
۶۶	ولایتِ امام علیؑ کے اعلان پر حارث پر عذاب	۵۹۰۵
۶۷	اعتراضات ۔ جوابات	۵۹۰۶
۶۸	روزِ قیامت سب کو اپنی اپنی فکر ہوگی	۵۹۱۲
۶۹	نمازوں کی پابندی کرنے والے	۵۹۱۵
۷۰	حقِ معلوم کی تشریح	۵۹۱۶
۷۱	محروم اور سائل میں فرق	۵۹۱۷
۷۲	حضرت امام علیؑ کی وصیت	۵۹۱۹
۷۳	عہد و پیمان اور امانتوں کا ذکر	۵۹۲۱
۷۴	گواہیوں پر قائم رکھنے کے معنی	۵۹۲۲
۷۵	نمازوں کی حفاظت سے مراد	〃
۷۶	نماز کی اہمیت	۵۹۲۳
۷۷	جنت کی خوشخبری	۵۹۲۵
۷۸	قرآن مجید نے کامیابی کا فارمولا بتا دیا	۵۹۲۷
۷۹	مشارق اور مغارب کے معنی	۵۹۲۸
۸۰	نُصُب سے مراد	۵۹۲۹
۸۱	سورۃ نوح کے فضائل و خواص	۵۹۳۱
۸۲	〃 〃	۵۹۳۲
۸۳	حضرت نوحؑ کی اہمیت	۵۹۳۳
۸۴	اَجل کی قسمیں	۵۹۳۵
۸۵	کفار کا تکبر اور طریقہ	۵۹۳۷

www.drhasanrizvi.com

www.drhasanrizvi.com

شمار	عناوین	صفحہ
٨٦	دین کی طرف بلانے کا طریقہ	۵۹۳۹
٨٧	دین سے بغاوت کی سزائیں	۵۹۴۰
٨٨	احادیثِ رسولؐ	۵۹۴۱
٨٩	استغفار طلبِ روزی کے لیے	۵۹۴۲
٩٠	" " اولاد " "	"
٩١	" اطوار " کے معنی ۔ تخلیق کے مراحل	۵۹۴۳
٩٢	دعوتِ فکر	۵۹۴۴
٩٣	باپ دادا کی پیروی کی مذمت	۵۹۴۷
٩٤	بتوں کی وجہ تسمیہ	۵۹۴۸
٩٥	عرب میں بت پرستی ابتداء	۵۹۴۹
٩٦	حضرت نوحؑ کی بددعا	۵۹۵۰
٩٧	" " " دعا کی ترتیب	۵۹۵۲
٩٨	" " کا تعارف	۵۹۵۳
٩٩	مسجد کوفہ کی فضیلت	۵۹۵۵
١٠٠	سورۃ الجن کی فضیلت وخواص	۵۹۵۶
١٠١	" "	۵۹۵۷
١٠٢	جنوں میں تبلیغِ قرآن	۵۹۵۸
١٠٣	"قُرْاٰنًا عَجَبًا" کے معنی	۵۹۵۹
١٠٤	جنات کی حقیقت	۵۹۶۰
١٠٥	سفیہ اور شطط کے معنی	۵۹۶۴
١٠٦	جنوں کی غلط فہمیاں	۵۹۶۵
١٠٧	آسمان پر پہرے بٹھا دیے گئے تھے	۵۹۶۸
١٠٨	نجوی اور کاہن کی حقیقت	"

شمار	عناوین	صفحہ
١٠٩	ایمان ۔ کے معنی کی تشریح	۵۹۷۲
١١٠	اہلِ بیتؑ کی مثال	۵۹۷۳
١١١	قاسطون کے معنی	۵۹۷۴
١١٢	خدا کو دل سے ماننے کا فائدہ	۵۹۷۵
١١٣	ذکر سے منہ موڑنے کا مطلب	۵۹۷۶
١١٤	مساجد سے مراد	۵۹۷۷
١١٥	عبداللہ سے مراد جناب رسولِ خداؐ	۵۹۸۰
١١٦	رسولؐ غیب کا علم نہیں رکھتے ۔ وہ پیغامبر ہوتے ہیں ۔	۵۹۸۱
١١٧	نفع ونقصان اللہ کے ہاتھ میں ہے	۵۹۸۳
١١٨	پناہ صرف اللہ کے پاس مل سکتی ہے	"
١١٩	حق کا معیار کثرتِ تعداد نہیں ہوتا	۵۹۸۴
١٢٠	قیامت کا علم صرف اللہ کو ہے	۵۹۸۶
١٢١	علمِ غیب کی تشریح	۵۹۸۷
١٢٢	پیشین گوئیاں	۵۹۸۹
١٢٣	علم کے باب اور وارث	۵۹۹۲
١٢٤	قیامت کا علم صرف خدا کو ہے نبیؐ کے لیے نہیں	۵۹۹۴
١٢٥	قرآن کے الفاظ ومعانی کی حفاظت محافظ	۵۹۹۵
١٢٦	حاصلِ مطلب	۵۹۹۶
١٢٧	سورۃ المزمل کی فضیلت وخواص	۵۹۹۷
١٢٨	" "	۵۹۹۸
١٢٩	ترتیل کے معنی	۶۰۰۰
١٣٠	قرآن کو ثقیل اس لیے کہا گیا	۶۰۰۳

www.drhasanrizvi.com

شمار	عناوین	صفحہ
۱۳۱	نمازِ تہجّد کی اہمیت	۶۰۰۴
۱۳۲	مشرکوں کی ایذا رسانیوں پر صبر کیجیے	۶۰۰۷
۱۳۳	مجرموں کی حالت	۶۰۰۸
۱۳۴	رسول ؐ کو گواہ بنانے کا مطلب	۶۰۱۰
۱۳۵	وہ سختی جو بچوں کو بوڑھا کر دے گی	۶۰۱۱
۱۳۶	نمازِ تہجّد میں کمی کی گئی ہے	۶۰۱۵
۱۳۷	حلال روزی کمانے کی فضیلت	۶۰۱۶
۱۳۸	تمھارا اپنا مال تو بس وہی ہے (الحدیث)	۶۰۱۷
۱۳۹	چار اہم احکامات	۶۰۱۸
۱۴۰	آسانی کے ساتھ قرآن پڑھنے کا مطلب	〃
۱۴۱	قرآن کتنا پڑھنا چاہیے	۶۰۱۹
۱۴۲	علم حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا	〃
۱۴۳	سورۃ المدّثر کی فضیلت و خواص	۶۰۲۰
۱۴۴	〃 〃 شانِ نزول	۶۰۲۱
۱۴۵	اپنے پالنے والے کی بڑائی کا اعلان کرو	۶۰۲۳
۱۴۶	ہر نبیؑ کا اوّلین کام	〃
۱۴۷	اپنے کپڑے پاک رکھو کی تشریحات	۶۰۲۵
۱۴۸	رِجز (گندگی) سے مراد	۶۰۲۷
۱۴۹	تمنُن (احسان) کی تشریح	۶۰۲۸
۱۵۰	ہر نبیؑ کو جو ابتدائی ہدایات دی جاتی ہیں وہ اِن چھ آیتوں میں بتائی ہیں	۶۰۳۰
۱۵۱	تبلیغِ دین میں صبر و برداشت	۶۰۳۱
۱۵۲	صبر کی تشریحات وضاحت کے ساتھ	۶۰۳۱
۱۵۳	حدیثِ قدسی	۶۰۳۲
۱۵۴	ناقور کے معنی نذا ظہورِ امام کے دن	۶۰۳۳
۱۵۵	وحیدًا کے معنی و مراد	۶۰۳۴
۱۵۶	ولید بن مغیرہ کا حشر نشر	۶۰۳۶
۱۵۷	ولید اور ابو جہل کا مکالمہ	۶۰۳۹
۱۵۸	ولید بن مغیرہ کی بدمعاشی	۶۰۴۰
۱۵۹	جہنم کی ایک صفت یہ بھی ہے	۶۰۴۱
۱۶۰	جہنم کے فرشتوں کی تعداد ۱۹ پر تبصرہ	۶۰۴۲
۱۶۱	اللہ کے لشکر فرشتوں کی تفصیل	۶۰۴۷
۱۶۲	انسان اپنے ارادے میں خود مختار ہے	۶۰۴۹
۱۶۳	انسان اپنے اعمال کے بدلے گروی ہے سوا داہنے ہاتھ والوں کے	۶۰۵۱
۱۶۴	ہم نماز گزار نہ تھے	۶۰۵۳
۱۶۵	نماز کے بارے میں احادیثِ رسول اکرم	۶۰۵۵
۱۶۶	مساکین کو کھانا نہ کھلانے کی سزا جہنم	۶۰۵۶
۱۶۷	شفاعت کے معنی کی تفصیل	۶۰۵۷
۱۶۸	قرآن بھی اپنے قاری کی شفاعت کریگا	۶۰۵۹
۱۶۹	نصیحت سے بھاگنے والوں کی مثال جنگلی گدھے	۶۰۶۱
۱۷۰	کافروں کی خواہش	۶۰۶۲
۱۷۱	حدیثِ قدسی	۶۰۶۳
۱۷۲	جناب امیرالمومنین ؑ کی دعاء	۶۰۶۶
۱۷۳	جناب امام علی رضا ؑ کی حدیث	۶۰۶۷
۱۷۴	اطاعت اور تقوے کا بیان	۶۰۶۸

س

شمار	عناوین	صفحہ
۱۷۵	سورۃ القیمۃ کے فضائل و خواص	۶۰۶۹
۱۷۶	سورۃ القیمۃ کی تفسیر	۶۰۷۰
۱۷۷	ملامت کرنے والا نفس سے مراد	۶۰۷۱
۱۷۸	ہڈیوں کو دوبارہ جمع کرنا خدا کے لیے بہت آسان کام ہے	۶۰۷۴
۱۷۹	کفار اور مشرکین کی خواہشیں تو آزاد رہنے کی ہیں۔	۶۰۷۵
۱۸۰	روزِ قیامت سورج اور چاند کا جمع کرنا خدا کا کام ہے	۶۰۷۶
۱۸۱	تفسیرِ اہلِ بیتؑ	۶۰۷۷
۱۸۲	عام تفسیر	״
۱۸۳	انسان کو اس دن سب کچھ کیا کرایا بتلا دیا جائے گا	۶۰۷۸
۱۸۴	انسان اپنا حساب خود کرے گا	۶۰۸۰
۱۸۵	اے نبیؐ! قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کرو	۶۰۸۲
۱۸۶	قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرنے والا جہنمی ہے۔ (الحدیث)	۶۰۸۶
۱۸۷	اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے سے مراد۔ (تفسیرِ اہلِ بیتؑ)	۶۰۸۷
۱۸۸	اللہ کے دیدار کی شیعہ تفسیر	۶۰۸۹
۱۸۹	موت کے وقت کی حالت	۶۰۹۲
۱۹۰	موت کا وقت۔ مومن اور غیر مومن کے لئے	۶۰۹۴

شمار	عناوین	صفحہ
۱۹۲	"اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی" کی تشریح	۶۰۹۷
۱۹۱	نماز کے بارے میں احادیث	۶۰۹۶
۱۹۳	انسان بیکار نہیں پیدا کیا گیا ہے حساب کتاب لیا جائے گا	۶۰۹۹
۱۹۴	موت کے بعد زندگی کی دلیل	۶۱۰۲
۱۹۵	احادیثِ رسولِ اکرمؐ	۶۱۰۳
۱۹۶	سورۃ الدھر کی فضیلت و خواص	۶۱۰۴
۱۹۷	سورۃ الدھر۔ شانِ نزول	۶۱۰۵
۱۹۸	اس احسان پر انسان کو خدا کا شکر گزار ہونا چاہیے	۶۱۰۹
۱۹۹	انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا کیا سننے والا، دیکھنے والا بنایا۔	۶۱۱۰
۲۰۰	شاکر کے معنی اور مراد	۶۱۱۵
۲۰۱	ابرار کے معنی اور مراد	۶۱۱۶
۲۰۲	عِبَادُ اللہِ کی تشریح	۶۱۱۷
۲۰۳	ابرار کون ہوتے ہیں	۶۱۱۸
۲۰۴	نذر کے بارے میں احادیث	۶۱۱۹
۲۰۵	شانِ نزول سورۃ الدّھر	۶۱۲۱
۲۰۶	عَلٰی حُبِّہٖ کی تشریح	۶۱۲۳
۲۰۷	صرف اللہ کے لیے کھانا کھلانے کی فضیلت۔	۶۱۲۴
۲۰۸	صبر کی قسمیں اور تشریح	۶۱۲۸

شمار	عناوین	صفحہ	شمار	عناوین	صفحہ
٢٠٩	جنّت کی نعمتوں کے بارے میں	٦١٣٠	٢٢٢	قیامت کے دن پیغمبروں کا جمع ہونا	٦١٤٩
٢١٠	آلِ محمدؐ کی فضیلت	٦١٣٤	٢٢٣	قیامت کا منظر	"
٢١١	اللہ کی محبّت میں بھوکے رہنے کی فضیلت	٦١٣٥	٢٢٤	قوموں پر اللہ کے عذاب کی مثال	٦١٥٠
٢١٢	نمازوں کے اوقات کا ذکر	٦١٣٧	٢٢٥	تخلیقِ انسان کی ابتداء	٦١٥١
٢١٣	انسان نہ مجبور ہے، نہ آزاد	٦١٤٠	٢٢٦	حضرت امام علیؑ نے فرمایا	٦١٥٢
٢١٤	تفسیرِ اہلبیتؑ	٦١٤٢	٢٢٧	دوزخ کے انگاروں کی مثال	٦١٥٦
٢١٥	خداوندِ عالم کا کسی کو اپنی رحمت میں داخل کرنے کا طریقہ	٢١٤٤	٢٢٨	روزِ قیامت مجرمین معذرت کریں گے	٦١٥٧
٢١٦	خداوندِ عالم کا فرمانا کہ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے	٢١٤٤	٢٢٩	فیصلے کے دن مکر، بہانے بازیاں کام نہ آسکیں گی۔	٦١٦٠
٢١٧	سورۃ المرسلات کی فضیلت و خواص	٦١٤٥	٢٣٠	متّقین جنّت میں عیش و آرام کی زندگی گزاریں گے	٦١٦٢
٢١٨	" "	٦١٤٦	٢٣١	رکوع کرنے کا حکم	٦١٦٣
٢١٩	قیامت ضرور واقع ہوگی	٦١٤٧	٢٣٢	مجرمین آخرت میں بھی رکوع نہ کرسکیں گے	٦١٦٤
٢٢٠	الفاظ کی تشریح	٦١٥١	٢٣٣	تکرارِ کلام فصاحت ہے	٦١٦٤
٢٢١	قیامت کا ہواؤں سے تعلق	٦١٤٨	٢٣٤	جس پر قرآن کا اثر نہ ہو وہ جہنمی ہے	٦١٦٥

حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

"قرآن مجید ایسا شفاعت کرنے والا ہے کہ جو روزِ محشر اپنے قاری کی شفاعت کرے گا، اور اس کی شفاعت رد نہ کی جائے گی"۔ (نہج البلاغہ)

www.drhasanrizvi.com

سُورَۃُ المُلک مَکِّیَّۃٌ

فضائل اور خصوصیات

ائمۂ اہلِ بیتؑ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص سورۂ ملک (یا) سورۂ تبارک" کو سمجھ کر پڑھے تو وہ ایسا ہے جیسے اُس نے پوری شبِ قدر جاگ کر گزاری اور عبادت کرتا رہا۔" (تفسیر مجمع البیان جلد ۱۰)

★ نیز آں حضرتؐ نے فرمایا: "میں دوست رکھتا ہوں کہ سورۂ تبارک تمام مومنین کے دلوں میں ثبت ہو جائے۔" (تفسیر مجمع البیان)

★ فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ "سورۂ ملک، سورۂ مانعہ ہے (یعنی عذابِ قبر سے بچانے والی سورۃ ہے) ۔ جو شخص اس سورۃ کو رات کے وقت پڑھے گا تو اُس نے بہت کچھ پڑھا اور خوب پڑھا۔ پھر وہ غافلین میں شمار نہ ہوگا۔" (تفسیر مجمع البیان جلد ۱۰)

حدیث کے آخری الفاظ ہیں کہ "پھر وہ غافلین میں شمار نہ ہوگا۔" اس سے ثابت ہوا کہ سورۃ کے پڑھنے سے طوطے کی طرح بے سمجھے پڑھنا مراد نہیں ہے کیوں کہ بے سمجھے پڑھنے سے غفلتوں کے پردے دور ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خدا اور یومِ آخرت کی طرف سے غفلت صرف اور صرف اُسی وقت دور ہو سکتی ہے جب انسان اس سورۃ کو سمجھ کر پڑھے گا۔ تمام زبانوں میں پڑھنے کا مطلب سمجھ کر پڑھنا ہی ہوا کرتا ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ حدیثوں میں جہاں بھی سورتوں یا قرآن کے پڑھنے کا لفظ آیا ہے وہاں مراد سمجھ کر پڑھنا ہوا کرتا ہے، طوطے کی طرح بے سمجھے پڑھنا مراد نہیں ہوتا۔ (مؤلف)

★ فکر کے ساتھ پڑھنا ہماری فکر و عمل کے لیے ہدایت بن سکتا ہے۔ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

سُوْرَۃُ المُلْکِ مَکِّیَّۃٌ

اٰیاتُھا ۳۰ رُکُوعاتُھا ۲

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا' بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ ز وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۙ ①

[1] بابرکت (یعنی) بے انتہا بزرگ' برتر و عظیم' لازوال کمالات والا ہے وہ خدا جس کے ہاتھ میں (ساری کائنات کی) سلطنت ہے (کیوں کہ) وہ ہر چیز پر مکمل قدرت رکھنے والا ہے۔ [1]

www.drhasanrizvi.com

"تَبٰرَکَ" برکت کے مادّے سے ہے۔ برک اس کی اصل ہے جس کے معنی، اونٹ نے سینہ زمین پر رکھ دیا۔ اس طرح اس کے معنی، مضبوطی، دوام اور کبھی زائل نہ ہونے کے ہوگئے۔ یعنی: نعمتوں میں پائیداری اور دوام۔ پانی کے ذخیرے کو بھی اس لیے برکہ کہتے ہیں کہ اُس میں پانی طویل عرصے تک جمع رہتا ہے۔

* (مفردات امام راغب) *

* آیت کا مطلب یہ ہے کہ سارے کا سارا کائناتِ عالم ایک ملک ہے جو خداوندِ عالم کی ملکیت اور قبضۂ قدرت میں ہے۔ یعنی ساری کائناتِ عالم پر صرف خدا کی حکومت ہے اور صرف اسی کا حکم چلتا ہے۔

* (شیخ الاسلام عثمانی) *

* "تبٰرک" برکت سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنی خدا بے انتہا بزرگ ہے، بے حساب فیض اور فائدے پہنچاتا ہے، اور اُس کے کمالات لازوال ہیں۔

* (مفردات امام راغب۔ تفسیر کبیر) *

* "ملک" کا لفظ مطلقاً بلا شرط استعمال ہوا ہے اس لیے اس کو محدود معنی میں نہیں لیا جاسکتا۔ یعنی خدا تمام کائناتِ عالم کا مالک اور حاکم ہے۔ خدا کے ہاتھ میں اقتدار کے ہونے کے معنی جسمانی ہاتھ نہیں بلکہ یہ محاورہ ہے۔ یعنی تمام اختیاراتِ عالم اُس کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

* (تفہیم۔ مجمع البیان) *

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ ۲ جس نے موت اور زندگی کو پیدا
الْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ کیا، تاکہ تمہارا امتحان لے، کہ تم میں سے
اَحْسَنُ عَمَلًا ط وَ ھُوَ کون اچھے سے اچھا عمل کرنے والا ہے

www.drhasanrizvi.com

الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ② (یا) تم میں سے کون عمل کے لحاظ سے

بہترین ہے۔ اور وہ "خدا" زبردست طاقت والا، غلبے والا، عزت والا

بھی ہے، اور معاف کرنے والا اور اپنی رحمتوں سے ڈھک لینے والا بھی۔

★ فرزندِ رسولِ خدا امام حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "موت اور زندگی اللہ کی دو مخلوق ہیں۔ پس جب موت آتی ہے تو انسان کے جسم میں داخل ہوجاتی ہے، اور جس چیز میں موت داخل ہوجاتی ہے، اُس سے زندگی نکل جاتی ہے۔"

★ (تفسیر صافی) ★

★ خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ "خدا نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ: خداوندِ عالم نے موت اور زندگی کا نظام مقرر فرمایا۔"

★ (تفسیر کبیر) ★

★ خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "خدا نے موت کو پیدا کیا۔" اِس سے محققین نے یہ نتیجہ نکالا کہ: "موت، حیات کے ختم ہوجانے کا نام نہیں ہے۔ موت بھی ایک اثباتی چیز ہے۔ کیوں کہ یہ خدا کی تخلیق ہے۔ اِس لئے یہ ایک مثبت اور حقیقی چیز ہے۔ خدا نے جس طرح زندگی کے لیے فرمایا ہے کہ میں نے اُس کو پیدا کیا ہے اسی طرح موت کے لیے بھی یہی "خلق" کا لفظ فرمایا ہے۔ اس لیے بعض سرپھرے فلسفیوں دہریوں کا یہ کہنا کہ موت صرف عدم کا نام ہے، بالکل غلط ہے۔

★ (تفسیر روح المعانی) ★

★ اور خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "خدا نے موت و حیات کو صرف اِس لیے پیدا کیا ہے تاکہ تمہارا امتحان لے"

www.drhasanrizvi.com

توخداوندِ عالم کا امتحان لینا اس لیے نہیں ہوتا کہ وہ ہماری حقیقت کو نہیں جانتا، بلکہ اس لیے ہوتا ہے تاکہ ہماری صلاحیتیں مکمّل ہوں، ہم سیرِ تکامل میں آگے بڑھیں، ہم اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھا سکیں۔

* (تفسیر ماجدی) *

امتحان لینے کا اصل مقصد اور احسن عمل کے معنی: ہماری تربیت کرنا ہے۔ یہ تربیت نیک عمل انجام دینے سے انجام پاتی ہے اسی نیک عمل کے ذریعہ انسان مکمل ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور آخر کار قربِ خداوندی کے لائق ہوجاتا ہے۔

اہم نتیجہ: قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ امتحان لینے کا مقصد حُسنِ عمل (بہترین عمل) کو بتایا ہے، کثرتِ عمل کو نہیں بتلایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اسلام کیفیتِ عمل Quality کو اہمیت دیتا ہے کمیتِ عمل Quantity کو اہمیت نہیں دیتا۔

مطلب یہ ہے کہ خدا کے نزدیک زیادہ اہم بات یہ ہے کہ عمل خالص خدا کی اطاعت کرنے اور خدا سے اجر لینے یا خدا کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے کیا جائے، تو وہ عمل کیفیت Quality کے اعتبار سے اہم اور وزنی ہوتا ہے، چاہے مقدار کے لحاظ سے کم ہی کیوں نہ ہو۔

* (تفسیر نمونہ) *

تفسیر اہل بیتؑ

جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا ہے: "احسن عمل 'بہترین عمل' سے مراد یہ ہے کہ تم میں سے کس کی عقل کامل اور خدا سے خوف زیادہ ہے، اور تم میں سے کون خدا کے احکامات اور نواہی کو زیادہ جانتا ہے، چاہے تمہارے مستحبی اعمال کم ہی کیوں نہ ہوں۔"

* (تفسیر مجمع البیان جلد ۱۰) *

فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"احسن عمل" سے مراد یہ ہے کہ خدا یہ نہیں دیکھتا کہ تم میں زیادہ اچھے عمل کون انجام دیتا ہے بلکہ یہ دیکھتا ہے کہ تم میں زیادہ صحیح عمل کون کرتا ہے۔ صحیح عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ خدا کی اطاعت کی پاک نیّت سے کیا جائے۔ (مقصد صرف

www.drhasanrizvi.com

خدا کو خوش کرنا ہو) یہی نیک نیتی ہے۔ عمل کو آلودگی سے محفوظ رکھنا ہے (یعنی دوسرے مقاصد حاصل کرنے کی نیت سے بچا لینا) خود عمل انجام دینے سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ خالص اور صالح (نیک) عمل وہ ہوتا ہے جس میں تم یہ نہ چاہو کہ خدا کے سوا کوئی اور اُس عمل پر تمھاری تعریف کرے۔ (یا اجر دے)

* (تفسیر صافی) *

یہاں خود کو "غفور" کیوں کہا؟ اب کیوں کہ اس حسنِ عمل کے امتحان کے میدان میں انسان بہت سی غلطیاں بھی کر جاتا ہے۔ اِس لیے اُس کو مایوس ہونے سے بچانے کے لیے فرمایا: اللہ بہت بڑا معاف کرنے والا ہے۔" اور "عزیز" ہر چیز پر قادر بھی ہے ـــ یعنی ـــ اِس بات پر قادر ہے کہ اگر تم تہِ دل سے شرمندہ ہو کر خدا سے معافی مانگو گے تو وہ تمھارے گناہ معاف فرما سکتا ہے۔

* (تفسیر نمونہ) *

نتائج و تعلیمات: (۱) آیت نے ثابت کر دیا کہ موت و حیات کا خالق اللہ ہے۔ کوئی دوسرا نہ زندگی بخشنے والا ہے نہ موت دینے والا۔

(۲) انسان کو نیک اور بد عمل کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

(۳) انسان کی زندگی بے مقصد نہیں،

(۴) خدا نے انسان کو دنیا میں نیک عمل انجام دینے کے امتحان لینے کے لیے پیدا کیا ہے

(۵) دنیا کی زندگی انسان کے لیے امتحان دینے کی مہلت ہے اور موت کے معنی یہ ہیں کہ امتحان دینے کا وقت ِ عمل ختم ہو گیا۔

(۶) خدا ہی اصل میں خود فیصلہ کرنے والا ہے کہ کس کا عمل اچھا ہے اور کس کا عمل بُرا ہے۔ یا کتنا اچھا ہے اور کتنا بُرا ہے۔ اِس لیے کہ اعمال کی اچھائی بُرائی کا معیار تجویز کرنے کا حق امتحان دینے والے کو نہیں ہوتا بلکہ امتحان لینے والے کا حق ہوا کرتا ہے۔ اِس لیے ہمیں امتحان میں کامیاب ہونے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ

www.drhasanrizvi.com

ممتحن ، یعنی خدا کے نزدیک اچھا عمل کیا ہے ؟

(۷) انسان کا جیسا عمل ہوگا ، عین اُسی کے مطابق اُس کو جزا ، سزا دی جائے گی ۔ اس لیے کہ اگر جزا ، سزا یا آخرت کی زندگی ہی نہ ہو تو پھر امتحان لینا بے معنی اور عبث ہو جاتا ہے ۔

* (تفسیر کبیر ۔ مجمع البیان ، تفہیم) *

* آخر میں خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ (۱) وہ بے انتہا زبردست اور پوری پوری طرح غالب "عزیز" ہے ۔ یعنی ۔ بُرے اعمال کرنے والوں کو پوری پوری سزا دینے اور نیک اعمال کرنے والوں کو پوری پوری جزا دینے کی مکمل طاقت رکھتا ہے ۔ کسی کی یہ طاقت نہیں ہے کہ خدا کی سزا سے خود اپنی طاقت کے بل پر بچ کر نکل سکے ۔ کیوں کہ خدا عزیز ہے یعنی ہر چیز پر غالب ہے ۔

* اور آخر میں خود کو "غفور" یعنی معاف کرنے والا ، فرما کر بتا دیا کہ ہاں اگر کوئی شخص اپنی برائیوں پر واقعاً شرمندہ ہو کر اپنی اصلاح کر لے ، پھر خدا سے معافیاں مانگے تو وہ معاف کرنے والا ہے ۔

* (تفہیم ۔ تفسیر کبیر ۔ کشاف ۔ مجمع البیان ، انوار النجف ، فصل الخطاب) *

الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ﴿۳﴾

[۳] جس نے طبق در طبق (یعنی) ایک کے اوپر دوسرا اور دوسرے کے اوپر تیسرا (اس طرح) سات آسمان بنائے (اس کے باوجود) تم اُس سب سے بڑے فیض پہنچانے والے

www.drhasanrizvi.com

"رحمٰن" کی تخلیق میں کسی قسم کی بے نظمی یا بے ربطی نہیں پاؤ گے۔ پھر پلٹ کر دیکھ لو، کہیں بھی تمھیں کوئی خلل، خرابی یا گڑبڑ نظر آتی ہے؟

۳

★ فرزندِ رسولِ خدا، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سات آسمان ایک دوسرے کے اوپر تہ بہ تہ بنائے گئے ہیں۔"

★ (تفسیر صافی) ★

★ خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "تم نظامِ کائنات میں بدنظمی، بے ربطی نہیں پاؤ گے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کے نظام میں بلا کا ربط اور نظم پایا جاتا ہے۔ جتنی بار چاہو نظامِ کائنات کو دیکھ لو، غور کر لو، تجربوں پر تجربے کر لو، مگر تمھیں نظامِ کائنات میں کوئی بے نظمی نظر نہیں آئے گی۔ یہاں دو دفعہ دیکھنے سے مراد کئی کئی دفعہ دیکھنا ہے۔

★ (مجمع البیان۔ بیضاوی) ★

★ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ایک آسمان کے اوپر دوسرا آسمان ہے، اور دوسرے پر تیسرا۔ اس طرح سات آسمان اوپر نیچے ہیں اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچسو سال سفر کا فاصلہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساتوں آسمان پہلے آسمان کے کہیں اوپر سے شروع ہوتے ہیں جو ہماری حدِ نگاہ سے بہت بلند ہیں۔

پھر ان ساتوں آسمانوں کی تخلیق کو دیکھو کہ قدرت کے انتظامات اور کاریگری، کمالِ صنعت اور حسنِ تدبیر واضح دکھائی دیتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ کوئی چیز کمالِ حکمت سے بنائی گئی ہو اور کوئی چیز بے تکی، بیکار یا فضول بنائی گئی ہو۔

www.drhasanrizvi.com

اس پر کمال یہ ہے کہ ساری کی ساری کائنات عالم ایک مضبوط نظام اور قانون میں جکڑی ہوئی ہے اور اس پر مزید یہ کہ کڑی سے کڑی ملی ہوئی ہے۔ بلا کا توازن اور توافق Corelation پایا جاتا ہے کہیں کوئی دراڑ یا خلل دکھائی نہیں دیتا۔ ہر چیز ایسی ہے جیسی کہ اس کو ہونا چاہیے تھا۔

ہر سو تری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے ⁂ حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں

(میر انیس رحمہ)

بار بار دیکھو، غور کرو، سمجھو، تمھیں پوری کائناتِ عالم میں کہیں کوئی خلل، رخنہ، نقص نظر ہی نہیں آئے گا۔ تیری نگاہیں تھک تھک جائیں گی مگر کہیں کوئی عیب، کمی، قصور، بے اعتدالی نظر نہ آئے گی

* (شیخ الاسلام عثمانی) *

* تمام ثوابت و سیارے اور ستارے جن کو ہم دیکھتے ہیں پہلے آسمان کا جزو ہیں۔ پھر ان کے اوپر دوسرے عوالم ہیں، ان تمام مخلوقات میں کوئی تضاد اور عیب نہیں، بلکہ ساری کائنات میں خاص نظم و نسق، استحکام، مضبوطی، ارتباط، جچی تلی، حساب شدہ ترکیبات اور دقیق قوانین اور نظام پایا جاتا ہے۔ کسی حصے یا گوشے میں کائناتِ عالم کے کسی قسم کی بے نظمی موجود نہیں۔ اگر ہوتی تو پورا عالم درہم برہم ہو جاتا۔ یہی نظام اور قانون ساری کائناتِ عالم کو ایک خاص راستے پر چلا رہا ہے۔ کہیں کوئی فطور یعنی شگاف نقص، ناموزونیت موجود نہیں۔ * (تفسیر نمونہ) *

* "تفاوت" کے معنی عدمِ تناسب۔ ایک چیز کا دوسری چیز سے میل نہ کھانا۔ انمل بے جوڑ ہونا، بے نظمی، بدنظمی، بے ترتیبی، اور بے ربطی کا ہونا۔ خدا کی پیدا کی ہوئی کوئی چیز انمل بے جوڑ بے ربط نہیں۔ کائنات کے تمام اجزاء باہم مربوط ہیں۔ ان میں کمال درجے کا تناسب Balance پایا جاتا ہے۔ ؎ "لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دل چیریں۔" (اقبال)

* لفظ "فطور" کے معنی، دراڑ، شگاف، رخنہ، پھٹا ہوا ہونا، ٹوٹا پھوٹا ہونا ہے۔

* (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم۔ کشاف ۔ مفردات امام راغب) *

www.drhasanrizvi.com

ثُمَّ ارۡجِعِ الۡبَصَرَ كَرَّتَيۡنِ يَنۡقَلِبۡ اِلَيۡكَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيۡرٌ ۝۴

۴ بار بار نظر دوڑاؤ، تمھاری نگاہ تھک تھک کر تمھاری ہی طرف نامراد پلٹ آئے گی۔ (مگر تمھیں خدا کی خلقت میں کوئی نقص نہ ملے گا۔)

وَلَقَدۡ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡيَا بِمَصَابِيۡحَ وَجَعَلۡنٰهَا رُجُوۡمًا لِّلشَّيٰطِيۡنِ وَاَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابَ السَّعِيۡرِ ۝۵

۵ (مثلاً) ہم نے تمھارے قریب والے نچلے آسمان کو بڑے عظیم الشان چراغوں سے سجا دیا ہے اور انھیں شیطانوں کو مار بھگانے کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ نیز یہ کہ ہم نے شیطانوں کے لیے بھڑکتی اور دہکتی ہوئی آگ کی سزا بالکل تیار کر رکھی ہے۔

آیت کے نتائج: (۱) قرآن ہر شخص کو یہ حکم دیتا ہے کہ اس عالمِ تخلیق یا عالمِ ہستی کے اسرار و عجائبات پر غور و فکر کرو۔ بار بار غور کرو۔

★ فرزندِ رسولِ خدا، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "تفکر ساعۃ افضل من عبادۃ سبعین سنوات۔" (ایک ساعت اللہ کی تخلیقات پر غور و فکر کرنا ستّر سال کی عبادت سے افضل ہے۔) ★ (اصول کافی) ★

www.drhasanrizvi.com

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "لیس العبادۃ کثرت القیام و کثرۃ السجود بل العبادۃ التدبّر فی خلق اللہ"۔

یعنی: عبادت بہت زیادہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے اور کثرت سے سجدے کرنے کا نام نہیں ہے، بلکہ عبادت یہ ہے کہ خدا کی تخلیقات پر غور و فکر کیا جائے۔"

★ (اصولِ کافی) ★

(۲) دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ انسان جس قدر خداوندِ عالم کی تخلیقات پر غور و فکر کرتا ہے اُسی قدر وہ یہ حقیقت جان لیتا ہے کہ خدا کی تخلیقات میں کوئی نقص، کجی یا ٹیڑھا پن نہیں ہے۔ (اس طرح وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ خالقِ کائنات ہر عیب سے پاک ہے، ہر کمال سے متصف اور لائقِ عبادت ہے)

★ (تفسیرِ نمونہ) ★

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: "مہمل کام کبھی درست نتیجہ نہیں دیتے، اور تضاد کسی نظام کا مبدء نہیں ہو سکتا۔" (حدیثِ مفضّل)

(۳) ہماری یہ دنیا ایک عظیم کہکشاں کا ایک جزو ہے۔ اِس کہکشاں میں ایک کھرب سے زیادہ ستارے موجود ہیں، اور ہمارا سورج اپنی تمام چمک دمک کے باوجود اِس کہکشاں کا ایک معمولی سا ستارہ ہے، جبکہ اِس عظیم کائناتِ عالم میں اِس قدر بیشمار کہکشائیں موجود ہیں جن کو نو ایجاد طاقتور دوربینوں سے دیکھا جا سکتا ہے، اور جس قدر طاقتور دوربینیں ایجاد ہوتی چلی جا رہی ہیں اُسی قدر نئی سے نئی دیگر کہکشائیں ظاہر ہوتی جا رہی ہیں۔ پھر اُن سب میں ایک عظیم نظم و ضبط اور قانونِ الٰہی جاری و ساری ہے

"سبحان اللہ"

و بحمدہٖ

؎ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

(اقبال)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۵ کی تشریح :- " شہابِ ثاقب " یعنی : ٹوٹنے والے چمکدار ستارے ؛ جدید تحقیقات کے اعتبار سے اُن ستاروں کا حصّہ نہیں ہیں جو چمک دے رہے ہیں ۔ بلکہ اُن ستاروں کے اجزاء ہیں جو بہت پہلے ٹوٹ پھوٹ چکے ہیں ۔ یہ ٹکڑے فضا میں حرکت کر رہے ہیں ۔ اور کبھی کبھی زمین کی کشش کی زد میں آجاتے ہیں ۔

* قرآن کے اعتبار سے یہی ستاروں کی بارش شیطانوں کو آسمان پر جانے سے روکے رکھتی ہے ۔ یہ بات شاید اس لیے کہی گئی ہے کہ اُس زمانے کے لوگ کاہنوں کو عالمِ بالا کے راز بتانے والے سمجھا کرتے تھے وہ لوگ (کاہن) شیطانوں سے کچھ راز معلوم کرلیا کرتے تھے ۔ اب اُن کو بتایا جارہا ہے کہ اب وہ شیاطین جو کاہنوں کو عالمِ بالا کے راز بتا دیا کرتے تھے ، عالمِ بالا پر جا ہی نہیں سکتے ۔

* (فصل الخطاب) *

* کائناتِ عالم کا دوسرا وصف "حُسن" ہے ، یعنی خوبصورتی ، نفاست ، عمدگی ، عظمت ، ہیبت ، پراسرار سکوت ہر طرف سایہ فگن ہے جس سے انسان میں ایک عرفان اور عشقِ الٰہی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے ۔ * (تفسیر نمونہ) *

وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٦﴾

۶ اور جن لوگوں نے اپنے پالنے والے مالک کے ساتھ کفر وانکار کا طریقہ اختیار کیا ، اُن کے لیے جہنم کی سزا ہے ، اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے ۔

www.drhasanrizvi.com

اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا [۷] جب وہ اُس میں پھینکے جائیں گے

لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ۝۷ تو اُس آگ کے دہاڑنے کی ہیبتناک

اور خوفناک آواز بھی سُنیں گے، اِس حال میں کہ وہ غیظ و غصّہ کی شدّت

کی وجہ سے ایسا جوش کھا رہی ہوگی،

تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ [۸] کہ قریب ہوگا کہ پھٹ جائے،

كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ جب بھی اُس میں کسی گروہ کو پھینکا

سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ جائے گا" تو وہاں کام کرنے والے

يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝۸ پہرے دار (فرشتے) اُن لوگوں سے پوچھیں گے

"کیا تمہارے پاس کوئی ابدی تباہی سے خبردار کرنے والا برائی کے بُرے

انجام سے ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔"؟

قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ [۹] وہ کہیں گے": ہاں، کیوں نہیں۔

فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ ہدایت کرنے والا اور ڈرانے والا ہمارے

اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ پاس ضرور آیا تھا، مگر ہم نے اُسے

www.drhasanrizvi.com

اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ کَبِیْرٍ ﴿۹﴾ خوب خوب جھٹلایا اور یہ کہدیا تھا "اللہ نے کچھ اُتارا ہی نہیں، تم تو خود بہت بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔"

آیت کا مطلب یہ ہے کہ جہنّم، کافروں کو دیکھ کر غصّہ کے عالم میں پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی اصل میں یہ الفاظ جہنّم کے غصّے کی شدّت اور اُس کے اشتعال کے اظہار کا ایک بلیغ انداز بیان ہے۔ * (تفسیر صافی) *

* جہنّم کے کارندے مجرموں سے پوچھیں گے کہ: "کیا تمھارے پاس کوئی خبردار کرنے والا آیا تھا؟" اِس سوال سے اُن کا مقصد یہ بات معلوم کرنا نہیں ہوگا، بلکہ مجرموں کو قائل کرنا ہوگا کہ اُن کو جو داخلِ جہنّم کیا گیا ہے، وہ کوئی اُن کے ساتھ بے انصافی نہیں کی گئی ہے، اِس سوال کے جواب میں تمام مجرم اپنی زبان سے خود اقرار کریں گے کہ اُن کے پاس سمجھانے ڈرانے والے آئے تھے، مگر ہم نے اُن کی ایک بات نہ سُنی، اِس لیے آج ہمارا یہ حشر نشر ہوا یعنی ہم واقعتاً اسی سزا کے مستحق ہیں۔

اِس سوال و جواب سے معلوم ہو گیا کہ خدا نے انسان کو جس امتحان کے لیے بھیجا ہے تو اُس سے اُس کو بے خبر نہیں رکھا گیا ہے۔ سیدھا راستہ بتانے کا معقول اور مضبوط انتظام بھی فرمایا ہے، وہ انتظام اِس طرح کیا گیا ہے کہ انبیاء کرامؑ (اوصیاء کرامؑ) اور کتابوں کو بھیجا گیا ہے اب انسان کا سارا امتحان یہ ہے کہ وہ انبیاء کرامؑ اور خدا کی کتاب کے پیغام سُنے، سمجھے، غور کرے، اور سیدھا راستہ اختیار کرے۔ یعنی خدا کی اطاعت والی زندگی اپنائے۔ اس طرح خدا نے انبیاء کرامؑ (ائمہ اطہارؑ) اور اپنی کتابوں کے ذریعہ اپنی حجت اپنی مخلوق پر تمام کردی، اُن کے ماننے، نہ ماننے پر انسان

www.drhasanrizvi.com

کی کامیابی اور ناکامی کا دار ومدار ہے۔ اب کوئی شخص خدا کے سامنے یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہمیں کچھ خبر نہ ہوئی۔ ہمیں اندھیرے میں رکھ کر ہمارا اتنا بڑا امتحان لے لیا گیا۔ ہمیں بے قصور سزا دی جارہی ہے۔

(یہ عدل الٰہی کا بیان ہے) * (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ انوار النجف، تفہیم) *

آیت ۹ کی تشریح۔ کفار، فرشتوں کے پوچھنے پر کھسیانے ہوکر حسرت وندامت اور انتہائی خوفزدہ ہوکر یہ جواب دیں گے کہ: "بے شک ڈرانے، سمجھانے والے ہمارے پاس دنیا میں آئے ضرور تھے مگر ہم نے اپنی ضد، تکبر اور مفادات کی وجہ سے اُن کی بات نہ سُنی (نہ مانی)۔

اِس لیے آج ہمارا یہ حشر نشر ہوا۔

* (شیخ الاسلام عثمانی) *

آیت کا پیغام یا سبق یہ ہے کہ انسان کی اصل تباہی کا سبب اپنی ہٹ دھرمی، ضد خواہش پرستی، آباء واجداد کی اندھی پیروی کے باعث انبیاء کرامؑ، اوصیاء عظامؑ کے پیغامات پر توجہ نہ دینا اور اُن کو جھٹلانا ہوتا ہے۔ اور خاص طور پر ابدی حقائق کو نہ سننا اور عقل سے کام نہ لینا ہوتا ہے۔(۵)

* (مؤلف) *

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِىْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۱۰

۱۰ پھر وہ کہیں گے: "کاش ہم سُنتے یا عقل سے کام لیتے تو (آج) ہم اِس جہنّم کی بھڑکتی ہوئی آگ (میں جلنے) والوں میں سے نہ ہوتے۔

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

www.drhasanrizvi.com

نے ارشاد فرمایا: "تَفَكُّرُ سَاعَةٍ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سَبْعِيْنَ سَنَوَاتٍ"
یعنی: "ایک ساعت غور و فکر کرنا ستر سال کی عبادت سے افضل ہے۔"

* (الکافی) *

* نیز ارشاد فرمایا: "جو شخص عقل سے کام نہیں لیتا اُس کا کوئی دین ہی نہیں ہوتا۔"

* (الکافی) *

یا وسعتِ افلاک میں تکبیرِ مسلسل ⁂ یا خاک کے آغوش میں تسبیح و مناجات
وہ مسلکِ مردانِ خود آگاہ و خدامست ⁂ یہ مذہبِ مُلّاں و نباتات و جمادات

* (اقبال) *

* کافروں کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں کیا خبر تھی کہ یہ ڈرانے والے انبیاء کرامؑ یا اُن کا علم پہنچانے والے علماء ہی سچے ثابت ہوں گے۔ اگر ہم اُن کی باتیں سُن لیتے اور ابدی حقیقتوں پر عقل سے کام لے کر غور و فکر کر لیتے کہ وہ کیا بیان فرمایا کرتے تھے تو آج ہم دوزخ میں نہ جاتے۔

* (شیخ الاسلام عثمانی) *

آیت کا پیغام: (۱) معلوم ہوا کہ انسان کی تباہی کا اصل بنیادی سبب (۱) ابدی حقیقتوں کو نہ سننا اور (۲) اُن پر غور و فکر نہ کرنا ہوتا ہے۔ اور اسی بے توجہی کا سبب غفلت، تکبر، حرص و ہوس، اور دنیا کی شدید محبت، (جو عقل کو خراب اور مفلوج کر دے) ہوتی ہے۔

* (مؤلف) *

سو یا نہ جا صنم کدۂ کائنات میں ⁂ محفل گداز گرمیٔ محفل نہ کر قبول

* (اقبال) *

(۲) یہاں سننے کو سمجھنے پر ترجیح دی گئی ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی تکمیل کا پہلا قدم انبیاء کرامؑ

www.drhasanrizvi.com

کی تعلیم کو سننا ہوتا ہے۔ اگر وہ تعلیمات آج لکھی ہوئی شکل میں ہیں تو اُن کو پڑھنا ہوتا ہے۔ یا علماءِ حق سے سننا ہوتا ہے۔ یہ ہدایت پانے کی پہلی شرط ہے۔ پھر انسان کے لیے ضروری ہے کہ اُن تعلیمات اور پیغامات پر غور و فکر کرے، اُن کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرے۔

گویا نبیؐ کی رہنمائی کے بغیر عقل بطورِ خود انسان کو حق تک نہیں پہنچا سکتی۔

(عقل کو نبیؐ کی انگلی پکڑ کر چلنا پڑتا ہے) * (تفہیم) *

۵ عقلِ بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں ÷ راہبر ہو ظن و تخمیں تو زبوں کارِ حیات

(تفسیر اہلِ بیتِ رسولؐ) * (اقبال) *

عقل کے استعمال کی اہمیت احادیث کی روشنی میں:

ایک گروہ نے جنابِ رسولِ خداؐ کے سامنے ایک شخص کی نیکیوں کی بڑی تعریف کی۔ جس پر حضورِ اکرمؐ نے اُن سے سوال کیا: "کَیْفَ عَقْلُ الرَّجُلِ"؟ یعنی: اُس شخص کی عقل کیسی ہے؟

اُن لوگوں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! ہم اُس شخص کی عبادات، نمازوں، روزوں اور طرح طرح کے نیک کاموں کی بات کر رہے، اور آپؐ اُس کی عقل کے بارے میں سوال کر رہے ہیں۔؟

اس پر جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: "احمق کی حماقت سے جو مصیبتیں آتی ہیں وہ فاسق و فاجر اور بدکاروں کی بدکاریوں سے کہیں بدتر ہوتی ہیں۔ کل قیامت کے دن خداوندِ عالم اپنے ہر بندے کو اُس کی عقل کے مطابق درجات عطا فرمائے گا، اور وہ لوگ اپنی عقل ہی (کے استعمال) کی بنیاد پر قربِ خداوندی حاصل کریں گے۔"

* (تفسیر مجمع البیان جلد ۱۰ صـ ۳۲۴) *

* جناب امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: "جبرئیل

www.drhasanrizvi.com

حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوئے اور فرمایا: "(اے نبیٔ خدا!) مجھے خداوند عالم نے حکم فرمایا ہے کہ میں آپؑ کے سامنے خدا کی طرف سے یہ تین نعمتیں پیش کروں۔ اور آپؑ کو ان میں سے کسی ایک کو چن لینے کا اختیار ہے۔"

* حضرت آدم علیہ السلام نے دریافت فرمایا: "وہ کونسی تین نعمتیں ہیں؟"
* جبرئیلؑ نے عقل، حیا اور دین کو پیش کیا۔ (ان میں ایک کا انتخاب کریں)
* حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: "میں نے عقل کو منتخب کرلیا۔"
* اس جبرئیلؑ نے حیا اور دین سے کہا: "تم دونوں عقل کو چھوڑ کر (میرے ساتھ چلو) (اور) اپنا کام کرو۔"
* حیا، اور دین نے جواب دیا: "ہمیں تو خداوند عالم نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم دونوں ہر وقت عقل کے ساتھ رہیں اور اُس سے جُدا نہ ہوں۔"

* (اصولِ کافی، کتاب العقل والجہل، تفسیر نور الثقلین جلد ۵) *

★ فرزندِ رسولِ خدا امام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو عقل استعمال کرے گا وہی دین والا ہوگا، اور جو دین والا ہوگا وہی جنّت میں داخل ہوگا۔"

* (اصولِ کافی) *

★ نیز امام علیہ السلام نے فرمایا کہ: "یہ "مکاری، چالاکی، عیاری" (نکرہ) عقل کے مشابہ چیز (مزور) ہے لیکن وہ عقل نہیں ہے۔" * (اصول کافی) *

:- نوٹ :- یہاں عقل سے مراد وہ صلاحیت ہے جس کو استعمال کر کے انسان خدا کو پہچان لیتا ہے اور اُس کی غلامی، بندگی یا اطاعت والی زندگی اختیار کرتا ہے، رہی چالاکی، مکاری،

www.drhasanrizvi.com

بدمعاشی، وہ شیطان کی شیطنت ہے ۔ یعنی عقل کا غلط استعمال ہے ۔ یہی وہ چیز ہے (نکرہ) جو ظالم و جابر حکمرانوں میں پائی جاتی ہے ۔ * (مؤلف) *

عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے
عشق بیچارہ نہ ملا ہے، نہ زاہد، نہ حکیم (اقبال)

⁂ ⁂ ⁂

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ ﴿۱۱﴾ پس اِس طرح اُنھوں نے اپنے اصلی جرم کا خود اعتراف کرلیا ۔ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۱۱﴾ تو لعنت ہو اُن جہنم والوں پر (معلوم ہوا کہ جہنمیوں کا اصل قصور جرم، حق بات کو نہ سننا اور اپنی عقل سے کام نہ لینا ہوتا ہے)

مجرموں کا اصل قصور

بیشک حق کے منکروں نے اپنے اصل قصور کا اعتراف کرلیا ۔ کہ اُن کا اصل قصور (۱) انبیاء کرامؑ کے پیغام کو نہ سُننا (۲) عقل سے کام نہ لینا ہوتا ہے ۔ مگر جہنم یا موت کو دیکھ کر اپنے اس جرم کا اقرار کرنا اُنھیں کوئی فائدہ نہ پہنچائے گا ۔ کیوں کہ جرائم کے اقرار اور اعتراف کرنے کا وقت دنیا کی زندگی ہوتی ہے، موت کے سامنے آنے کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہوجاتا ہے ۔ اسی لیے فرمایا کہ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ یعنی : " اب دوزخ والے دفع ہوجائیں اُن کے لیے خدا کی رحمت اور مغفرت میں کوئی حصہ نہیں ہے ۔ (کیوں کہ اُنھوں نے توبہ تلا اور اپنی اصلاح کا وقت گنوا دیا)

* (شیخ الاسلام عثمانی) *

www.drhasanrizvi.com

إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿۱۲﴾

۱۲ اب جو لوگ بے دیکھے اپنے پالنے والے مالک سے ڈرتے ہیں، ان کے لیے تو حقیقتاً اللہ کی چھائی ہوئی رحمت میں ڈھک جانا، اللہ کی معافی اور بہت ہی بڑا اجر و ثواب ہے۔

★ علامہ طبرسیؒ، صاحبِ تفسیر مجمع البیان "نے بِالْغَيْبِ" کا لفظ ڈرنے والوں سے متعلق لکھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سچے مومنین صرف لوگوں کے سامنے ہی خدا سے نہیں ڈرتے بلکہ اپنی خلوتوں، تنہائیوں میں بھی اللہ سے ڈرتے ہیں اور اُسی کی اطاعت کرتے ہیں۔

★ (تفسیر مجمع البیان) ★

ؔ مومن تو فقط حکمِ الٰہی کا ہے پابند ❊ تقدیر کے پابند نباتات و جمادات

★ (اقبالؔ) ★

ؔ واعظاں کاں جلوہ در محراب و منبر می کنند ❊ چوں بخلوت می روند آں کارِ دیگری کنند

یعنی: (وعظ کرنے والے ملّاں جو محراب و منبر پر اپنے جلوے دکھاتے ہیں، جب وہ تنہائیوں میں ہوتے ہیں تو دوسرے کام کرتے ہیں۔)

ؔ پہلے تو آکے شیخ نے دیکھا اِدھر اُدھر ❊ پھر سر جھکا کے داخلِ مے خانہ ہو گیا۔

★ شیخ سعدی نے لکھا کہ: "میں سب سے زیادہ خدا سے ڈرتا، پھر اُس سے ڈرتا ہوں جو خدا سے نہیں ڈرتا۔"

(سعدیؒ)

www.drhasanrizvi.com

وَ اَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۳﴾

۱۳ تم چاہے چپکے چپکے بات چیت کرو یا اونچی آواز سے بولو حقیقت یہ ہے کہ خدا تو دلوں کے اندر کی باتوں تک کا جاننے والا ہے۔

اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۴﴾ ع

۱۴ کیا وہی "خدا تمہارے رازوں کو" نہ جانے گا جس نے تمھیں پیدا کیا ہے؟ جبکہ وہ بڑی باریک سے باریک چیزوں کا دیکھنے والا بھی ہے اور ہر چیز سے خوب باخبر بھی ہے

شانِ نزول آیت ۱۳ حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ کفار و منافقین کی ایک جماعت جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیٹھ پیچھے آں حضرتؐ کو بُرا بھلا کہا کرتی تھی۔ جبرئیلؑ آتے اور سب کچھ رسولؐ کو بتا دیا کرتے تھے۔ اس پر کفار و منافقین نے آپس میں کہا کہ تم لوگ چھپ چھپا کر دبی باتیں کیا کرو تاکہ محمدؐ کا خدا نہ سُن سکے۔" اس پر یہ آیت اُتری کہ: "تم چاہے چھپ چھپا کر یا کھل کر باتیں کرو، خدا سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے۔"

* (تفسیر کبیر جلد ۳ - تفسیر روح البیان جلد ۱۰) *

آیت ۱۴: لطیف "خداوندِ عالم نے یہاں پر خود کو لطیف" اس لیے فرمایا کہ لطیف کا لفظ لُطف

www.drhasanrizvi.com

کے مادّے سے ہے ۔ یہاں مراد یہ ہے کہ خداوندِ عالم ہر قسم کی چھوٹی سے چھوٹی چیز، جسم خوردبین ذرّات؛ بلکہ ان سے بھی ہلکی پھلکی چیزوں کو پوری طرح جانتا ہے ۔ حتّٰی کہ تمھاری نیتوں، ارادوں، اور دلوں کے رازوں کو بھی جانتا ہے ۔

(۲) "لطیف" کے دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ وہ ایسی ہستی ہے کہ جو ذمّہ داریاں اس نے ہمارے اوپر ڈالی ہیں، اُن کا اجر و ثواب بے پناہ زیادہ دیتا ہے ۔

(۳) "لطیف" کے تیسرے معنی یہ ہیں کہ خدا تمام چیزوں کے اندر اپنا نفوذ واثر رکھتا ہے، یہاں تک کہ پوری کائناتِ عالم کی کوئی جگہ اُس سے خالی نہیں ۔

★ (تفسیر کبیر ۔ تفسیر نمونہ ، مفردات امام راغب) ★

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۭ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ۝۱۵

۱۵ وہی خدا تو ہے جس نے زمین کو تمھارے لیے قابلِ استعمال بنایا ہے ۔ چلو اس کے کاندھوں (اور چھاتی) پر اور اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے کھاؤ (پیو، مگر یہ بات نہ بھولنا کہ بالآخر) تمھیں اُسی خدا کی طرف دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے ۔

★ خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ "چلو زمین کے کاندھوں پر" یہاں زمین کے کاندھوں سے

www.drhasanrizvi.com

مراد، زمین کی بلندیاں ہیں۔ یعنی پہاڑ، سطحِ مرتفع وغیرہ۔ لیکن اس سے مراد زمین کی اوپر کی سطح بھی ہوسکتی ہے جو نچلی سطحوں کے اعتبار سے زمین کے کاندھے کہلائی جاسکتی ہے۔ کیوں کہ انسان زمین کی پشت کے اوپر والی سطح پر ہی چلتا ہے جس کے نیچے کئی کئی سطحیں ہوتی ہیں۔ اس لیے زمین کے اوپر کی سطح کو بھی زمین کا کاندھا کہہ سکتے ہیں۔

اور خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "خدا کی روزی کھاؤ" یعنی اللہ نے جو کچھ زمین سے اُگایا ہے اُس سے اپنی غذا حاصل کرو۔

★ (فصل الخطاب، تفسیرِ کبیر) ★

★ "ذَلُول" کے معنی رام ہونا۔ کیوں کہ زمین بڑی تیزی سے حرکت کرنے کے باوجود پُرسکون نظر آتی ہے اِس لیے اِس کو "ذلول" یعنی پُرسکون فرمایا۔

ماہرین کا خیال ہے کہ زمین تین طرح سے متحرّک ہے۔

(۱) اپنے محور پر گھوم رہی ہے۔ (۲) سورج کے گرد (۳) پوری کہکشاں جس میں زمین بھی شامل ہے، حرکت کررہی ہے۔ "سبحان اللہ": تین تین حرکتوں کے باوجود پُرسکون ہے، جبکہ یہ تینوں حرکتیں بہت زیادہ تیز ہیں۔

★ دوسرے یہ کہ زمین اتنی سخت بھی نہیں کہ ہم اِس کو کھود کر زراعت نہ کرسکیں، مکان نہ بناسکیں، اور نہ اتنی نرم ہے کہ ہم اِس پر چل پھر نہ سکیں، کھڑے نہ ہوسکیں۔ "سبحان اللہ"

★ تیسرے یہ کہ زمین کا سورج سے فاصلہ نہ اتنا زیادہ ہے کہ ہر چیز سردی کی وجہ سے جم جائے، اور نہ اتنا کم ہے کہ ہر چیز جل جائے۔ "سبحان اللہ"

★ چوتھے یہ کہ زمین پر ہوا کا دباؤ نہ تو اتنا زیادہ ہے کہ انسان کا گلا گھٹ جائے، اور نہ اتنا کم ہے کہ انسان ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے۔

www.drhasanrizvi.com

★ اس طرح خداوندعالم نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمتِ مطلقہ اور بیحد مہربانیوں کی وجہ سے زمین کو ہمارے قابو میں دے رکھا ہے، اور پھر ہم سے یہ بھی فرمادیا کہ زمین کے کاندھوں پر چلو پھرو اور روزی کماؤ، کھاؤ پیو۔ مگر یہ بات خوب جانتے رہو کہ تمھارے پیدا کرنے کا اصل مقصد دنیا میں رہنا نہیں ہے۔ یہ سب وسائل اس لیے دیے ہیں کہ آخرت کے لیے اعمالِ صالح کا ذخیرہ جمع کرلو۔ کیوں کہ آخرِ کار تم سب کو خدا ہی کی طرف پلٹنا ہے۔

★ (تفسیر نمونہ) ★

یہ گھڑی محشر کی ہے، تُو عرصۂ محشر میں ہے ∴ پیش کر غافل، اگر کوئی عمل دفتر میں ہے

★ (اقبالؔ) ★

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ ۱۶ کیا تمھیں اِس بات کا ڈر

اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ نہیں کہ وہ جو آسمان میں ہے وہ

فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ ۝۱۶ تمھیں اس زور سے زمین میں

دھنسا دے کہ زمین ایکدم سے ہلنے اور جھولنے لگے۔

★ خداوندِ عالم نے پہلے اپنے انعامات اور عطائیں یاد دلائیں، اب اپنی شانِ قہر و انتقام یاد دلا کر ڈرایا جارہا ہے کہ بیشک ہم نے زمین تمھارے لیے مسخّر کردی ہے مگر یہ نہ بھولنا کہ یہاں حکومت اُسی خدا کی ہے جو آسمانوں کا خالق و مالک ہے۔ اِس لیے اگر وہ چاہے تو تمھیں زمین میں دھنسا دے۔ اور اگر وہ چاہے تو پوری زمین زلزلوں سے لرزنے لگے، اِس لیے کسی انسان کے لیے یہ مناسب

www.drhasanrizvi.com

ہرگز نہیں ہے کہ وہ کائنات عالم کے خالق و مالک سے بے پرواہ اور نڈر ہوکر زمین پر فتنہ و فساد برپا کرے اور خدا کے دیے ہوئے اختیارات اور ڈھیل پر مغرور اور سرکش ہو جائے۔

★ (شیخ الاسلام عثمانی) ★

★ فرزندِ رسولِ خدا امام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:
خداوندِ عالم نے حدیثِ قدسی میں فرمایا: "میں اپنی عزت و جلال کی قسم کھاتا ہوں کہ میں کسی شخص کو نہ دو خوف دوں گا، نہ دو امن دوں گا۔ اگر کوئی شخص دنیا میں مجھ سے ڈرے گا، تو اس کو آخرت میں اپنے عذاب سے نہیں ڈراؤں گا، اور اگر کوئی شخص دنیا میں مجھ سے بے خوف رہے گا تو اس کو آخرت میں اپنے عذاب سے ڈرائے بغیر نہ چھوڑوں گا۔"

★ (اصولِ کافی) ★

★ خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "کیا تم اُس خدا سے بے خوف ہو جو آسمان میں ہے"
اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ آسمان میں رہتا ہے، بلکہ یہ بات اس لیے بیان فرمائی گئی ہے کہ فطری طور پر انسان جب اللہ کی طرف توجہ کرتا ہے تو بلندی، آسمان کی طرف دیکھتا ہے۔ جب وہ دعا مانگتا ہے تو آسمان کی طرف ہاتھوں کو بلند کرتا اور دیکھتا ہے، اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں کو آسمانی کتابیں کہتا ہے۔ یہ سب اللہ کے علوئے مراتب اور بلندی کی وجہ سے اشارے اور کنائے ہیں۔ اور اللہ کے اقتدار کی بناء پر ہے۔ کہ اللہ کا اقتدار آسمان پر ہے اگرچہ اُس کا اقتدار پوری کائناتِ عالم پر ہے لیکن آسمان کا ذکر اُس کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے
غرض اس سے معلوم ہوگیا کہ انسان کی فطرت یہ ہے کہ جب وہ خدا کا تصور کرتا ہے یعنی خدا کی طرف توجہ کرتا ہے تو اُس کا ذہن نیچے زمین کی طرف نہیں، آسمانوں کی طرف جاتا ہے، مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا آسمانوں میں رہتا ہے مثلاً قرآن میں ہے کہ: تم جدھر بھی رُخ کروگے، اُدھر اللہ کو پاؤ گے" القرآن

(تفہیم القرآن ۔ مفہوم ازالیا البیعت)

www.drhasanrizvi.com

أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ [۱۷] کیا تم اس بات سے بھی نہیں ڈرتے
أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۖ کہ وہ جو آسمان میں ہے وہ تم پر پتھر
فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ (۱۷) برسانے والی ہوا بھیج دے؟ پھر تمہیں
معلوم ہو جائے گا کہ میری طرف کا ڈرانا کیسا ہوتا ہے

وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن [۱۸] اور ان سے پہلے جو تھے وہ بھی ابدی
قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ (۱۸) حقیقتوں کو جھٹلا چکے ہیں۔ تو (دیکھ
لیا تم نے کہ) میری طرف کی ...اور
پکڑ کیسی (سخت) تھی؟

★ اِن آیات کا مطلب یہ ہے کہ: اے لوگو! تم نے دیکھ لیا کہ میری آیتوں (یعنی) باتوں، دلیلوں، نشانیوں، نصیحتوں اور احکامات کو جھٹلانے پر پچھلی قوموں کا کیا حشر نشر ہوا۔

★ اب اگر تم بھی یہی کچھ کرو گے تو تمھارا بھی یہی حشر نشر ہو سکتا ہے، پوری قوم کا تیا پانچا ہو جائے گا

★ اصل میں یہ بات جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تسلی، اور آپؐ کی قوم کے سرکشوں کو ڈرانے کے لیے فرمائی گئی ہے۔ مگر اس کا تعلق ہمارے زمانے کے سرکشوں سے بھی ہے، اور اس میں ہمارے لیے بھی بڑی تسلی ہے۔ (ے حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں قدرت کی تعزیریں)

★ (تفسیر قمی) ★

وقف غفران
وقف منزل

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ [١٩] کیا اُنھوں نے اپنے اوپر پرندوں کو
فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ؕ پر پھیلاتے اور سکیڑتے نہیں دیکھا؟
مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ خدائے رحمٰن کے سوا کوئی نہیں جو اُنھیں
اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۭ بَصِيْرٌ ﴿١٩﴾ (ہوا میں) تھامے اور سنبھالے رکھتا ہو۔
حقیقتاً وہی خدا ہر چیز کی نگرانی کرنے والا ہے
اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ [٢٠] آخر تمھارے پاس کون سا لاؤ لشکر
لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ ہے جو خدائے رحمٰن کے مقابلے پر تمھاری
الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ مدد کر سکتا ہے؟ یہ حق کے منکر کافر
اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ﴿٢٠﴾ لوگ صرف دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔

★ مطلب یہ ہے کہ پوری کائناتِ عالم میں اگر ایک ادنیٰ سا پرندہ بھی کہیں اُڑ رہا ہے تو خدائے رحمٰن کی حفاظت میں اُڑ رہا ہے کیوں کہ اُسی نے پرندے کو یہ ساخت عطا فرمائی ہے کہ وہ اس قابل ہوگیا ہے کہ اُڑ رہا ہے اُسی نے پرندے کو اُڑنے کا طریقہ سکھایا اور صلاحیت دی اور اُسی نے کائنات کا یہ قانون بنایا کہ ہوا سے زیادہ بھاری جسم کا ہوا میں اُڑنا ممکن ہو سکا۔ اس لیے وہی خدا ہر اُڑنے والی چیز کو ہوا میں تھامے اور روکے ہوئے ہے۔
اس لیے جب بھی خدا اپنی حفاظت اُس سے ہٹالے تو وہ زمین پر آرہے۔ ★ (تفسیر کبیر۔ تفہیم) ★

www.drhasanrizvi.com

www.drhasanrizvi.com

★ سوچو کہ پرندوں کو ایسا جسم کس نے عطا فرمایا کہ وہ ہواؤں میں مچھلیوں کی طرح تیر رہے ہیں۔ کبھی پر پھیلا کر اور کبھی پر سکیڑ کر؟ کس نے ان کو قوّتِ پرواز عطا فرمائی اور پرواز کا طریقہ سکھایا؟ خاص کر مہاجر پرندے جو کئی کئی مہینے اڑتے ہی رہتے ہیں، انھیں یہ قوّت، صلاحیت اور آگاہی کس نے دی؟

★ (تفسیر نمونہ) ★

آیت ۲۰ کا مطلب یہ ہے کہ منکرینِ حق سخت دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں کہ اُن کے باطل جھوٹے بے فیض کاٹھ کے اُلّو خداؤں کی فوج اُن کو اللہ کے عذاب یا سزا سے بچالیں گے۔

★ (شیخ الاسلام عثمانی) ★

اَمَّنۡ هٰذَا الَّذِیۡ یَرۡزُقُكُمۡ ۲۱ اگر وہ خدا تمھاری روزی کو
اِنۡ اَمۡسَكَ رِزۡقَهٗ ۚ بَلۡ روک لے، تو پھر کون ہے جو تمھیں
لَّجُّوۡا فِیۡ عُتُوٍّ وَّ نُفُوۡرٍ ۲۱ روزی دے سکتا ہے؟ بلکہ دراصل
یہ لوگ سرکشی اور ہٹ دھرمی کے ساتھ ابدی حقیقتوں سے بھاگنے
اور دور رہنے پر اڑے اور جمے ہوئے ہیں۔

★ مطلب یہ ہے کہ اگر خداوندِ عالم تمھاری روزی کا دروازہ بند کردے، پھر بھلا کس کی مجال ہے کہ تم پر روزی کے دروازے کھول سکے۔

★ دوسری بات یہ بتائی جارہی ہے کہ: یہ منکرینِ خدا و توحید، دل سے خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں

www.drhasanrizvi.com

کہ اللہ سے الگ ہوکر، یہ یا اُن کے بنائے ہوئے خدا انھیں کس نقصان سے بچا سکتے ہیں، مگر یہ اُن کی سرکشی، ضد اور حق دشمنی ہے کہ توحید کے نام سے اور اسلام سے گدھوں کی طرح بدکتے ہیں۔

* (شیخ الاسلام عثمانی) *

انسان کی ناکامی کے چار اسباب: پچھلی آیتوں میں جہنمیوں کا قول تھا کہ "کاش ہم سنتے اور عقل سے کام لیتے تو ہم جہنم میں جانے والے نہ ہوتے"۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی تباہی کے سب سے پہلے دو اسباب ہوتے ہیں:

(۱) انبیاء کرامؑ کی باتیں نہ سُننا۔ (۲) عقل سے کام نہ لینا۔

* پھر اِس آیت میں دو اسباب بتائے:

(۳) "عُتُوٌّ" یعنی: دھوکہ کھانا، ہٹ دھرمی اختیار کرنا۔ ضد، کج بحثی۔

(۴) "نُفُورٌ" یعنی: حق سے نفرت۔ بدبختی، گمراہی۔

یہی آخری دو صفتیں وہ ہیں جو انسان کی عقل اور کانوں پر پردے ڈال دیتی ہیں، پھر وہ نہ حق کو سُنتا ہے، نہ سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔

* (تفسیر نمونہ) *

اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا ۲۲ تو کیا جو اُلٹا ہوکر اوندھے منھ

عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى چل رہا ہو، وہ زیادہ صحیح راستہ

اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى پانے والا ہے، یا وہ جو سر کو اُٹھائے

www.drhasanrizvi.com

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۲﴾ ہوئے سیدھا ہوکر ایک ہموار اور سیدھے راستے پر چل رہا ہے؟

✿ اِس آیت میں پہلی مثال منکرینِ حق (کافروں) کی ہے۔ اور دوسری مثال مومنین کی ہے۔ کافر کا تصوّر کائنات کی ہر چیز کے متعلق اُلٹا ہوتا ہے۔ وہ دنیا کی ہر چیز کو اپنے لیے حلال سمجھتا ہے اور یہ بھی سمجھتا ہے کہ ہر چیز حاصل کرنے کا وہ مستحق ہے' اور ہر چیز اُسے صرف اُس کے دست وبازو کی قوّت سے حاصل ہوتی ہے' اور اُسے اتفاقاً ملی ہے۔

جبکہ مومن سیدھے سادے' خدا کے بتائے ہوئے راستے پر چلتا ہے، خدا کی اطاعت والی زندگی گذارتا ہے۔ گویا مومن فطرت کے سیدھے سادے ہموار راستہ پر چل رہا ہے۔ اور افراط وتفریط سے اپنے آپ کو بچاتا رہتا ہے۔

* (تفسیر ماجدی) *

ے مومن تو فقط حکمِ الٰہی کا ہے پابند ❊ تقدیر کے پابند نباتات و جمادات

* (اقبال) *

✿ فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا:

"دل چار قسم کے ہوتے ہیں (۱) وہ دل جس میں نفاق اور ایمان دونوں ہوتے ہیں۔

(۲) وہ دل جو اُلٹا ہوتا ہے۔ (وہ کافر کا دل ہوتا ہے۔)

(۳) وہ دل جس پر نشان لگا ہوا ہوتا ہے۔ (۴) وہ دل جو چمکیلا ونورانی ہوتا ہے۔

جس دل پر نشان لگا ہوا ہے وہ منافق کا دل ہوتا ہے، جو دل چمکیلا اور نورانی ہوتا ہے وہ مومن کا دل ہوتا ہے۔ مومن کا دل ایسا ہوتا ہے کہ جب اُس کو کوئی نعمت خدا کی طرف سے ملتی ہے تو وہ خدا کا شکر ادا کرتا ہے اور جب خدا اُس کو کسی بلا میں گرفتار کر کے امتحان لیتا ہے تو وہ صبر کرتا ہے۔ (تفسیر صافی بحوالۂ کافی ومعانی الاخبار)

www.drhasanrizvi.com

اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُکِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ اَهْدٰی : کیا وہ جو اوندھے منہ الٹا چلتا ہے زیادہ صحیح ہے ؟

اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو صراط مستقیم سے ہٹا ہوا ہے ۔ اور اس کی تاویل آل محمدؐ کے دشمنوں سے بھی کی جا سکتی ہے ۔ (تفسیر اہلبیتِ رسولؐ)

چناں چہ تفسیر برہان میں معصومؑ سے مروی ہے کہ : صراط مستقیم سے مراد حضرت امام علیؑ ہیں ۔ اور صراطِ مستقیم پر چلنے والے وہی ہیں جو آپؑ کے اور آپؑ کی اولاد طاہرین علیہم السّلام کے دین اور طریقے پر قائم ہوں ، اور اوندھے منہ چلنے والے وہ لوگ ہیں جو ولایتِ علیؑ سے منحرف ہوں ۔

اور فرزندِ رسولؐ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے قسم کھا کر فرمایا کہ صراطِ مستقیم سے مراد حضرت امام علیؑ ہیں اور باقی تمام ائمہ طاہرینؑ ہیں ۔"

★ نیز فضیل سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام کے ہمراہ حج کے موقع پر میں موجود تھا ، اور لوگ طواف میں مشغول تھے ۔ آپؑ نے فرمایا : " لوگ ایامِ جہالت میں بھی اسی طرح طواف کیا کرتے تھے کہ ان کو نہ حق کا پتہ ہے ، اور نہ دین سمجھتے ہیں ۔ آخر میں آپؑ نے فرمایا : اے فضیل ! خدا کی قسم ! کوئی حاجی نہیں ، سوائے تمہارے ، پس نہ تمہارے سوا کسی کے گناہوں کی بخشش ہے اور نہ کسی کا عمل قبول ہے ، اور تم ہی " اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ الْاِثْمِ " کے مصداق ہو ۔ پھر آپؑ نے فرمایا : " تم نماز پڑھو ، زکوٰۃ دو اور اپنی زبانوں کو محفوظ رکھو اور سیدھے جنت میں داخل ہو ۔"

★ (تفسیر برہان ، انوار النجف) ★

آیت کا پیغام یہ ہے کہ حقیقی کامیابی کی راہ کو طے کر کے صرف وہی شخص اصل مقصد (نجاتِ ابدی اجرِ عظیم اور رضا مندیٔ خدا) حاصل کر سکے گا جو صراطِ مستقیم (سیدھے راستے) پر آدمیوں کی طرح سیدھا ہو کر چلے ۔ جو شخص الٹا ہو کر ناہموار اور ناہموار راستے پر اوندھے منہ چلے گا وہ کبھی منزلِ مقصود تک نہ پہنچے گا ۔ یہی فرق موحد اور مشرک کا ہوتا ہے ۔ ★ (شیخ الاسلام عثمانی) ★

www.drhasanrizvi.com

قُلْ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَکُمْ ﴿۲۳﴾ اُن سے کہہ دیجیے کہ اللہ ہی تو ہے
وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ جس نے تمھیں پیدا کیا اور تمھارے لئے سننے اور
وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَۃَ ؕ دیکھنے کی طاقتیں بھی قرار دیں اور سوچنے
قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ سمجھنے والا دل و دماغ بھی دیا۔ مگر تم ہو کہ
بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو۔

✿ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے تو تمھیں سننے کے لیے کان، دیکھنے کے لیے دیکھتی ہوئی آنکھیں اور سمجھنے کے لیے دل و دماغ دیے تھے تاکہ ان نعمتوں کے دینے والے خدا کو مان کر اُس کی نعمتوں کو اُس کی مرضی کے مطابق استعمال کرو اور اجرِ عظیم کے حقدار بن جاؤ۔ یہی اصل شکر گذاری ہے۔ مگر شکر گذار بندے بہت ہی کم ہیں۔ اکثر تو قولاً، عملاً کافر (منکرِ حق) ہیں، کہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں اور صلاحیتوں کو خدا کے مقابلے پر اُسی کی نافرمانی میں استعمال کرتے ہیں۔

★ (شیخ الاسلام عثمانی) ★

★ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے تو تم کو انسان بنایا تھا، جانور نہیں بنایا تھا۔ تمھارا کام یہ نہیں تھا کہ تم اپنی آنکھیں بند کیے، سر جھکائے، جانوروں کی طرح جس طرف جو کہے چل پڑو۔ یہ نہ سوچو کہ جس راہ پر جا رہے ہو، وہ صحیح بھی ہے یا غلط ہے۔ یہ کان تمھیں اس لیے نہیں دیے تھے کہ صحیح اور غلط باتیں سن کر بغیر غور و فکر کیے غلط راستے پر چل پڑو، صحیح اور غلط کا فرق محسوس ہی نہ کرو۔ آنکھیں اِس لیے نہیں دی تھیں کہ اندھے بن کر جیو اور خدا کی نشانیوں کو نہ دیکھو، عقل اِس لیے دی تھی کہ سوچو، سمجھو اور اپنی عقل سے کام لو۔ غلط اور صحیح کے فرق کو پہچانو۔ یہ نعمتیں تو حق کو پہچاننے کے لیے دی تھیں مگر تم ان کی بے قدری اور ناشکری کر رہے ہو۔ (تفہیم نمبر ۳۳ محمد الیاس)

www.drhasanrizvi.com

قُلۡ هُوَ الَّذِیۡ ذَرَاَکُمۡ فِی ۲۴ کہہ دیجیے کہ وہی خدا ہے جس نے
الۡاَرۡضِ وَ اِلَیۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ ۲۴ تمھیں زمین میں اِدھر اُدھر پھیلا رکھا ہے اور
پھر تمھیں اُسی کی طرف گھیر گھیر کر لے جایا جائے گا

★ انسان کو بتایا جا رہا ہے کہ ہم نے تمھیں زمین پر پھیلا تو دیا ہے لیکن جب ہم حساب لینا چاہیں گے تو تم جہاں کہیں بھی ہو گے سمٹ سمٹا کر میدانِ حساب میں جمع کر دیے جاؤ گے۔ اس لیے زمین پر پھیل جانے کی وجہ سے تم کہیں پھیل ہی نہ جانا کہ بس اب تم ہمارے قابو سے باہر ہو چکے ہو۔ تم کسی طرح کسی وقت بھی ہمارے قبضۂ قدرت سے باہر نکل ہی نہیں سکتے۔

★ (تفسیر ماجدی) ★

★ مطلب یہ ہے کہ تمھاری ابتدا بھی خدا ہی سے ہوئی، انتہا بھی خدا ہی سے ملاقات پر ہو گی۔ جہاں سے آئے تھے وہیں جانا ہے۔ اگر یہ بات تم یاد رکھتے تو ہر دم ملاقاتِ رب کی تیاری کرتے اور خدا کے پاس اپنے نیک عمل لیے ہوئے پہنچتے اور اجرِ عظیم پاتے، مگر ایسے بندے بہت ہی تھوڑے ہیں۔

★ (شیخ الاسلام عثمانی) ★

وَ یَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی هٰذَا الۡوَعۡدُ ۲۵ پھر وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو
اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ۲۵ (بتاؤ کہ) یہ وعدہ کب پورا ہو گا۔؟

★ منکروں کے یہ پوچھنے کا کہ "قیامت کب برپا ہو گی؟" اصل مقصد صرف قیامت کے عقیدے کا

www.drhasanrizvi.com

مذاق اُڑاتا تھا۔ اسی لیے یہ جواب نہیں دیا گیا کہ قیامت کب برپا ہوگی۔ (وقت نہیں بتایا) اگلی آیت میں صرف یہ بتا دیا گیا کہ قیامت کے برپا ہونے کے وقت کا علم صرف اور صرف خدا کو ہے۔

* (تفسیر ماجدی) *

قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۶﴾

۲۶ کہہ دیجیے کہ اِس کا علم تو صرف اللہ کو ہے، اور میں تو صرف صاف صاف (بُرے انجام سے ڈرانے اور) خبر دینے والا ہوں۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾

۲۷ مگر جب یہ لوگ قیامت کو قریب سے دیکھ لیں گے، تو اُن سب لوگوں کے چہرے بُری طرح بگڑ جائیں گے، جنھوں نے اُس کا انکار کیا تھا پھر اُن سے کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ چیز جس کا تم تقاضے پر تقاضا کیا کرتے تھے۔ ۲۷

آیت ۲۷ کا مطلب یہ ہے کہ: اے حق کے منکرو! اس وقت تو تم قیامت کے آنے کا مذاق اُڑا رہے ہو

www.drhasanrizvi.com

اور جلدی مچا رہے ہو، مگر جس وقت خدا کا وہ وعدہ قریب آ لگے گا تو بڑے بڑے سرکشوں کے چہرے اتر جائیں گے اور ان کے منہ پر ہوائیاں اڑنے اور پھٹکار برسنے لگے گی۔

(تفسیر اہلِ بیتِ رسولؐ) ✱ (شیخ الاسلام عثمانی) ✱

✱ قیامت کے دن علیؑ کے دشمنوں کی حالت : حاکم ابو القاسم حسکانی سے روایت ہے کہ:

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب کافر دمنکرِ حق، خدا کے ہاں (قیامت کے دن) حضرت امام علیؑ کے مقامات و منزلت کو دیکھیں گے تو اُن کے چہرے غیظ و غصے کی شدت سے سیاہ پڑ جائیں گے۔ ✱ (تفسیر مجمع البیان جلد ۱۰) ✱

✱ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: بروزِ قیامت جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور اُن کے شیعوں کی بلند منازل دیکھیں گے تو اُن کے دشمنوں کے چہرے بُرے ہو جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ یہی وہ لقب (امیر المومنین) ہے کہ جس کا ادعا تم اپنے لیے کیا کرتے تھے۔ (جبکہ خدا نے یہ لقب صرف حضرت علیؑ کے لیے مخصوص فرمایا تھا۔)

✱ (تفسیر انوار النجف) ✱

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾

اُن سے کہہ دیجئے کہ کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر اللہ مجھے یا میرے ساتھیوں کو ختم بھی کر دے یا ہم پر رحم کرے، تو بھی کافروں کو سخت عذاب سے کون پناہ دے کر بچائے گا۔

www.drhasanrizvi.com

شانِ نزول آیت ۲۸ | کافر آپس میں کہا کرتے تھے کہ جب رسولِ خدا اپنے مٹھی بھر ساتھیوں کے ساتھ ختم ہو جائیں گے تب ہم آرام کی نیند سوئیں گے"۔ یہاں پر اُن کے لیے کہا جا رہا ہے کہ: اے احمقو! اگر ہم ختم بھی ہو گئے تو بھی تم کو خدا کی سزا سے کون بچا سکے گا۔؟ تم نے حق کا انکار کر کے خدا کی سزا خود مول لے رکھی ہے، اِس سے تو تم کسی طرح بچ نہیں سکتے۔

* (تفسیر مجمع البیان) *

* کفار تمنا کرتے تھے کہ جلد مر کر قصّہ ختم ہو جائے ۔ تو اُن سے کہا جا رہا ہے کہ ان سے پوچھو تو کہ فرض کرو میں اور میرے ساتھی سب ہلاک بھی کر دیے جائیں، مگر اِس سے تم کو کیا فائدہ ہوگا؟ ہمارا انجام دنیا میں جو کچھ بھی ہو، بہرحال آخرت میں ہمارے لیے بہتری ہی بہتری ہے۔ اِس لیے کہ ہم خدا کی اطاعت والی زندگی گذار رہے ہیں۔ لیکن تم اپنی فکر کرو، تم پر جو خدا کا عذاب ٹوٹے گا اُس سے تمھیں کون بچائے گا۔ (اِس لیے کہ تم خدا سے سرکشی کی زندگی گذار رہے ہو)۔

* (شیخ الاسلام عثمانی) *

"حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں قدرت کی تعزیریں" (اقبال)

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾

۲۹ اُن سے کہہ دیجیے کہ "وہ خدا سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا مہربان ہے۔ ہم اُسی کو دل سے مانتے ہیں، اور اُسی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

www.drhasanrizvi.com

بہت جلد تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون ہے جو کھلی ہوئی گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔ ۲۹

* آخر میں خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "تمھیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کون لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں؟" اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی تک تم نے غور ہی نہیں کیا ہے۔ اگر تم واقعتاً عقل سے کام لوگے تو تم بآسانی سمجھ سکتے ہو کہ کون سا راستہ سیدھا ہے؟ اور کون اُس سیدھے راستے پر چل رہا ہے، اور کون کھلی ہوئی گمراہیوں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہے۔

* (فصل الخطاب) *

مطلب یہ ہے کہ اے کافرو! ہمارا بھروسہ تو خداوندِ عالم پر ہے، اس لیے ہمارے مقاصد تو خدا کی امداد سے یقینی پورے ہوں گے۔ کیوں کہ خداوندِ عالم نے فرمایا ہے کہ: "وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۚ" (سورۃ الطلاق ۶۵ آیت ۳ پارہ ۲۸)

یعنی: "اور جو اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے اللہ خود اُس کے لیے بہت کافی ہو جاتا ہے۔
اور حقیقتاً اللہ اپنے کام کو پورا کر کے ہی چھوڑتا ہے۔"

اس لیے اے منکرو! تمھارے پاس نہ خدا پر ایمان ہے نہ خدا پر بھروسہ، تم کیسے بے فکر ہو۔؟

* (شیخ الاسلام عثمانی) *

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝۳۰ ع۲ اُن سے کہو، کیا تم

www.drhasanrizvi.com

نے کبھی غور کیا کہ اگر تمہارے کنوؤں کا پانی زمین میں بہت ہی نیچے اُتر جائے، تو پھر کون ہے جو تمہارے لیے میٹھے پانی کی بہتی ہوئی سوتیں نکال کر لادے؟ ٣٠

٭ مطلب یہ ہے کہ یہ پانی جس پر تمہاری زندگی کا دارومدار ہے، یہ سب اُسی فیض اور رفائے پہنچانے والے خدائے رحمٰن کا فیض وکرم ہے۔ یہ کنویں، چشمے اُسی کے حکم سے اُبل رہے ہیں۔ بارشیں اُسی کے حکم سے برس رہی ہیں، دریا اُسی کے حکم سے بہ رہے ہیں۔ اگر زمین کے اندر پانی کے سوتے خدا کے ایک ادنیٰ سے اشارے پر بند ہوجائیں تو پھر کون مائی کالال ہے جو اُن کو دوبارہ جاری کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔

٭ (فصل الخطاب) ٭

جو کچھ ہُوا، ہُوا کرم سے تیرے ∴ جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

٭ آخری مطلب یہ ہے کہ زندگی اور ہلاکت کے تمام اسباب صرف اللّٰہ کے قبضۂ قدرت میں ہیں مثلاً ایک پانی ہی کی مثال لے لو جس پر زندگی کا دارومدار ہے۔ فرض کرلو کہ اگر کنوؤں چشموں اور دریاؤں کا پانی خشک ہوجائے، یا کنوؤں، چشموں کا پانی زمین کے اندر بہت ہی گہرا اُتر کر غائب ہوجائے تو پھر کسی کی طاقت ہے کہ موتی کی طرح صاف وشفاف پانی اس قدر کثیر مقدار میں تمہارے لیے فراہم کردے؟ اس لیے مومن کو صرف خدا ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے جو قادرِ مطلق ہے۔

اس مثال سے یہ بات بھی سمجھادی گئی کہ جب ہدایت کے تمام چشمے خشک ہوچکے تھے تو ہم نے کبھی خشک نہ ہونے والا ہدایت ومعرفت کا چشمہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل میں جاری کردیا۔

www.drhasanrizvi.com

یہ رحمنِ مطلق، حکیمِ مطلق اور قادرِ مطلق ہی کا فیضان ہے کہ جو خدا تمام مخلوقات کی ظاہری اور باطنی تمام ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔ اب اگر یہ چشمۂ رسالت (و امامت) بفرضِ محال خشک ہو جائے جیسا کہ حق کے منکروں کی تمنّا ہے تو پھر کون ہدایت کے ایسے پاک صاف چشمے دوبارہ بہا سکے گا۔؟

* (شیخ الاسلام عثمانی) *

جنھیں حقیر سمجھ کر بُجھا دیا تم نے ⁂ وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

تفسیرِ اہلبیتؑ کے اعتبار سے یہ آیت حضرت امام مہدیؑ کے بارے میں بھی اُتری ہے۔

(یعنی وہ اس کے ایک مصداق ہیں) فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمّد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

" یہ آیت اُس امامؑ کے بارے میں اُتری ہے جو عدلِ الٰہی کے ساتھ قیام کریں گے خداوندِ عالم فرما رہا ہے کہ اگر تمھارا امامؑ غائب ہو جائے اور تمھیں معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں ہے تو پھر کون تمھارے لیے تمھارے امام، کو بھیجے گا' جو تمھارے سامنے آسمانوں اور زمین کی خبریں بیان کرے، اور تمھیں خدا کے مقرّر کیے ہوئے حلال و حرام کو بتائے"؛

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: "خدا کی قسم! اس آیت کی تاویل (اولین معنی) ابھی تک سامنے نہیں آئی، مگر بالآخر آکر رہے گی"۔

* (تفسیر نور الثقلین جلد ۵ ص ۳۸۷) *

مجذوبِ فرنگی نے باندازِ فرنگی ⁂ مہدی کے تخیّل سے کیا زندہ وطن کو
اے تو کہ ہے مہدی کے تخیّل سے بھی بیزار ⁂ محروم نہ کر آہوئے مشکیں سے ختن کو
ہو زندہ کفن پوش، تو مردہ اُسے سمجھیں ⁂ یا چاک کریں مردکِ ناداں کے کفن کو

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود ⁂ ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا
(اقبال)

* اہم نوٹ: یاد رہے کہ قرآن مجید کی آیات کے کئی کئی معانی، ظاہر و باطن ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ

www.drhasanrizvi.com

آیاتِ الٰہی کی تہ تک پہنچنا اور اُس کے اوّلین مصداق و معانی کو جاننا پیغمبرِ خداؐ اور اوصیاءِ پیغمبرؑ کے سوا کسی کے لیے ممکن نہیں۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست ٭ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اسی لیے آیاتِ قرآنی کے اوّلین معانی اور مصادیق ہمیں خدا کے رسولؐ اور آپؐ کے حقیقی ورثاء ائمہؑ اہلِ بیت علیہم السّلام ہی سے سیکھنے چاہئیں۔

٭ (تفسیر نمونہ) ٭

اسی لیے پیغمبرِ اسلامؐ نے فرمایا تھا: "میں تم میں دو بے حد قیمتی چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں، خدا کی کتاب اور میری عترت (اولاد) اہل بیتؑ۔ جب تک تم ان دونوں سے تعلق جوڑے رہو گے کبھی ہرگز گمراہ نہ ہوگے، اور یہ دونوں کبھی ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر آپہنچیں۔"

٭ (صحیح مسلم شریف) ٭

٭ نیز خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا: قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ
(سورۃ المائدۃ آیت ۱۵ پارہ ۶)

(یقیناً تمہارے پاس اللہ کے پاس سے نور (محمدؐ و آلِ محمدؑ) بھی آچکا ہے، اور واضح و روشن کتاب (قرآن مجید) بھی۔)

معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک ہدایت کے لیے قرآن کافی نہ تھا۔ اسی لیے نورِ محمدؐ و آلِ محمدؑ کو ساتھ بھیجا۔ تاکہ بعد وفاتِ پیغمبرؐ اُن کی آلِ پاکؑ سے قرآن کی تفسیر و تاویل کو سمجھ سکیں۔
قرآن مجید لاوارث نہیں چھوڑ دیا۔ (مؤلف)

- بغیر آلِ نبیؐ لکھ رہے ہیں تفسیریں ٭ کتاب کیسے پڑھی جائے گی چراغ بغیر؟
٭ (قمر جلالوی مرحوم) ٭

www.drhasanrizvi.com

سُوْرَۃُ الْقَلَمِ مَکِّیَّۃٌ ۶۸

فضیلت اور خصوصیات

جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص سورۃ القلم کو سمجھ کر پڑھتا ہے۔ خداوندِ عالم اُس کو اُن لوگوں کا اجر و ثواب عطا فرماتا ہے جو حسن و اخلاق کے حامل ہیں۔" ★ (تفسیر نور الثقلین جلد ۵) ★

نوٹ: شاید اِس لیے کہ اس سورۃ میں اعلیٰ اخلاق اور علم و حکمت کا دقیق بیان ہے جس سے انسان کا اخلاق بلند اور فکر رسا ہو جاتی ہے۔

جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس بیان سے بھی ثابت ہو گیا کہ تلاوت یعنی قرآن کے پڑھنے کا مطلب بے سمجھے طوطے کی طرح پڑھنا نہیں ہوتا، بلکہ سمجھ کر پڑھنا مراد ہوتا ہے۔ قرآن اُترا ہی سمجھانے کے لیے ہے۔ اگر بے سمجھے پڑھنا مراد ہوتا تو کبھی کسی طرح اخلاق پر اثر نہیں پڑ سکتا تھا۔ ★ (مؤلف) ★

★ فرزندِ رسولِ خدا امام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا: "جو شخص سورۃ نٓ والقلم کو واجب یا مستحب نمازوں میں پڑھے گا خدا اُس کو ہمیشہ کے لیے فقر و فاقے سے امان میں رکھے گا اور جب وہ مرے گا تو اللہ اُس کو فشارِ قبر سے امان دے گا۔ انشاء اللہ"

★ (تفسیر مجمع البیان جلد ۱۰) ★

★ تلاوتِ قرآن سے مراد علم و آگہی کے ساتھ پڑھنا ہوتا ہے تاکہ انسان اُس پر عمل کر سکے۔ بے سمجھے عمل کیسے کر سکتا ہے۔ ★ (تفسیر نمونہ) ★

www.drhasanrizvi.com

آیاتُھا ۵۲ — رُکوعاتُھا ۲

سُورَۃُ القَلَمِ مَکِّیَّۃٌ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض
اور فائدے پہنچانے والا' بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

نٓ وَ الۡقَلَمِ وَ مَا یَسۡطُرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾

نونٓ'، اور قسم ہے قلم کی' اور اُس کی جسے لوگ لکھتے ہیں۔

* نون حروفِ مقطّعات میں سے ہے۔ حروفِ مقطّعات خداوندِ عالم کے راز ہیں۔
اُن کی حقیقت کا علم صرف خداوندِ عالم کو ہے: پھر خداوندِ عالم نے اُس کا علم
صرف اپنے رازدار' اطاعت گزار' اپنے خاص الخاص بندوں کو عطا فرمایا ہے جو اُن حروف کے ذریعہ

www.drhasanrizvi.com

خداوندِ عالم سے جو کچھ بھی طلب کرتے ہیں، وہ انھیں مل جاتا ہے۔

٭ (ضحاک از معالم) ٭

غرض یہ حروف خفیہ Code Words ہیں، جو عام لوگوں کے لیے تو بے معنی ہیں مگر خاص لوگوں مثلاً انبیاء کرامؑ اور ائمۂ اطہار علیہم السّلام کے لیے خدا کے راز ہیں۔

٭ (تفسیر اہلِ بیتؑ) ٭

قلم کی اہمیّت

: قلم بظاہر بہت معمولی سی چیز ہے، مگر خداوندِ عالم نے اِس کی قسم کھائی ہے، اِس لیے کہ قلم سے علوم پھیلتے ہیں، افکار اور تحقیقات کا قافلہ آگے بڑھتا ہے۔ لوگوں کو ہدایات اور تعلیمات ملتی ہیں۔ انسان کو معاشرتی، سیاسی، سماجی اور اقتصادی ترقی ملتی ہے۔ تاریخِ بشر کا دور ہی اُس وقت سے شروع ہوتا ہے جب اِس نے لکھنا شروع کیا

کتنے تعجب کی بات ہے کہ قرآن قلم کی اہمیّت اُس وقت بتا رہا ہے، جب مکّہ جیسے مرکزی شہر میں صرف ۲۰ آدمی لکھنے والے تھے۔ عرب، لکھنے کو اپنی توہین سمجھتے تھے۔ عربوں کا محاورہ تھا کہ "ہم عرب لوگ کاغذ کے سفید چہرے کا منھ کالا نہیں کیا کرتے۔"

ایسے قلم اور علم دشمن ماحول میں خداوندِ عالم کا قلم کی قسم کھا کر اُس کی عظمت کا اعلان کرنا کتنا عجیب ہے، پھر پہلی وحی کا اقراء سے شروع ہونا، پڑھنے کی اہمیّت کو بتاتا ہے پھر رسولؐ کو خداوندِ عالم کا معلّم کہنا، علم و تدریس کی عظمت کو بتاتا ہے۔

٭ (تفسیر نمونہ۔ تفسیر کبیر) ٭

٭ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "نون جنّت میں ایک نہر ہے، جسے خداوندِ کریم نے حکم دیا کہ جم جا اور روشنائی بن جا۔" تو وہ

www.drhasanrizvi.com

روشنائی بن گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے قلم! لکھ۔ پس جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے، قلم نے لوحِ محفوظ پر لکھ دیا۔ پس وہ روشنائی نور کی روشنائی ہے' اور قلم بھی نور کا قلم ہے' اور لوحِ محفوظ بھی نور کی تختی ہے"۔

* (تفسیر صافی بحوالہ معانی الاخبار) *

☆ نیز امام علیہ السلام نے فرمایا کہ: "مادیات میں خداوندِ قدیر نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا پھر حکم دیا کہ "لکھ"۔ قلم نے پوچھا: "کیا لکھوں"؟ فرمایا: "جو کچھ ہو چکا ہے' اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب لکھ ڈال"۔ قلم نے سب لکھ دیا۔"

* (تفسیر قمی) *

☆ نیز امام علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "قرآن میں جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پانچ نام آئے ہیں محمدؐ - احمدؐ - عبداللہؐ - بشیرؐ (ونذیر) - نون

* (الخصال) *

☆ فرزندِ رسولِؐ خدا حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

"نون حضرت رسالتمآبؐ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

اور قلم حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا نام ہے۔

* (تفسیر برہان، انوار النجف) *

"مَا یَسۡطُرُوۡنَ" یعنی: جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں۔ مجاہد تابعی کہتے ہیں کہ قلم سے یہاں مراد (اوّلین معنی میں یہاں) وہ قلم ہے جس سے قرآن یا اُس کے معنی لکھے جائیں۔ اس لیے

مایسطرون "جو لکھا جا رہا ہے" سے مراد قرآن" ہے۔

* (تفسیر کبیر - تفہیم - مودودی) *

www.drhasanrizvi.com

احادیثِ رسولؐ اور قلم کی اہمیت

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمِ " (اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا۔")

★ (تفسیر نور الثقلین جلد ۵ ۔ تفسیر کبیر جلد ۳۰) ★

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " پہلی چیز جس کو خدا نے پیدا کیا ' ایک موتی تھا۔ (جس سے قلم بنا)

★ (تفسیر کبیر) ★

★ نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " پہلی چیز جو خدا نے بنائی وہ عقل تھی۔"

★ (تفسیر کبیر امام رازی) ★

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ:

" علوم کو لکھو اور آنے والوں کے لیے وہ تحریریں چھوڑ جاؤ۔"

★ علماء نے لکھا کہ: " بیان دو قسم کے ہوتے ہیں ایک زبان کا بیان ' دوسرا قلم کا بیان۔ زبان کا بیان وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ کہنگی لاحق ہوتی ہے۔ لیکن قلم کا بیان ہر زمانے میں تازہ بہ تازہ اور باقی رہتا ہے۔"

★ (تفسیر نمونہ) ★

★ علماء نے لکھا کہ: " دین و دنیا کے معاملات کی بنیاد دو چیزوں پر ہے قلم اور تلوار۔ مگر تلوار، قلم کے ماتحت رہتی ہے۔"

★ (تفسیر مجمع البیان) ★

★ ایک شاعر نے لکھا کہ: " جس دن جنگجو اپنی تلواروں کی قسم کھائیں گے اُس دن قلم سے لکھنے والوں کی سربلندی ظاہر ہوگی۔ اس لیے کہ خدا نے تلوار کی نہیں، قلم کی قسم کھائی ہے۔

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " تین آوازیں ہیں کہ تمام حجابوں کو توڑ کر خدا کی بارگاہ

www.drhasanrizvi.com

میں پہنچ جاتی ہیں : (۱) لکھتے وقت علماء کے قلم کی آواز ۔ (۲) میدانِ جہاد میں مجاہدین کے قدموں کی چاپ ۔ (۳) پاکدامن عورتوں کے چرخوں کی آواز (یعنی حلال روزی کمانے والی عورتوں کی سعی)

(انشاب فی الحکم)

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "علماء کے قلم کی روشنائی شہداء کے خون سے افضل ہے۔"

★ (تفسیر کبیر رازی) ★

مَآ اَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ بِمَجۡنُوۡنٍ ۚ ﴿۲﴾ کہ آپ اپنے پالنے والے مالک کے فضل و کرم سے دیوانے نہیں ہیں ۔

اصل بات جس پر قسم کھائی گئی : وہ یہ ہے کہ رسولِ خدا مجنون نہیں ہیں ۔ اس کا ثبوت بھی خود قرآن کا متن ہے کہ جو کاتبانِ وحی کے ہاتھوں لکھا جا رہا ہے ۔

اصل بات یہ تھی کہ عرب والے رسول ص کو قرآن کے اُترنے سے پہلے بہترین آدمی مانتے تھے۔ قرآن نے اُتر کر اُن کے غلط عقائد کی نفی کی ۔ اب کیوں کہ قرآن کا استدلال اِس قدر زبردست تھا کہ عربوں کے لیے اس کا جواب دینا، ناممکن تھا، اِس لیے مجبوراً کہنے لگے کہ رسول م پاگل ہو گئے ہیں ۔" معاذ اللہ "

گویا قرآن کی وجہ سے رسول م کو پاگل کہنے لگے اِسی لیے خداوندِ عالم نے قرآن ہی کو دلیل قرار دیا کہ قرآن کا متن دیکھ لو قرآن کا مدلّل، فصیح و بلیغ کلام از خود بتا دے گا کہ اس کا لانے والا، اسے پڑھنے والا پاگل ہو ہی نہیں سکتا ۔

ایسے بلند پایہ مضامین جن میں زبردست ربط و استدلال ہو، وہ کوئی پاگل آدمی بیان ہی نہیں کر سکتا ۔

★ (تفسیر کبیر، مجمع البیان، انوار النجف، تفہیم) ★

www.drhasanrizvi.com

وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ ③ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپؐ
مَمْنُونٍ ③ کے لیے ایسا اجرِ (عظیم) ہے جو
کبھی ختم ہونے والا نہیں (یا) جس کا احسان آپؐ پر نہیں جتایا جائے گا۔

* معلوم ہوا کہ ہدایت کرنے والے کو لازوال اور بے حساب اجر ملتا ہے۔ اس لیے کہ یہ صدقۂ جاریہ ہے (ایسی نیکی ہے جو مرنے کے بعد بھی لوگوں کو فیض پہنچاتی رہتی ہے۔)

* فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

"تین چیزیں آدمی کو مرنے کے بعد بھی فائدے پہنچاتی ہیں' اس لیے وہ صدقۂ جاریہ ہیں۔

(۱) ایسا کوئی کام جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا رہے۔ جیسے کنواں۔ (ہسپتال وغیرہ)
جب تک لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچتا رہے گا' عمل کرنے والے کو ثواب ملتا رہے گا۔

(۲) علمی اثر۔ یعنی کوئی کتاب یا درس دینا۔ جب تک کتاب یا درس کے اثرات باقی رہیں گے ثواب ملتا رہے گا۔

(۳) ولدِ صالح" نیک اولاد": جب تک نیک اولاد اعمالِ صالح بجالاتے رہیں گے والدین کو اس کا ثواب ملتا رہے گا۔" * (الحدیث) *

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ ④ اور بلاشبہ آپؐ اخلاق
عَظِيمٍ ④ کے بہت بڑے درجے پر فائز ہیں۔

* فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "خلقِ عظیم" کے معنی ہیں: "دینِ عظیم" (تفسیر معانی الاخبار قمی)

www.drhasanrizvi.com

گویا پورا دین خلق و اخلاق کی تربیت کے سوا کچھ نہیں۔ (مؤلف)

؎ اصل مذہب احترامِ آدمی است

فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ پاک کو ادب کی تعلیم دی، اِس طرح کہ آپؐ کو بہترینِ ادب سکھایا، جب ادب کی تعلیم مکمل ہو چکی، تب اللہ جلّ شانہٗ نے ارشاد فرمایا: "اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" اے رسولؐ! یقیناً آپؐ اخلاقِ عظیم کے مالک ہیں۔

★ (کافی) ★

★ اخلاق کا لفظ خُلق سے بنا ہے۔ اُردو میں اِس کے معنی خوشامد کرنا بن گیا ہے جو عربی ادب کے اعتبار سے بالکل غلط ہے۔

عربی میں خَلق کے معنی: ظاہری خلقت کے ہوتے ہیں، اور خُلق کے معنی باطنی کیفیتوں اور درستگی کے ہوتے ہیں۔ اِس لئے خداوندِ عالم کا جنابِ رسولِ خداؐ کو "خُلقِ عظیم کا مالک" فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ زندگی کے ہر شعبۂ باطنی میں کیفیتوں کے اعتبار سے نہایت ہی بلند نقطۂ اخلاق پر فائز ہیں۔

★ (فصل الخطاب، مفرداتِ امام راغب) ★

★ حضرتِ امام علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام سے کسی نے جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کی عظمت کو دریافت کیا، تو آپؑ کانپنے لگے۔ آپؑ نے سوال کرنے والے سے دریافت فرمایا کہ: "تم اللہ تعالیٰ کی دنیوی نعمتوں کو بیان کرو۔"

اُس نے عرض کی: "یہ تو ممکن ہی نہیں۔" (سورۃ النساء آیت)

آپؑ نے فرمایا: "اللہ نے دنیا کی نعمتوں کو "مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ" فرمایا ہے جبکہ رسولؐ کے اخلاق کو عظیم

www.drhasanrizvi.com

فرمایا ہے۔ جب تم قلیل کو شمار نہیں کر سکتے تو میں جسے خدا عظیم فرمائے اُس کی عظمت کو کیسے بیان کر سکتا ہوں؟"

جنابِ رسولِ خداؐ کا اخلاق:۔

(۱) آپؐ کا اخلاق اتنا بلند تھا کہ دشمنوں کی لاکھوں اذیتوں کو برداشت کیا، مگر کبھی بددعا نہ کی۔ طائف والوں نے اس قدر پتھر مارے کہ آپؐ پتھروں میں چھپ گئے۔ رات کو جبرئیل نے ہاتھ پکڑ کر پتھروں سے نکالا۔ اور بددعا کی درخواست کی تو آپؐ نے ہاتھ اُٹھا کر فرمایا: "اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ" "مالک! میری قوم کو ہدایت عطا فرما کہ وہ مجھے پہچانتے نہیں۔"

(۲) جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کی دوسری مثال یہ ہے کہ جب آں حضرتؐ کی شریکِ حیات حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ رسولِ خداؐ کا اخلاق کیسا تھا؟ تو انھوں نے فرمایا: "كَانَ خُلُقُهُ قُرْاٰنُ" "آں حضرتؐ کا اخلاق قرآن تھا۔"

* (امام احمد، مسلم، ابوداؤد، ابنِ ماجہ، دارمی، ابنِ جریر) *

معلوم ہوا کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف قرآن کی تعلیم ہی نہیں پیش کی تھی بلکہ آپؐ کا کردار قرآن مجید کا مکمل مجسمہ تھا۔ یہ فرق ہے انبیاء کرامؑ اور دوسرے فلاسفہ میں کہ وہ صرف اخلاق کی تصویریں پیش کرتے ہیں، مگر انبیاء کرامؑ اس پر مکمل عمل کر کے بھی دکھاتے ہیں۔ اسی لیے انبیاء کرامؑ کی تعلیمات عملاً پھیلتی ہیں اور لوگ اُن پر عمل کرتے ہیں۔

(۳) ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی خادم کو نہ مارا، نہ ڈانٹا، کبھی کسی عورت پر ہاتھ نہ اٹھایا، جہاد فی سبیل اللہ کے سوا آپؐ نے کسی سے جنگ کی اپنی ذات کے لیے کبھی کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی، نہ کبھی کسی سے انتقام لیا۔ آپؐ کا طریقہ کار یہ تھا کہ جب

www.drhasanrizvi.com

دو کاموں میں سے کسی ایک کام کا آپؐ کو انتخاب کرنا ہوتا تھا تو آپؐ آسان تر کام کو پسند فرماتے تھے، سوا اس کے کہ وہ گناہ ہو۔ اگر کوئی کام گناہ کا ہوتا تھا تو آپؐ سب سے زیادہ اُس سے دور رہتے تھے۔

* (مسند احمد بن حنبل) *

۞ حضرت انس فرماتے ہیں کہ: "میں نے دس سال رسولِ خداؐ کی خدمت کی۔ آپؐ نے کبھی میری کسی بات پر اُف تک نہ کی، کبھی مجھ سے یہ نہ کہا کہ تو نے یہ کیوں کیا، اور نہ کبھی کسی کام پر یہ فرمایا کہ تو نے یہ کیوں نہ کیا؟

* (بخاری، مسلم) *

۞ حضرت امام علیؑ ابنِ ابی طالبؑ نے اخلاقِ رسولِ اکرمؐ کے بارے میں فرمایا:

(۱) کوئی شخص جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر مایوس اور ناامید واپس نہ ہوتا تھا۔

(۲) تین چیزوں کو آپؐ نے اپنے سے بالکل الگ کر دیا تھا۔ جھگڑنا، زیادہ باتیں کرنا، اور ایسے کسی کام میں دخل دینا جس سے آپؐ کا تعلق نہ ہو۔

(۳) تین چیزوں کو آپؐ نے لوگوں کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ اوّل یہ کہ آپؐ کسی کی مذمت نہیں کرتے تھے دوسرے یہ کہ کسی کو برا بھلا نہیں کہتے تھے اور تیسرے یہ کہ لوگوں کے چھپے ہوئے عیوب کی جستجو نہیں کرتے تھے

(۴) آپؐ صرف اُن موضوعات پر بات کرتے تھے جن پر بولنا ثواب ہے۔

(۵) بات اتنی مؤثر انداز سے فرماتے کہ لوگ سننے پر مجبور ہو جاتے، اور اپنی جگہ سے ہلتے تک نہ تھے۔

(۶) لوگ آپؐ کے پاس جھگڑے نہیں کر سکتے تھے۔

(۷) جب کوئی اجنبی آدمی سختی سے کلام کرتا، تو آپؐ تحمّل اور برداشت سے کام لیتے۔

(۸) آپؐ اکثر اپنے اصحاب سے فرماتے کہ جب کسی کو حاجتمند دیکھو تو اُس کی حاجت پوری کرو۔

(۹) آپؐ کبھی کسی کی بات نہیں کاٹتے تھے، اُس کی پوری بات سنتے تھے۔

* (ملخص از معانی الاخبار) *

www.drhasanrizvi.com

★ اخلاق کی تربیت حضورؐ کے نزدیک اتنی اہم تھی کہ آپؐ نے فرمایا:

" اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ "

(میں اخلاق کے فضائل کی تکمیل ہی کے لیے بھیجا گیا ہوں .)

★ (تفسیر مجمع البیان ، تفسیر کبیر) ★

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

" مومن اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے اُس شخص کے درجات حاصل کر لیتا ہے جو رات بھر عبادت کے لیے کھڑا رہتا ہے، اور دن بھر روزے رکھتا ہے ."

★ (تفسیر مجمع البیان) ★

★ نیز آں حضرتؐ نے فرمایا: " عمل کے تولنے والی ترازو (میزانِ عمل) میں کوئی چیز قیامت کے دن اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی نہیں ہوگی ."

★ (تفسیر مجمع البیان) ★

★ نیز ارشاد فرمایا : " تم سب میں خدا کے ہاں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے، جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں . اچھے اخلاق والے وہ ہوتے ہیں جو جھک کر ادب سے ملتے ہیں، خود کو ادنیٰ سمجھتے ہیں، دوسروں سے محبت کے ساتھ ملتے ہیں .

تم میں خدا کو سب سے زیادہ ناپسند وہ لوگ ہیں جو ایک دوسرے کی چغلیاں کھاتے ہیں اور بھائیوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیتے ہیں، اور نیک لوگوں کی غلطیاں تلاش کرتے رہتے ہیں ."

★ (تفسیر مجمع البیان) ★

★ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: " جو چیز سب سے زیادہ لوگوں کو جنت میں داخل کرے گی (۱) تقویٰ (یعنی برائیوں سے بچنا اور فرائض الٰہیہ کو ادا کرنا) اور (۲) اچھے اخلاق ، ہیں ."

★ (سفینۃ البحار جلد ۱ - وسائل الشیعہ جلد ۸ ، تفسیر قرطبی جلد ۱۸) ★

www.drhasanrizvi.com

★ فرزندِ رسولِ خدا امام حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
"مومنین میں اُس کا ایمان سب سے بہتر اور کامل ہے جس کے اخلاق سب سے زیادہ بہتر اور کامل ہیں۔"

★ (روح المعانی) ★

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
"تمھارے لئے لازم ہے کہ تم اچھے اچھے اخلاق اختیار کرو کیوں کہ اچھے اخلاق والا آدمی آخر کار جنّتی ہوگا، اور بُرے اخلاق سے بچو، کیوں کہ بُرے اخلاق والا جہنمی ہے۔"

★ (وسائل الشیعہ جلد ۸) ★

★ نیز امام علیہ السلام سے یہ بھی روایت ہے کہ: "مومن کے اندر کم سے کم تین صفتیں ضرور ہونی چاہئیں۔ (۱) دوسروں کے راز کا چھپانا، کہ یہ خداوندِ عالم کی صفت ہے۔ (اللہ کا کلمہ پڑھنے والا کم سے کم اللہ کی ایک صفت تو اپنے اندر پیدا کرے)
(۲) حُسنِ اخلاق، کہ یہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمایاں صفت ہے۔ (نبیؐ کا کلمہ پڑھنے والا کم سے کم اپنے نبیؐ کی سب سے نمایاں صفت تو اپنے اندر پیدا کرے)
(۳) مصائب پر صبر۔ کہ یہ ائمۂ اہلبیتؑ کی سب سے نمایاں صفت ہے (آلِ محمدؐ سے دوستی اور محبت کا دعویدار کم سے کم آلِ محمدؐ کی ایک نمایاں صفت تو اپنے اندر پیدا کرے)

★ (تحف العقول۔ مؤلف) ★

حاصلِ کلام یہ ہوا کہ (۱) حُسنِ اخلاق جزو ایمان کا معیار ہے (۲) تکمیلِ انسانی کا راز ہے (۳) رضائے الٰہی حاصل کرنے کا وسیلہ ہے (۴) دن رات عبادتیں کرنے کے برابر ہے (۵) اور انسان کی بہترین صفت ہے۔

★ (تفسیرِ نمونہ) ★

www.drhasanrizvi.com

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ﴿۵﴾ بہت جلد آپؐ بھی دیکھ لیجیئے گا

اور اُنھیں بھی دکھا دیا جائے گا۔

بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُونُ ﴿۶﴾ کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے؟

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ ﴿۷﴾ حقیقتاً آپؐ کا پالنے والا مالک

بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهٖ خوب اچھی طرح سے جانتا ہے کہ

وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۷﴾ کون اُس کے راستے سے ہٹا ہوا ہے

اور وہی خدا اُن لوگوں کو بھی خوب اچھی طرح سے جانتا ہے جو

سیدھے راستے پر ہیں۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ ﴿۸﴾ لہٰذا آپؐ ابدی حقیقتوں کو

جھٹلانے والوں کا کہنا نہ مانیئے گا،

وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ ﴿۹﴾ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ آپؐ

فَيُدْهِنُونَ ﴿۹﴾ (دین کے اصولوں کے بارے میں) کچھ رُو رعایت

اور سستی سے کام لیں اور کچھ رُو رعایت سے وہ بھی کام لیں۔

www.drhasanrizvi.com

شانِ نزول آیت ۸ تا ۲۱

یہ آیات اُس وقت اُتریں جب مکّے کے سرداروں نے حضورِ اکرمؐ سے عرض کی کہ آپؐ اپنا پیغام چھوڑ کر بزرگوں کے دین یعنی شرک، بُت پرستی اور رسومِ جاہلیّت کو قبول فرمائیں۔" خداوندِ عالم نے اِن آیات کے ذریعے رسولؐ کو اُن کی بات ماننے سے انکار کرنے کا حکم دیا۔

* (تفسیر کبیر امام رازی جلد ۳۰، تفسیر مراغی جلد ۲۹) *

* ولید بن مغیرہ جو مشرکوں کا بڑا سردار تھا، نے بہت سارا مال جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کہ اگر آپؐ اِسلام سے پھر جائیں تو یہ سارا مال حاضر ہے۔

* (تفسیر کبیر) *

* "یُدْهِنُوْنَ" مداھنہ کے مادّہ سے ہے جس کی اصل دھن ہے۔ یعنی تیل۔ جس کے دوسرے معنی مسکا لگانا، خوشامد کرنا، جھکاؤ، اور نرمی کے ہیں۔

یہاں، جھکاؤ، بلکہ منافقانہ جھکاؤ اور نرمی مراد ہے۔

* (مفردات امام راغب، تفسیر نمونہ) *

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ﴿۱۰﴾ لیکن، آپؐ کسی بہت زیادہ قسموں پر قسمیں کھانے والے ذلیل شخص کا کہنا نہ مانیئے گا۔

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ﴿۱۱﴾ جو طعنے دیتا ہے اور چغلیاں کھانے کے لیے بھاگ دوڑ کرتا ہے۔

www.drhasanrizvi.com

مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ ⑫ بھلائی اور خیر خیرات سے روکتا ہے،

اَثِيْمٍ ۙ ⑫ اور گناہ اور ظلم اور زیادتی میں حد سے گذر جانے والا ہے۔

عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۙ ⑬ پھر اس کے بعد بد اصل بھی ہے۔

اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ۭ ⑭ اور یہ سب کچھ اس بِرتے پر کرتا ہے کہ وہ بہت مال اور اولاد رکھتا ہے۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا ⑮ جب اُس کو ہماری آیتیں، باتیں

قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ⑮ اور دلیلیں سُنائی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو پرانے لوگوں کی کہانیاں ہیں

سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ⑯ بہت جلد ہم اُس کی سونڈ پر داغ لگا دیں گے۔

★ آیت ⑪ : ھَمَّازٍ : طعنے دینے والے۔ جو اپنے طنز و طعنوں سے لوگوں کے دل دکھاتے ہیں۔

www.drhasanrizvi.com

آیت ۱۲ : " اَثِیْمٍ " بہت زیادہ گناہ کرنے والے کو کہتے ہیں۔ (ابنِ کثیر۔ معالم)

★ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : " کیا میں تمھیں شریرترین (بدترین) لوگوں کے بارے میں بتا دوں ؟ سنو بدترین لوگ وہ ہوتے ہیں جو چغلخوریاں کرکر کے دوستوں کے درمیان جدائی ڈالتے ہیں۔ پاک صاف لوگوں کے عیب فاش کرتے رہتے ہیں۔ "

★ (اصولِ کافی جلد ۲) ★

★ گویا یہ مکھی فطرت لوگ ہوتے ہیں جو پورے جسم کے صرف اُس حصّے پر بیٹھتی ہے جو سب سے زیادہ گندہ اور غلیظ ہوتا ہے۔ یہ اپنے عیب تلاش کرنے کی بجائے نیک لوگوں کے عیب تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اگر عیب تلاش کرنے کا شوق ہو، تو انسان کو اپنے عیب تلاش کرکے اپنی اصلاح کرکے اعلیٰ مراتب حاصل کرنے میں پوری پوری کوشش کرنی چاہیئے۔

★ (تفسیر نمونہ) ★

★ نیز جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے : " تم میں سے کوئی شخص میرے اصحاب میں سے کسی کے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کرے جو مجھے اُس سے بدظن کردے، کیوں کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ سب سے پاک و پاکیزہ دل کے ساتھ ملاکروں۔ "

★ (سنن ابوداؤد، صحیح ترمذی، فی ظلال القرآن جلد ۸) ★

آیت ۱۲ : " مَنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ " " خیر " کے عربی میں معنی " مال " اور بھلائی کے ہوتے ہیں۔ ...... مطلب یہ ہے کہ وہ انسان سخت بخیل ہے جو کسی کو کوڑی دینے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اور اگر " خیر " کے معنی بھلائی کے لیے جائیں، تو اُس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسا آدمی ہے کہ ہر اچھے کام میں رکاوٹ بنتا ہے، خاص کر حق کی تبلیغ میں۔

★ (مفردات امام راغب۔ تفسیر کبیر۔ تفہیم) ★

www.drhasanrizvi.com

آیت ۱۳ : " عُتُلّ " عربی میں ایسے شخص کو کہتے ہیں جو خوب ہٹا کٹا ہو۔ ہر چیز کو اپنی طرف کھینچتا ہو، بہت کھاتا پیتا ہو، مگر ساتھ ساتھ سخت بداخلاق، بدکردار، جھگڑالو، ظالم اور سفاک اور دوسروں کو محروم کرنے والا ہو۔

* (مفردات امام راغب، لغات القرآن نعمانی، تفسیر کبیر، مجمع البیان) *

قرآن نے کسی کا نام نہیں لیا۔ معلوم ہوا کہ جس میں بھی یہ صفات ہوں گی وہ اس بات کا مصداق ہوگا، اور یہ کہ جس کے یہ اوصاف بیان کیے گئے ہیں، وہ مکّے میں اتنا مشہور تھا کہ سب سمجھ گئے کہ یہ کن حضرت کی تعریف ہو رہی ہے۔

مفسّرین نے لکھا کہ یہ ولید بن مغیرہ، اسود بن عبدیغوث اور اخنس بن شریق تھے۔

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم، مجمع البیان) *

* " زَنِیۡمٍ " اُس کو کہتے ہیں جس کا حسب نسب واضح نہ ہو۔ بدنسل انسان۔

* (مفردات) *

* آیت ۱۴ : کا مطلب یہ ہے کہ کسی آدمی، بدچلن، بداخلاق، اِن صفات کے مالک انسان کی دھونس اس بنا پر قبول نہ کرو کہ وہ دولت مند ہے۔ جو بہت مال و اولاد والا ہونے کی وجہ سے مغرور ہو گیا ہو۔ جب ہماری آیتیں اُس کو سُنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ پچھلے وقتوں کے افسانے ہیں۔

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم) *

* جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : " تین قسم کے لوگ جنّت میں داخل نہ ہوں گے (۱) جوّاظ۔ یعنی ہر وہ شخص جو مال بہت زیادہ جمع کرتا رہتا ہے، اور کنجوس ہوتا ہے۔

(۲) جعظری۔ یعنی۔ سخت مزاج، تندخو۔ ہر کسی سے جھگڑے کرنے والا۔

(۳) عُتُلّ زَنِیۡمٍ۔ یعنی بداخلاق، پیٹ بھر بھر کے کھانے والا، ظالم آدمی۔

* (تفسیر نور الثقلین جلد ۵) *

www.drhasanrizvi.com

آیت ۱۶: "خُرطُومِ" "ناک پر نشان لگانا۔ فرزندِ رسولِ خدا، حضرت امام زین العابدینؑ نے یزیدِ ملعون کے سامنے اپنے خطبے میں فرمایا کہ: "میں اُس کا بیٹا ہوں جس نے مشرکوں کی ناکوں پر ضرب لگائی تھی۔ (یعنی ناک کاٹ ڈالی یا ذلیل و خوار کیا تھا) جو اپنے کو بڑے بڑے طرم خاں بنتے تھے) (بحار الانوار جلد ۴۵)

گویا خداوندِ عالم کا یہ فرمانا: کہ: "ہم ہی اُن کی ناک پر علامت لگائیں گے۔"

حضرت امام علی ابنِ ابی طالبؑ کے ہاتھ سے پورا ہوا۔ اللہ کے کام یداللہ ہی کے ہاتھ سے پورے ہونے بھی چاہئیں۔ (مؤلف)

؎ "ہاتھ ہے اللہ کا، بندۂ مومن کا ہاتھ" (اقبال)

★ "الخُرطُومِ" یعنی: ناک: قیامت کے روز اُس کی ناک پر ایسا نشان ہو گا کہ اُس سب لوگ اُس کو پہچان لیں گے کہ پیغمبر اکرمؐ کا دشمن ہے۔ اور مروی ہے کہ جنگِ بدر میں اُس کی ناک پر تلوار کا زخم لگا تھا۔ اور قمی سے منقول ہے کہ زمانِ رجعت میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام اپنے دشمنوں کے چہروں پر نشان لگائیں گے، جس سے وہ دور ہی سے پہچانے جا سکیں گے۔

★ (تفسیر انوار النجف) ★

★ غرض اِن آیات میں خداوندِ عالم نے بدترین صفات سرداروں، وڈیروں، مکاروں کے بُرے صفات و اخلاق کی ایسی تصویر کشی فرمائی ہے کہ پورے قرآن میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے رسولؐ کے مخالفین کسقدر گھٹیا، جھوٹے، پست اخلاق کے لوگ، عیب جو، چغلخور، حد سے آگے بڑھنے والے، گنہگار، بے اصل لوگ تھے، جو صرف اپنے ذاتی مفادات کی وجہ سے رسولِ اکرمؐ کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔ ★ (تفسیر نمونہ) ★

www.drhasanrizvi.com

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ ﴿۱۷﴾ ہم نے ان مشرکین مکّہ کا اُسی
اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا طرح امتحان لیا ہے جس طرح ایک
لَیَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِیْنَ ﴿۱۷﴾ خاص باغ والوں کا امتحان لیا تھا
جب اُنھوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ صبح ہوتے ہوتے ضرور اپنے باغ کے پھل توڑلیں گے

"لَیَصْرِمُنَّهَا" کھجور کے پھل اُتارنے کو صرام کہا جاتا ہے۔ اور گندم کی فصل کاٹنے کو حصاد کہا جاتا ہے۔

وَلَا یَسْتَثْنُوْنَ ﴿۱۸﴾ ﴿۱۸﴾ اور وہ اِس سلسلے میں کوئی استثناء
یا قید بھی نہیں لگا رہے تھے۔

فَطَافَ عَلَیْهَا طَآئِفٌ ﴿۱۹﴾ رات کو وہ سوئے پڑے تھے کہ تمھارے
مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۱۹﴾ مالک کی طرف سے ایک بلا اُس باغ پر
پھر گئی۔ (چکّر لگا گئی)

فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِیْمِ ﴿۲۰﴾ تو وہ باغ کٹی ہوئی فصل جیسا
(گنجا) ہوگیا۔

آیت ۱۹: "طوف" کے معنی کسی چیز کے گرد گھومنے کے ہوتے ہیں۔ اِس لیے جو شخص رات

www.drhasanrizvi.com

کو گھروں کے گرد گھوم گھوم کر گھروں کی حفاظت کرتا ہے اُس کو طائف (چوکیدار) کہتے ہیں۔

★ اصل میں یہ اُس عذاب کا ذکر ہے جو اُن کے باغ پر آیا تھا۔ ★ (لغات نعمانی جلد ۴)

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ ادھر صبح سویرے اُن لوگوں نے ایک دوسرے کو پکارا (بلایا)

اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ ﴿۲۲﴾ کہ چلو اپنی کھیتی (باغ) کی طرف

اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ اگر تمھیں اُس کے پھل توڑنے ہیں۔

فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿۲۳﴾ تو وہ چل پڑے، اور وہ آپس میں چپکے چپکے کہہ رہے تھے۔

اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ ﴿۲۴﴾ کہ دیکھنا خبردار، آج کوئی

عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿۲۴﴾ غریب فقیر تمھارے پاس باغ میں نہ آنے پائے۔

وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ غرض کنجوسی تلے دبے ہوئے دیا، کسی فقیر کو کچھ نہ دینے کا فیصلہ کیے ہوئے

www.drhasanrizvi.com

صبح سویرے جلدی جلدی اِس اطمینان کے ساتھ اپنے باغ میں گئے جیسے کہ وہ (اپنے پھل توڑنے پر) پوری قدرت رکھتے ہیں۔

فَلَمَّا رَاَوۡهَا قَالُوۡۤا اِنَّا لَضَآلُّوۡنَ ۲۶ مگر جب اُنھوں نے باغ کو دیکھا تو کہنے لگے: "ارے ہم یقیناً راستہ بھٹک کر کہیں اور پہنچ گئے ہیں

بَلۡ نَحۡنُ مَحۡرُوۡمُوۡنَ ۲۷ (نہیں) بلکہ ہم ناکام و نامراد رہ گئے ہیں"۔

یہ ایک مومن کے باغ کا قصہ ہے	قصہ یہ ہے کہ ایک کھجوروں کا باغ بوڑھے

مردِ مومن کی ملکیت میں تھا۔ وہ اپنی ضرورت بھر لے کر باقی ساری پیداوار غربا و فقرا میں تقسیم کر دیا کرتا تھا۔ جب وہ مر گیا تو اُس کے بیٹوں نے آپس میں یہ فیصلہ کیا کہ اب ہم کسی حاجتمند کو اس باغ کی پیداوار میں سے ایک دانہ بھی نہ دیں گے۔ ہم خود ہی اس کی پیداوار کے زیادہ مستحق ہیں لہٰذا کل صبح سویرے ہی ہم پھلوں کو توڑ لیں گے، تاکہ فقرا و مساکین کو خبر ہی نہ ہو سکے اور سارے کے سارے پھل توڑ کر لے آئیں گے۔

اُنھوں نے یہ ارادہ اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے نہیں کیا تھا بلکہ اپنی کنجوسی، خدا سے غفلت اور آخرت پر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے کیا تھا، ورنہ انسان کو اپنی پیداوار یا آمدنی میں سے کچھ نہ کچھ حاجتمندوں کے لیے

www.drhasanrizvi.com

ضرور رکھنا چاہیے۔

بعض مفسرین نے لکھا کہ مستثنیٰ نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے صبح سویرے پھل توڑنے کا فیصلہ محتاجوں کو محروم رکھنے کے لیے کیا اور وہ یہ سمجھے کہ وہ یہ سب کام خود اپنی طاقت کے بل بوتے پر کرلیں گے، اِس لیے انھوں نے انشاء اللہ تک کہنا گوارا نہ کیا۔ کہ اگر اللہ نے چاہا تو ہم ایسا کریں گے۔

انجام یہ ہوا کہ اللہ نے اُن کے ہرے بھرے پھلدار باغ پر بجلی گرادی اور باغ جل کر سیاہ ہوگیا اور راکھ کے سوا کچھ باقی نہ رہا۔ طائف سے مراد بلا ہوتی ہے جو اچانک رات کو نمودار ہو۔ اور صریم کے معنی سیاہ راکھ۔

جب یہ احمق صبح سویرے باغ کے پھل توڑنے جارہے تھے تو آپس میں بہت آہستہ آہستہ باتیں کررہے تھے تاکہ کہیں کوئی اُن کی آواز سن کر کچھ پھل مانگنے نہ آجائے۔ اب جو باغ کو جاکر دیکھا تو وہاں راکھ کے سوا کچھ نہ تھا۔ (تفسیر نمونہ)

پہلے تو اُن کو یقین نہ آیا کہ یہ ہمارا وہی باغ ہے جو کل تک پھلوں سے لدا ہوا تھا۔ بولے کہ شاید ہم اندھیرے میں راستہ بھول گئے۔ لیکن بعد میں انھیں احساس ہوا کہ یہ فقراء و مساکین کے محروم کرنے کی نیّتِ فاسدہ کا عذاب ہمارے باغ کی فصل کی تباہی کا باعث ہوا۔

(تفسیر انوار النجف)

تعلیم یا سبق :

* اسلامی تعلیمات میں ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب پھل توڑو تو اللہ کا حق دو یعنی فقراء حاضر ہونے والوں کو بھی اُس میں سے ایک حصہ دو۔ سورۃ الانعام میں فرمایا: وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ " یعنی: اور اُن کی فصل کی کٹائی کے دن اُس کا " اللہ کا " حق دیدو"۔ (سورۃ الانعام آیت ۱۴۱ پارہ ۸)

* اس کو حق الحصاد" فصل توڑنے کاٹنے کا حق کہتے ہیں جو زکوٰۃ کے علاوہ ہے اُس کی حد مقرر نہیں ہے۔

(سنن بیہقی)

www.drhasanrizvi.com

اسباق (۱) محروموں، محتاجوں کو اُن کے حق سے محروم رکھنے والے دنیا میں ہی تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ کبھی یہ بجلیاں معاشرے میں انقلابوں کی وجہ سے گرتی ہیں، کبھی جنگوں اور آسمانی بلاؤں کی صورت میں وارد ہوتی ہیں۔ * (مؤلف) *

(۲) ظلم اور گناہ سے روزی کی کمی اور تنگی کا تعلق ہوتا ہے۔

فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ "مَنْ حَسُنَ نِیَّتُهٗ زَادَ رِزْقُهٗ" یعنی: "جو اچھی نیت رکھتا ہے، اُس کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔"

* (تحف العقول) *

* فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "کبھی کبھی انسان گناہ کرتا ہے تو اُس کی روزی کاٹ دی جاتی ہے۔" اِس کے بعد امامؑ نے یہی آیات پڑھیں۔

* (تفسیر نور الثقلین جلد۵) *

قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ ﴿۲۸﴾ اُن میں سے جو سب سے اچھا تھا وہ کہنے اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾ لگا کہ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم اللہ کو یاد کیوں نہیں کرتے؟

قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ﴿۲۹﴾ تب اُنھوں نے کہا، پاک ہے ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ہمارا پالنے والا مالک، واقعی ہم ظالم اور گناہ گار ہیں۔

www.drhasanrizvi.com

آیت ۲۸ میں لفظ اَوۡسَطُهُمۡ " کے معنی " اُن کا سب سے اچھا آدمی " بولا ۔ سب سے افضل و بہتر آدمی

٭ (معالم ۔ ابنِ کثیر بقول عکرمہ ، تفسیر صافی) ٭

٭ غرض بتایا جارہا ہے کہ یہ سب سے چھوٹا تھا جس نے اپنے بڑے بھائیوں کو کافی سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ تمہارا رویّہ غلط ہے ، غریبوں کو محروم نہ کرو ، اور نہ اتنے اتراؤ کہ جو چاہو کہو ۔ اللہ کی مرضی کو بھی پیشِ نظر رکھو ۔ مگر بڑے بھائی نہ مانے اور تکبّر میں آگئے ، مگر جب پوری طرح تباہ ہوگیا ، تو لگے ایک دوسرے پر الزام لگانے اور ہائے وائے مچانے ۔

٭ (فصل الخطاب) ٭

فَاَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ يَّتَلَاوَمُوۡنَ ﴿۳۰﴾ پھر اُن میں سے ہر ایک ، ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہنے لگا ۔

قَالُوۡا يٰوَيۡلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِيۡنَ ﴿۳۱﴾ کہنے لگے وائے ہو ہم پر (یا) افسوس ہمارے حال پر ، بیشک ہم سرکش ہوگئے تھے ۔

عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنۡ يُّبۡدِلَـنَا خَيۡرًا مِّنۡهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوۡنَ ﴿۳۲﴾ ممکن ہے کہ اب ہمیں ہمارا پالنے والا مالک اس (تباہ باغ) کے بدلے اس سے بہتر (کوئی باغ) عطا فرمائے

www.drhasanrizvi.com

(کیوں کہ) حقیقتاً اب ہم اپنے پالنے والے مالک کی طرف رُجوع کرکے اُسی سے لَو لگائے ہوئے ہیں۔ ۳۲

★ بدلہ دنیا میں بھی مل سکتا ہے مگر آخرت میں ملنا لازمی ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نیکیوں کا بدلہ دنیا میں بھی ملے اور آخرت میں بھی۔ البتّہ گناہوں کی سزا اگر دنیا میں مل گئی تو پھر آخرت میں نہ ملے گی۔

★ ابنِ مسعود نے کہا کہ اُنھیں دنیا میں ہی ایک اچھا باغ مل گیا تھا۔

★ (مدارک) ★

★ ابنِ عبّاس نے کہا کہ یہ باغ یمن میں تھا۔ (معالم) یہ باغ حبشہ میں تھا (ابن کثیر، ابن جریر)

★ قصّے کا ماحصل یہ ہے کہ اہلِ غفلت ہمیشہ اپنی چالاکیوں، مکّاریوں، بدمعاشیوں پر مطمئن اور بھروسہ کیے رہتے ہیں اور اس طرح غریبوں کا حق مارتے رہتے ہیں۔ مگر بُرے کام کا بُرا انجام ہوتا ہے۔

★ (تفسیر ماجدی) ★

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ ۳۳ غرض خدا کی سزا اس طرح کی
الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا ہوا کرتی ہے، اور بلاشبہ آخرت کی (وقف لازم)
يَعْلَمُوْنَ ۳۳ سزا اس سے بہت زیادہ بڑی ہے، (ع ۳۴ ۲)
کاش یہ لوگ اس کو جان لیتے۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۳۴ حقیقت یہ ہے کہ بُرائیوں سے بچ کر

www.drhasanrizvi.com

جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۳۴﴾ فرائضِ الٰہیہ کے ادا کرنے والے "متقین" کے لیے اُن کے پالنے والے مالک کے ہاں نعمت بھرے جنّت کے گھنے اور سرسبز و شاداب باغات ہیں۔

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ کیا ہم اطاعت کرنے والوں کو كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ مجرموں، اور گناہگاروں جیسا کردیں۔

آیت ۳۵: مکہ کے بڑے بڑے سردار مسلمانوں سے کہتے تھے کہ ہمیں جو یہ نعمتیں دنیا میں مل رہی ہیں، یہ اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ خدا ہمیں پسند کرتا ہے، اور تمھاری بدحالی اس بات کا ثبوت ہے کہ خدا تم سے ناراض ہے۔ اس لیے اگر آخرت ہوئی بھی، تب بھی ہم وہاں بھی مزے اُڑائیں گے اس لیے کہ وہاں بھی خدا ہمیں اسی طرح نوازے گا کیوں کہ وہ ہمیں پسند کرتا ہے، اور تم پر وہاں بھی عذاب الٰہی نازل ہوگا کیوں کہ خدا تم کو پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ اس آیت ۳۵ میں۔ اور آیت ۳۶ میں اُن کو جواب دیا جارہا ہے کہ تمھاری یہ بات عقل کے خلاف ہے۔ کیوں کہ خدا عادل اور حکیم ہے۔ وہ ہر عیب سے پاک ہے۔ وہ بھلا یہ بات کیسے کرسکتا ہے کہ مجرموں اور فرماں برداروں میں کوئی فرق نہ کرے۔ کیا خداوندِ عالم "معاذاللہ" کوئی اندھا راجہ ہے کہ جو آخرت میں اتنا بھی نہ دیکھے گا کہ کس نے اُس کی اطاعت کی تھی، اور کس نے سرکشی کی زندگی گذاری تھی۔ تم احمق ہو کر صرف دنیوی مادی خوشحالی کو تو دیکھ رہے ہو مگر اپنی بدکرداری اور بدمعاشیوں کو نہیں دیکھ رہے اور اس پر یہ حکم بھی لگا رہے ہو کہ ہماری طرح خدا بھی ہماری بدمعاشیوں، بدکرداریوں کو نہیں دیکھے گا۔ (تفسیر کبیر، تفہیم مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

مَا لَكُمْ ۚ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾ تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسے اُلٹے سُلٹے حکم لگاتے (فیصلے کرتے) ہو

اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ ﴿۳۷﴾ کیا تمھارے پاس کوئی آسمانی

فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ کتاب ہے جس میں تم یہ بات پڑھتے ہو۔

اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾ کہ وہاں تمھارے لیے ضرور وہی کچھ ہے جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو۔؟

اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا ﴿۳۹﴾ کیا تم نے ہم سے کچھ قسمیں لے رکھی

بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ ہیں جو قیامت تک کے لیے ہیں کہ

اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾ تمھیں وہاں وہی کچھ ملے گا جس کا تم حکم لگاؤ گے۔

آیت ۳۶ : احمقوں کے فیصلے ملاحظہ فرمائیں کہ خداوندِ عالم نے فرمایا:

" جب ہم اُسے اپنی طرف سے تکلیف اور پریشانی کے بعد رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں، تو وہ احمق کہتا ہے کہ: " یہ میری اچھائیوں اور مستحق ہونے کی وجہ سے ہوا ہے' اور یہ بھی سمجھتا ہے کہ قیامت

www.drhasanrizvi.com

کبھی برپا نہ ہوگی (یہ مال عمدہ، اولاد ہمیشہ ہمیشہ میرے ہی پاس رہے گا کیونکہ میں ہوں ہی بہت اچھا آدمی) اور اگر بالفرض قیامت آہی گئی، تو جس وقت میں اپنے پالنے والے مالک کے پاس لوٹوں گا، تو میرے لیے خدا کے پاس بہت اچھا اجر اور بڑے اعلیٰ بدلے ہوں گے۔"

یہ احمق دنیا اور آخرت کو اپنے ہی لیے مخصوص سمجھتا ہے، جبکہ اُس نے کوئی نیک کام بھی انجام نہیں دیا۔ مگر اُس کی خود پسندی کی انتہا رہے۔

اسی لیے آخر میں خداوندِ عالم اُس احمق سے پوچھ رہا ہے کہ: "کیا تمھارے پاس اس دعوے کی کوئی نقلی یا عقلی دلیل ہے؟ کیا تمھارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے جس سے تم یہ اُلٹے سُلٹے سبق سیکھتے ہو؟ (مسخ شدہ آسمانی کتاب مراد ہے)

آیت ۳۵: کافر کہتے ہیں کہ ہم جس طرح دنیا میں مزے اُڑا رہے ہیں، اسی طرح آخرت میں بھی مزے اُڑائیں گے اور مسلمان دنیا میں بھی سختیاں جھیلیں گے اور آخرت میں بھی۔

جوابًا کافروں سے کہا جا رہا ہے، "یہ تمھارا احمقانہ فیصلہ ہے جو عقل کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ آخرت تو جزاء وسزا کا عالم ہے؛ پھر بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ نافرمانیاں اور بدمعاشیاں کرنے والے وہاں، جو دارالجزاء ہے، مزے اُڑائیں اور شرافت اور نیکیوں پر سزا دی جائے۔ یہ سب تمھاری اوندھی عقل کے اُلٹے سُلٹے فیصلے ہیں۔

* (فصل الخطاب، تفسیر ماجدی، تفسیر کبیر) *

سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اُن سے پوچھیے کہ اُن میں سے کون اس بات کا ضامن ہے۔ ﴿۴۰﴾

* مطلب یہ ہے کہ تمھارے سب دعوے بے بنیاد ہیں۔ خود پسندی کے سوا کچھ نہیں۔ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

اَمۡ لَهُمۡ شُرَكَآءُ ۚ فَلۡيَاۡتُوۡا ﴿۴۱﴾ یا اُن کے کچھ آدمی ہمارے کام
بِشُرَكَآٮِٕهِمۡ اِنۡ كَانُوۡا میں شریک ہیں؟ تو وہ ہمارے
مع ۱۵ صٰدِقِيۡنَ ﴿۴۱﴾ اُن شریکوں کو لاکر پیش کریں، اگر
وہ سچے ہیں۔

★ کافروں سے اُن کے غلط فیصلوں کی سند اور مأخذ پوچھا جارہا ہے۔ کہ کیا اللہ کی طرف سے تمہارے پاس کوئی آدمی آیا ہے جس سے تم نے یہ عہد لے لیا ہو کہ تم خدا کے قانونِ مکافات اور خدا کی سزاؤں سے مستثنیٰ کردیے گئے ہو؟ کیا تمہارے بنائے ہوئے خدا کے شریکوں نے تم سے ایسے ایسے احمقانہ فیصلے کروائے ہیں؟ کیا تمہارے اُلٹے فیصلوں نے خدا کو اپنا پابند بنالیا ہے؟ اپنے جھوٹے دعووں پر کوئی عقلی یا نقلی دلیل پیش کرو۔ مگر جھوٹ کے پاؤں کہاں؟

★ (فصل الخطاب) ★

يَوۡمَ يُكۡشَفُ عَنۡ سَاقٍ ﴿۴۲﴾ جس دن سخت ترین وقت کا
وَّيُدۡعَوۡنَ اِلَى السُّجُوۡدِ ہنگامہ ہوگا اور لوگوں کو "خدا کے
فَلَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَۙ ﴿۴۲﴾ سامنے" سجدہ کرنے کے لیے بلایا جائے گا
تو وہ سجدہ نہ کرسکیں گے۔

(نوٹ) آخرت میں صرف وہی لوگ خدا کو سجدہ کرسکیں گے جنہوں نے دنیا میں خدا کی اطاعت کی ہوگی۔

www.drhasanrizvi.com

خَاشِعَةً اَبۡصَارُهُمۡ تَرۡهَقُهُمۡ — اُن کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی،
ذِلَّةٌ ؕ وَقَدۡ كَانُوۡا يُدۡعَوۡنَ — اور ذلت اُن پر چھا رہی ہوگی، اُنھیں
اِلَى السُّجُوۡدِ وَهُمۡ — (دنیا میں) جب یہ صحیح سالم تھے" خدا
سٰلِمُوۡنَ ﴿۴۳﴾ — کے سامنے سجدہ کرنے کے لیے بلایا
جاتا تھا (تو وہ انکار کر دیا کرتے تھے یعنی نماز نہ پڑھتے تھے) ﴿۴۳﴾

آیت ۴۲ میں "یُکۡشَفُ عَنۡ سَاقٍ" (پنڈلی کھولنے) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

عربی محاورے میں کشفِ ساق یعنی "پنڈلی کھولنے" کے معنی کسی سخت مشکل وقت آپڑنے کے ہوتے ہیں۔ کیوں کہ سخت مشکل وقت میں انسان پائجامہ کے پائنچے اوپر چڑھا کر بھاگتا ہے جس سے پنڈلیاں کھل جاتی ہیں۔

٭ (مدارک، تفسیر روح المعانی، قاموس، تاج۔ مفردات امام راغب، ابن جریر) ٭

٭ "یَوۡمَ یُکۡشَفُ عَنۡ سَاقٍ" یعنی: جس دن پنڈلی کھولی جائے گی۔ یعنی جس دن سختی ظاہر ہوگی۔ عربی میں ایسے سخت موقع پر کہتے ہیں اَلۡتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ یعنی لپٹ گئی پنڈلی پر پنڈلی۔ یعنی شدت پر شدت لپٹ گئی۔ بلاؤں پر بلائیں ٹوٹ پڑیں۔ جب کسی واقعہ کی شدت اور ہولناکی بتانی ہوتی ہے تو پنڈلی کا ذکر کیا جاتا ہے۔

٭ (لغات القرآن نعمانی) ٭

٭ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس دن تمام معاملات کی اصلیت اور حقیقت بالکل اس طرح سے

www.drhasanrizvi.com

کھل جائے گی کہ آنکھیں اُس کو واضح طور پر دیکھ لیں گی ۔ درخت کے تنے کو بھی ساق کہتے ہیں اُس کی چھال اُتر جائے تو لکڑی کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے ۔

* (تفسیر کبیر ۔ مفردات امام راغب ۔ مجمع البیان طبرسیؒ) *

* ابنِ عباس نے فرمایا کہ: کشف ساق سے مراد حقائق پر سے پردہ اُٹھا لیا جانا ہے ۔ مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے دن تمام حقیقتیں بے نقاب ہو جائیں گی اور ہر شخص کا عمل کھل کر سامنے آجائے گا ۔

* (تفسیر ابنِ عباس ۔ تفسیر کبیر) *

ایک اعتراض اور اُس کا جواب : اعتراض کیا جاتا ہے کہ قیامت کے دن شریعت کی پابندیاں ختم ہو چکی ہوں گی ، وقتِ امتحان گذر چکا ہوگا ۔ پھر لوگوں کو سجدہ کرنے کی دعوت کیوں دی جائے گی ۔ ؟ جواب یہ ہے کہ :

* جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : " قیامت کے دن نورِ الٰہی سے حجاب اُٹھا دیا جائے گا ، مومنین نورِ الٰہی کی عظمت (شان بان) کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑیں گے ، مگر (منکروں اور) منافقوں کی پیٹھ اتنی سخت ہو جائے گی کہ وہ سجدہ نہ کر سکیں گے ۔"

* (تفسیر نور الثقلین جلد ۵) *

معلوم ہوا کہ جو لوگ دنیا میں خداوند تعالیٰ کی عظمت کے آگے جھکنے کے عادی تھے وہ وہاں بھی فوراً سجدہ ریز ہو جائیں گے ، لیکن جو دنیا میں عظمتِ الٰہی سے متاثر نہ ہو کر سجدے نہیں کرتے تھے ، وہ وہاں بھی سجدہ نہ کر سکیں گے ۔ البتہ مومنین نورِ الٰہی کی عظمت سجدہ کرنے کی دعوت (تقاضوں) کو پورا کریں گے ۔ اور یہ اُن کے لیے بڑی عزت ، مرتبہ اور معراجِ کمال ہوگی ۔

* (تفسیر نمونہ) *

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ؎ ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات (اقبال)

www.drhasanrizvi.com

فَذَرۡنِیۡ وَمَنۡ یُّکَذِّبُ ﴿۴۴﴾ اب مجھے اور انھیں چھوڑ دو جو
بِہٰذَا الۡحَدِیۡثِ ؕ سَنَسۡتَدۡرِجُہُمۡ اس کلام کو جھٹلاتے ہیں ہم انہیں
مِّنۡ حَیۡثُ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۴﴾ رفتہ رفتہ بتدریج تباہی کی طرف لے
جائیں گے کہ انھیں اس کی خبر بھی نہ
ہو گی۔
وَ اُمۡلِیۡ لَہُمۡ ؕ اِنَّ کَیۡدِیۡ ﴿۴۵﴾ غرض میں انھیں ڈھیل دیر
مَتِیۡنٌ ﴿۴۵﴾ ڈھیل) دوں گا۔ حقیقت یہ ہے
کہ میری چال (تدبیر) بڑی زبردست اور مضبوط ہوتی ہے۔

"فَذَرۡنِیۡ" "پس مجھے چھوڑ دو" مطلب یہ ہے کہ اے رسولؐ! آپؐ کافروں اور حق کے منکروں سے نمٹنے کی فکر نہ فرمائیں، اُن سے نمٹنا میرا کام ہے آپؐ اُن کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں۔

استدراج | یعنی" بے خبری میں آہستہ آہستہ تباہی کی طرف لے جانا" اس طرح ہوتا ہے کہ خداوندِ عالم ظالموں کو دنیا کی نعمتوں سے نوازتا چلا جاتا ہے، صحت، مال، اولاد، دنیا کی کامیابیاں قدم چومتی چلی جاتی ہیں۔ اصل مقصد اتمامِ حجت ہوتا ہے اور سوچنے، سنبھلنے کی مہلت دینا ہوتا ہے۔ مگر وہ احمق سمجھتا ہے کہ مجھ میں ضرور کوئی سرخاب کا پر لگا ہوا ہے کہ خدا مجھے نوازے ہی چلا جا رہا ہے۔ اس طرح اُس کا ظلم اور سرکشی روز بروز بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔

وہ احمق مرتے دم تک یہ نہیں سمجھ پاتا کہ جو نعمتیں اُسے مل رہی ہیں وہ انعاماً نہیں مل رہی ہیں

www.drhasanrizvi.com

بلکہ امتحاناً مل رہی ہیں۔ اُس نے کونسا ایسا اچھا کام کیا ہے جس کے انعام میں اس کو نعمتیں عطا کی جائیں ؟ غرض اُس کی ناسمجھی کی وجہ سے خدا کی نعمتیں اُس کے لیے خدا کا عذاب بن جاتی ہیں۔ ★ (تفہیم ، تفسیر کبیر ، مجمع البیان ، انوار النجف) ★

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ : "کبھی کبھی جب سرکش لوگ گناہ پر گناہ کیے چلے جاتے ہیں، تو خدا اُن کو اور نعمتیں (امتحاناً) دیتا ہے۔ اِس پر وہ (بجائے شکرِ نعمت کے) اور اپنے گناہوں سے غافل ہو جاتے ہیں اور توبہ کرنا بھی بھول جاتے ہیں، یہی اِستدراج ہے۔ یعنی ' تدریجی بلاء' یا درجہ بدرجہ عذاب کی طرف لے جانا۔"
★ (تفسیر مجمع البیان طبرسیؒ) ★

★ گویا خدا کا عذاب اِس طرح بھی آتا ہے کہ گناہوں کے مقابلے پر انھیں مہلت اور نعمت دی جاتی ہے ، وہ اُسے خدا کی مہربانی سمجھنے لگتے ہیں۔ نتیجتاً غفلت ، ظلم ، گناہ ، فسق و فجور میں ڈوبتے چلے جاتے ہیں۔ پھر اچانک خدا کا عذاب اُن کو پکڑ لیتا ہے۔ یہ عذابِ الٰہی کی سب سے خطرناک اور دردناک شکل ہے۔ اچانک ، بندہ کو نعمتوں سے نکال کر عذابوں میں ٹھونس دیا جاتا ہے۔ " الامان ، الحفیظ " (اسی حقیقت کو جناب زینبؑ نے یزید کے سامنے اپنے خطبے میں پیش فرمایا تھا) (مؤلف)
★ (تفسیر نمونہ) ★

استدراج کی پہچان : (۱) ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا :

" میں نے خدا سے مال طلب کیا ، خدا نے مجھے مال عطا فرما دیا۔ پھر میں نے خدا سے اولاد طلب کی ، خدا نے اولاد بخش دی۔ یہ کہیں استدراج تو نہیں ہے" ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا : " اگر خدا کی عطاؤں کے ساتھ ساتھ حمد و شکر (داطاعتِ خدا) ہو، تو پھر یہ استدراج نہیں۔ (بلکہ نعمت ہے) ★ (اصولِ کافی ، تفسیر نور الثقلین جلد ۵)

www.drhasanrizvi.com

(۲) فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:
"جب انسان پر اللہ تعالیٰ کی نعمت آئے اور گناہ کرنے کے بعد توبہ نہ کرے، تو یہی خدا کا قانونِ استدراج ہے۔"
* (تفسیر انوار النجف) *

اصل فلسفہ یہ ہے کہ خداوندِ عالم ظالموں، جابروں اور قوموں پر عذاب میں جلدی نہیں فرماتا کیوں کہ (۱) خدا کو ظالم کے قبضے سے نکل جانے کا خوف نہیں ہوتا۔
(۲) خدا نے دنیا کو امتحان کے لیے بنایا ہے، اور امتحان دینے کے لیے کچھ وقت دینا ضروری ہوتا ہے۔ * (تفسیر نمونہ ۔ تفسیر کبیر) *
(۳) یہ کہ خداوندِ عالم حجت تمام کرنا چاہتا ہے، اگر گناہ یا ظلم کرنے پر فوراً سزا دیدے تو کل روزِ حساب یہ ظالم، جابر، فاسق و فاجر یہ کہیں گے کہ: مالک! آپ نے ہمیں سوچنے، سمجھنے، سنبھلنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ اگر موقع دیا جاتا تو ہم اپنی غلطیوں پر ضرور نادم ہو کر اپنی اصلاح کرلیتے۔ اِس طرح خدا کے عذاب اور دائمی سزا سے بچ نکلنے کی صورت پیدا ہوجاتی، اور حجت تمام بھی ہو پاتی۔ * (مؤلف) *

* نیز امام علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "بہت سے لوگ اِس بات سے دھوکہ کھا جاتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے راضی نہ ہوتا تو اُس پر اپنی دُنیوی نعمتوں کی بارش کیوں کرتا؟ جبکہ خدا فرماتا ہے کہ: میں کافروں کو مہلت پر مہلت اور ڈھیل پر ڈھیل دیتا ہوں۔" میں فوری طور پر گناہوں پر سزا نہیں دیتا کیوں کہ جلد بازی وہ کرے جس کو مجرم کے بھاگ جانے کا خوف ہو، جبکہ میری گرفت اسقدر مضبوط ہے کہ کوئی اُس سے نکل کر بھاگ نہیں سکتا۔
* (تفسیر انوار النجف) *

www.drhasanrizvi.com

"اِنَّ کَیۡدِیۡ مَتِیۡنٌ" : کید کے معنی خفیہ تدبیر کے ہوتے ہیں۔ خفیہ چال صرف اُس وقت بُری ہوتی ہے جب اُس کا مقصد کسی کو نقصان پہنچانا ہو۔ ورنہ بجائے خود اِس میں کوئی بُرائی نہیں۔ خاص طور پر اس کے ساتھ ایسا کرنا جو اس طرزِ عمل کا اِس لیے مستحق ہو کہ اُس نے ظلم و جبر فسق و فجور کو اپنا طرزِ عمل بنا لیا ہو۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

* (تفہیم) *

* تفسیر انوار النجف میں "کید" کے معنی عذاب کے لکھے ہیں۔ یعنی تحقیق میرا عذاب بہت سخت ہے۔

اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ اَجۡرًا فَهُمۡ ﴿۴۶﴾ تو کیا آپؐ اُن سے کوئی اُجرت
مِّنۡ مَّغۡرَمٍ مُّثۡقَلُوۡنَ ﴿۴۶﴾ طلب کر رہے ہیں کہ یہ لوگ مالی نقصان
کے بوجھ کے تصوّر سے دبے چلے جا رہے ہیں؟

اَمۡ عِنۡدَهُمُ الۡغَيۡبُ فَهُمۡ ﴿۴۷﴾ کیا اُن کے پاس غیب کی خبریں
يَكۡتُبُوۡنَ ﴿۴۷﴾ ہیں جنھیں یہ لکھ لیا کرتے ہیں۔

آیت ۴۶ کا مطلب یہ ہے کہ: اے احمقو! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اگر تم خدا کے رسولؐ کو مان لو گے تو تم سے اِس کا کوئی بڑا معاوضہ طلب کر لیا جائے گا۔؟ (فصل الخطاب)

آیت ۴۷ : میں یہ سوال بظاہر جناب رسولِ خداؐ ہی سے کیا جا رہا ہے۔ مگر اصل مخاطب آپؐ کے مخالفین ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ: "اے احمقو! کیا تم نے پردے کے پیچھے جھانک کر دیکھ لیا ہے کہ ہمارا یہ رسولؐ ہمارا بھیجا ہوا

www.drhasanrizvi.com

نہیں ہے، اور جو ابدی حقیقتیں یہ بیان کر رہا ہے وہ سب غلط ہیں، اس لیے تم اس کو اتنی شدت کے ساتھ جھٹلا رہے ہو؟

٭ (تفسیر مجمع البیان - تفسیر کبیر، تفہیم) ٭

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ ۘ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿٤٨﴾

پس آپ اپنے پالنے والے مالک کے فیصلے کے مطابق صبر و ضبط سے کام لیجیے اور مچھلی والے (صاحب یونس نبی) کی طرح (جلدباز) نہ ہوجائیے کہ جب انھوں نے (اپنے مالک کو) پکارا تھا، اس حالت میں کہ وہ غم و غصّے سے بھرے ہوئے تھے۔

آیت کا پیغام: یہ ہے کہ (۱) اے رسولؐ! لوگوں کی مخالفتوں پر صبر کیجیے۔ جلدبازی سے کام نہ لیجیے۔ یونسؑ کی طرح گھبرا کر بددعا نہ کیجیے۔ خدا سے پوچھے بغیر کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام بھی نہ کیجیے۔ مثلاً جس طرح حضرت یونسؑ خدا سے پوچھے بغیر بددعا کر کے شہر سے تشریف لے گئے تھے، آپؐ ایسی جلدبازی ہرگز نہ کیجیے گا۔

٭ (فصل الخطاب، تفسیر کبیر) ٭

(۲) دوسرا پیغام یہ ہے کہ: اے رسولؐ! ابھی وہ وقت دور ہے کہ جب خدا یہ فیصلہ فرمائے کہ تمہارے دشمن مغلوب ہوجائیں۔ اس لیے اس وقت جو دشواریاں پیش آرہی ہیں ان کو برداشت کیجیے، تاکہ آپؐ کی سیرت آپؐ کی امّت کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بن جائے۔ پھر اس بات کو مزید سمجھانے

www.drhasanrizvi.com

کے لیے حسّی مثال دی کہ : خبردار ! حضرت یونسؑ کی طرح بے صبری سے کام نہ لینا۔ اسی بے صبری اور جلدبازی کی وجہ سے وہ مچھلی کے پیٹ میں پہنچا دیے گئے تھے۔

* (تفسیرکبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم) *

لَوۡلَاۤ اَنۡ تَدٰرَکَہٗ نِعۡمَۃٌ مِّنۡ رَّبِّہٖ لَنُبِذَ بِالۡعَرَآءِ وَ ہُوَ مَذۡمُوۡمٌ ﴿۴۹﴾

اگر اُن کے پالنے والے مالک کی طرف کی مہربانی اُن تک نہ پہنچتی، تو وہ مذمّت میں گرفتار ہو کر ایک خشک اور چٹیل میدان میں پھینک دیے جاتے۔

حضرت یونس علیہ السلام بغیر خدا کی اجازت لیے اپنی قوم کے لیے بددعا فرما کر بستی سے نکل پڑے۔ کشتی پر بیٹھے تو دریا میں طوفان آگیا۔ تب حضرت یونسؑ کو احساس ہوا کہ غلطی ہوگئی۔ مجھے خداوندِ عالم سے اجازت لے کر بستی سے نکلنا چاہیے تھا۔ جلد بازی نہیں کرنی چاہیے تھی اِدھر جب کشتی طوفان میں گھر گئی تو لوگوں نے آپس میں کہا کہ ہم میں ضرور کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر بھاگ نکلا ہے۔ کیوں کہ اُن لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ ایسے بھاگے ہوتے غلام کی وجہ سے طوفان آیا کرتے ہیں، اِس لیے ایسے آدمی کو دریا میں پھینک دینے سے طوفان ٹل جایا کرتے ہیں۔

اب جو کشتی میں سوار لوگوں کے ناموں کا قرعہ پڑا، اور بار بار حضرت یونسؑ کا ہی نام نکلا۔ تو اُن کو بالکل یقین ہوگیا کہ وہ اپنے مالک خداوندِ عالم کی اجازت کے بغیر بستی سے نکل پڑے، اُن کو

www.drhasanrizvi.com

خدا کے حکم کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔ اسی دوران اُنھوں نے دیکھا کہ طوفان کی وجہ ایک بہت بڑی مچھلی تھی، جو کشتی کے چکر لگا رہی تھی۔ حضرت یونسؑ بغیر کسی تردّد کے کشتی سے سمندر میں کود پڑے تو مچھلی نے اُن کو نگل لیا۔ اب اُنھوں نے اپنی غلطی کا اعتراف اِن الفاظ میں کیا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

"نہیں ہے کوئی معبود سوا تیرے، تو ہر عیب سے پاک ہے میں گنہگار ظالم ہوں۔"

آخرِ کار خدا نے توبہ قبول فرمائی اور مچھلی نے دریا کے کنارے کھلے میدان میں اُن کو اُگل دیا۔

* (فصل الخطاب۔ مجمع البیان) *

سبق اِس واقعہ سے یہ سبق ملا کہ: (۱) اہم فیصلے کرتے وقت جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔

(۲) جلد بازی میں بد دعا نہیں کرنی چاہیے۔ (مؤلف)

(۳) سزا دینے میں بھی جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ (مرشد تھانوی)

(۴) جس وقت حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں ڈالے گئے تھے، وہ ملامت کی حالت میں تھے مگر جب اُنھوں نے خدا کی تسبیح کی اور اپنی غلطی کو دل سے مان لیا، تو مچھلی کے پیٹ سے نکال کر چٹیل میدان پر تو پھینکے گئے، مگر اُس وقت وہ ملامت یا مذمّت کی حالت میں نہ تھے۔ اسی لیے خداوندِ عالم نے اُن کی تسبیح اور معافی مانگنے کی وجہ سے اپنے دامنِ رحمت میں لے لیا تھا۔ وہیں ایک بیلدار درخت اُگا دیا۔ اُس کے پتّے سایہ دیتے اور اُس کا پھل بھوک پیاس کو دور کرتا۔

اِس سے معلوم ہوا کہ انسان کو خدا کی تسبیح تعریف اور شکر کرتے رہنا چاہیے۔ اور

(۵) اپنی خطاؤں کی دل سے معافیاں مانگتے رہنا چاہیے۔

ایسا کرنے سے خدا کا دامنِ رحمت اُس کو ڈھانپ لے گا۔ (سبحان اللہ)

* (تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم) *

www.drhasanrizvi.com

فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۵۰﴾ مگر اُن کے پالنے والے مالک نے انھیں چن لیا اور انھیں اپنے نیک بندوں میں داخل رہنے دیا۔

تسبیحِ الٰہی کی عظمت

آیات سے معلوم ہوا کہ دو مختلف سزائیں، ایک شدید اور دوسری ہلکی، حضرت یونس ؑ کے انتظار میں تھیں۔ پہلی سزا یہ کہ قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہیں۔ دوسری یہ کہ جب بھی مچھلی کے پیٹ سے نکلیں مذموم اور خدا کی مہربانیوں سے دور ہو کر۔

لیکن حضرت یونس علیہ السلام کی تسبیح اور استغفار کرنے کی وجہ سے دونوں سزائیں ٹل گئیں۔ مچھلی کے پیٹ سے باہر بھی نکل آئے اور قابلِ مذمت بھی نہ رہے۔

معلوم ہوا کہ خدا کی تسبیح کرنے کی وجہ سے، اور اپنے گناہوں پر معافیاں طلب کرنے سے انسان کے گناہ (۱) نہ صرف مٹا دیے جاتے ہیں، بلکہ (۲) وہ قابلِ ملامت بھی نہیں رہتا۔ (۳) اور اگر وہ نیکیاں کرتا ہے تو خدا اُس کو نیک بندوں میں چن بھی لیتا ہے۔ "سبحان اللہ"

٭ (تفسیر نمونہ) ٭

٭ خداوندِ کریم کی نعمت نے حضرت یونس ؑ کے مسئلہ کے حل کا تدارک اس طرح فرمایا کہ:

خدا کی رحمت شاملِ حال ہوئی، اور وہ شکمِ ماہی سے باہر نکلے۔ غرض اللہ نے اپنی رحمتِ کاملہ و واسعہ کی وجہ سے اُن کی دعا کو قبول فرمایا۔ اِس طرح کہ (۱) مچھلی کے پیٹ سے باہر نکالا۔ (۲) مذموم حالت سے نجات دی۔ یعنی اُن کا ترکِ اَولیٰ معاف فرمایا۔ (۳) پھر عہدۂ نبوت سے سرفراز فرمایا (۴) اور اُن کی قوم کی طرف دوبارہ بھیجا، جہاں وہ (۵) باعزت طور پر قوم میں رہے۔

٭ (تفسیر انوار النجف) ٭

www.drhasanrizvi.com

وَ اِنۡ یَّكَادُ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا (۵۱) اور جب کافر (یعنی) وہ لوگ
لَیُزۡلِقُوۡنَكَ بِاَبۡصَارِهِمۡ جو خدا اور رسولؐ کا انکار کرتے ہیں
لَمَّا سَمِعُوا الذِّكۡرَ اس کلام نصیحت (یعنی) قرآن کو
یَقُوۡلُوۡنَ اِنَّهٗ لَمَجۡنُوۡنٌ ۘ(۵۱) سنتے ہیں، تو تمھیں ایسی تیز نظروں
سے دیکھتے ہیں کہ گویا تمھارے قدم اُکھاڑ دیں گے یا اپنی نظروں
کے زور سے تمھیں (تمھارے موقف سے) ہلا جُلا کر ہٹا دیں گے اور
وہ کہتے ہیں کہ: "یقیناً یہ دیوانہ ہے۔" (۵۱)

وَ مَا هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۠(۵۲)

اور یہ کلام تو سارے جہانوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔ (۵۲)
(یعنی) بھلائی چاہنا ہے۔ (۵۲)

آیت ۵۱ : شاہ عبدالقادر شاہ صاحب نے لکھا کہ:

* مطلب یہ ہے کہ کافر جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت غصّے میں گھور گھور کر اس لئے دیکھتے تھے کہ شاید اس طرح رسولِ خدا ڈر کر قرآن پڑھنا چھوڑ دیں۔ * (موضح القرآن) *

www.drhasanrizvi.com

★ علامہ طبرسی رح نے لکھا کہ: عرب محاورہ ہے کہ: اس نے میری طرف ایسی نگاہ سے دیکھا کہ قریب تھا کہ وہ مجھے زمین پر گرا دے گا، اور ایسی سخت نگاہ سے دیکھا کہ قریب تھا کہ وہ مجھے کھا جائے یا مار ڈالے"

★ (مجمع البیان - بیضاوی) ★

★ بعض لوگوں نے اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا کہ نظرِ بد اثر رکھتی ہے۔ عربوں کا یہ محاورہ ہے کہ "نظرِ بد اونٹ تک کو قبر میں اُتار دیتی ہے"۔ بُری نگاہوں کا اثر تجربے اور مشاہدے سے بھی ثابت ہے۔ مگر اس کا تعلق اس آیت سے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

★ (فصل الخطاب) ★

نظرِ بد کا تعویذ:

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے لیے بدنظر سے حفاظت کے لیے یہ تعویذ بتایا تھا کہ:

" أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ وَأَسْمَائِهِ الْحُسْنٰى كُلِّهَا عَامَّةً مِنْ شَرِّ السَّامَّةِ وَالْهَامَّةِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ "

یعنی: "میں نے تم دونوں کو خدا کے کامل کلمات کی پناہ میں، اور اس کے بہترین ناموں کی پناہ میں دیا، عموماً ہر ڈسنے والے اور کاٹ کھانے والے سے، بُری نظر ڈالنے والی ہر آنکھ کے شر سے، اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے"۔

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ: "العین حق والرقی حق"۔ بُری نظر بھی حقیقت ہے اور اس کے دفع کرنے کے لیے دعا اور تعویذ بھی ہے۔

★ (نہج البلاغہ - کلمات قصار ۴۰۰) ★

www.drhasanrizvi.com

★ مگر نظرِ بد یا جادو ٹونکوں سے بچنے کے لیے بیہودہ اعمال کا سہارا لینا جائز نہیں، جو عامل ۔ لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لیے کرتے ہیں، اور خوب خوب مال بٹورتے ہیں خاصکر ایسے اعمال جو شریعت کے خلاف ہوں یا گندے ہوں۔

★ (تفسیر نمونہ) ★

شانِ نزول : (۱) کفّار اپنی نظروں سے دوسروں کو متاثر کرنے کے لیے ایک عمل یہ کرتے تھے کہ تین دن کچھ کھائے پیئے بغیر رہتے اور جس کو اپنی نظرِ بد سے نقصان پہنچانا چاہتے اُس کی خوب تعریف کرتے، اور اس طرح اُس کو گرا دیتے۔

خداوندِ عالم فرمارہا ہے کہ: اے رسولؐ! یہ کفّار آپؐ کو بھی اپنی نظرِ بد سے شکار کرنا چاہتے ہیں۔ کیوں کہ اُن کو آپؐ کا قرآن پڑھنا سخت ناگوار ہوتا ہے، مگر اللہ آپؐ کو اُن کے ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس لیے آپؐ کو گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ آپؐ کے کلام کے اثر سے گھبرا کر آپؐ کو کبھی دیوانہ، کبھی جادوگر کہدیتے ہیں۔ اس لیے آپؐ اُن کی پرواہ نہ کریں۔ اس طرح رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبر کی تلقین کی گئی ہے۔

★ (تفسیر انوار النجف) ★

★ (۲) فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: روزِ غدیر جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں پر بلند فرمایا اور آپؑ کی ولائیت کا اعلان فرمایا، تو منافقوں نے جنابِ رسولِ خداؐ اور حضرت امام علی علیہ السلام کو گھور گھور کر دیکھنا شروع کر دیا، اور ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ رسولِ خداؐ پاگل ہو گئے ہیں "معاذ اللہ"۔ اس پر جبرئیلؑ یہ آیت لے کر اُترے۔ (تفسیر برہان، انوار النجف)

اس سورۃ کی آخری دونوں آیات نظرِ بد کا تعویذ ہیں۔ ★ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

سُوْرَۃُ الْحَآقَّۃِ مَکِّیَّۃٌ

ضرور ہو کر رہنے والی بات یعنی قیامت کے بیان والی سورۃ

فضائل و خصوصیات

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص سورۃ الحاقہ کی تلاوت کرے گا (سمجھ کر پڑھے گا) خداوندِ عالم قیامت کے دن اُس کے حساب کو آسان کر دے گا۔"

★ (تفسیر مجمع البیان جلد ۱۵ علامہ طبرسی ؒ) ★

★ شاید اس لیے کہ اِس سورۃ کو سمجھ کر پڑھنے سے خداوندِ عظیم کا خوف دل میں بیٹھ جاتا ہے، اور یہ خوف انسان کو برائیوں سے بچاتا ہے، جس کی وجہ سے خدا اُس کے حساب کو آسان کر دے گا"

★ (مؤلف) ★

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا:

"سورۃ الحاقہ کی بہت زیادہ تلاوت کیا کرو، کیوں کہ نماز فریضہ اور نوافل میں اِس سورۃ کا پڑھنا خدا اور رسولؐ کو دل سے ماننے (ایمان لانے) کی نشانی ہے اِس لئے جو شخص اِس سورۃ کو پڑھے گا اُس کا دین محفوظ رہے گا، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچ جائے۔"

★ (تفسیر مجمع البیان جلد ۱۵) ★

www.drhasanrizvi.com

آیاتھا ۵٢ | # سُورَةُ الْحَآقَّةِ مَكِّيَّةٌ | رکوعاتھا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

اَلْحَآقَّةُ ﴿١﴾ ہو کے رہنے والی بات :

مَا الْحَآقَّةُ ﴿٢﴾ کیا ہے وہ ہو کے رہنے والی بات؟

★ " الحآقۃ " سے مراد وہ چیز ہوتی ہے جو ضرور ہو کر رہے۔ ★ (بیضاوی) ★

★ یہاں مراد حشر و نشر کا ہونا ہے جس دن جزاء، سزا ملے گی (مفردات امام راغب)

★ " الحآقۃ " سے مراد وہ وقت ہے جس کا واقع ہونا تحقیق شدہ ہے۔ یعنی: جس کا ہونا لازمی ہے۔ یہ وہ وقت ہوگا جب ہر ہر معاملے کی حقیقت پوری پوری طرح کھل جائے گی۔

www.drhasanrizvi.com

اور جزا و سزا جیسے حقیقی دائمی کام واقع ہوں گے، مگر ہم اس کی حقیقت کو پوری طرح نہیں سمجھ سکتے۔

* (بیضاوی۔ تفسیر صافی) *

الحآقۃ کے دوسرے معنی : تفسیر علی ابن ابراہیم میں ہے کہ: الحاقۃ: "الحذر بنزول العذاب"۔ یعنی: الحذر۔ یعنی عذاب الٰہی کے اترنے سے ڈرو۔

(تفسیر علی ابن ابراہیم)

ع حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں قدرت کی تعزیریں

(اقبال)

* جس طرح قرآن میں فرعون اور آلِ فرعون پر عذاب کے بارے میں ارشاد ہوا:

"وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ" (سورۃ المومن آیت ۴۵ پارہ ۲۴)

"اور آلِ فرعون پر بہت بڑا عذاب نازل ہوا" یا "بہت بڑے عذاب نے آلِ فرعون کو ہر طرف سے گھیر لیا۔"

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ③ اور تم کیا جانو کہ وہ ہو کر رہنے والی بات کیا (غضب کی چیز) ہے؟

* مطلب یہ ہے کہ تم قیامت جیسی کھڑ کھڑا دینے والی چیز کی حقیقت کا پورا پورا ادراک نہیں کر سکتے۔ وہ کسقدر ہولناک اور اہم چیز ہے جس میں ہماری زندگی کے ابدی، سرمدی، دائمی فیصلے ہوں گے۔ ایک گروہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنتوں کی طرف جا رہا ہوگا، اور دوسرا (باغی وطاغی) گروہ جہنم کی طرف۔

* (تفسیر صافی)

* کلام کے تیور از خود بتا رہے ہیں کہ اصل مخاطب اُن لوگوں سے ہے جو قیامت اور آنے والی دوسری

www.drhasanrizvi.com

زندگی کے منکر ہیں، اُن سے کہا جارہا ہے کہ تم جس بات کا انکار کر رہے ہو، وہ ضرور بالضرور ہو کر رہے گی۔

* (تفہیم) *

کیوں کہ وہی غرضِ تخلیق ہے۔ اگر جزاء، سزا نہیں ہے تو پھر یہ ساری تخلیقاتِ عالم بے مقصد، عبث اور بے معنی ہو جاتی ہے، اور بے معنی و بے مقصد کام ایسا خالق نہیں کرتا جو حکیم مطلق بھی ہو اور ہر عیب سے پاک بھی ہو۔

* (مؤلف) *

" مَآ اَدْرٰىكَ " یعنی: " تجھے کیا معلوم "؟ یہ الفاظ وہاں بولے جاتے ہیں جہاں مطلب معلوم ہوتا ہے، اور جہاں مطلب معلوم یا مسلّم نہیں ہوتا وہاں، عرب " وَمَا یُدْرِیْكَ " کے الفاظ بولتے ہیں۔

* (تفسیر مجمع البیان، قرطبی، تفسیر کبیر) *

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ ④ ثمود اور عاد (جیسی عظیم قوموں)

بِالْقَارِعَةِ ④ نے بھی اس اچانک آکر تباہ کر دینے والی آفت قیامت کو جھٹلایا تھا

" قارعۃ " کے معنی کھڑکھڑا، کھڑکھڑا دینے والی چیز، ہلا ہلا مارنے والی چیز، اس سے مراد ایسی حالت ہے جو بڑی طرح ڈرا اور ہلا کر رکھ دے، اور تمام ستاروں کو توڑ پھوڑ ڈالے۔

* (تفسیر صافی) *

" القارعۃ " کا لفظ قرع سے نکلا ہے جس کے معنی ٹھوکنا، کوٹنا، کھڑکھڑانا، ایک چیز کو دوسری

www.drhasanrizvi.com

چیز پر دے مارنا ہوتے ہیں۔ قیامت کے دن سیارے سیاروں پر دے مارے جائیں گے اور سخت ہولناک مناظر رونما ہوں گے۔

* (مفردات امام راغب۔ تفسیر کبیر۔ تفہیم۔ مجمع البیان) *

* عاد و ثمود کی قومیں اپنے اپنے زمانے میں عرب کی سب سے بڑی دولتمند اور ترقی یافتہ قومیں تھیں۔ اُن کا اصل جرم آخرت کو نہ ماننا تھا۔ توحید کے نہ ماننے کے بعد یہ سب سے بڑا جرم ہوتا ہے۔ خداوندِ عالم نے اس جرم میں اُن کا حشر نشر کر دیا۔ (مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے)

* (تفسیر ماجدی) *

فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا ۵ تو قوم ثمود تو ایک بڑی زبردست

بِالطَّاغِيَةِ ۵ تباہ کن آفت سے ہلاک و برباد کر دی گئی۔

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ ۶ اور عاد کی قوم کے لوگ ایک

صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۶ بڑی شدید طوفانی آندھی سے ہلاک و برباد کیے گئے۔

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ ۷ جسے اللہ نے اُن پر لگاتار سات رات

وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا اور آٹھ دن تک مسلط رکھا،

www.drhasanrizvi.com

فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ ﴿۷﴾

تم ہوتے تو اُن کو دیکھتے کہ وہ زمین پر اِس طرح چت گرے پڑے ہیں جیسے کھجور کے درخت کے پرانے تنے پڑے ہوں۔

فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾

اب کیا اُن میں کا کوئی تمھیں باقی بچا نظر آتا ہے؟
(خس کم جہاں پاک)

"حُسُوْمًا" ۔ حسم سے بنا ہے۔ جس کے معنی کسی چیز کو بالکل ختم کر دینا ہوتا ہے۔

* مطلب یہ ہے کہ آٹھ دنوں کی سخت آندھی نے اُس عظیم قوم کی بارونق زندگی کو بالکل تباہ و برباد کر دیا۔ اُن کی پوری زندگی، معاشرے اور بستی کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکا۔ خس کم جہاں پاک کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اگر تم اُن کو دیکھتے تو یہ دیکھتے کہ ساری کی ساری قوم اور ساری بستی منھ کے بل اوندھی گری پڑی ہے۔ (اور لوگ کھجور کے کھوکھلے پرانے تنوں کی طرح چت پٹ پڑے ہیں)

* (تفسیر نمونہ ۔ مفردات امام راغب) *

آیت میں خداوندِ عالم کا پڑھنے والوں سے یہ پوچھنا کہ: "اب کیا اُن میں کا کوئی تمھیں باقی بچا نظر آتا ہے"؟ یہ سوال کرنا انداز ہے اِس بات کو بتانے کا کہ اُن میں کا کوئی نہ بچ سکا۔ سب کے سب ڈھیر ہو گئے۔ * باقی قومیں حضرت نوحؑ کے ساتھ بچنے والوں کی اولادیں ہیں۔

* (فصل الخطاب) *

www.drhasanrizvi.com

اس لیے فرمایا: "ہم نے تم کو کشتی میں سوار کیا۔" مطلب یہ ہے کہ آج تم دنیا میں اسی لیے موجود ہو کہ ہم نے ایمان لانے والوں کو طوفانِ نوحؑ سے بچا لیا تھا۔

★ اس طرح یہ پیغام دیا کہ: ابدی حقیقتوں اور انبیاء کرامؑ کو ماننے والے ہی نجات پا سکتے ہیں۔

★ (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم) ★

آیت کا حاصل یہ ہے کہ آج نہ تو قوم عاد کے شہروں کا نام و نشان باقی ہے، اور نہ اُن کی شاندار عمارتوں کے نشانات باقی ہیں۔ (آثارِ قدیمہ والے زمین کھود کھود کر تلاش کرتے پھرتے ہیں)

★ (تفسیر نمونہ) ★

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۚ ⑨

⑨ اور یہی غلطی فرعون اور اُس کے پہلے والوں اور قومِ لوطؑ کی تہ و بالا ہو کر اُلٹی ہو جانے والی بستیوں کے لوگوں نے بھی کی تھی۔

فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ⑩

⑩ اُن سب نے اپنے پالنے والے مالک کے پیغام لانے والوں کی بات نہ مانی، تو خدا نے اُن کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑ لیا۔

www.drhasanrizvi.com

اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ ﴿١١﴾ جب پانی کا طوفان حد سے
فِی الْجَارِیَةِ ﴿١١﴾ گذر گیا تو ہم نے تمھیں کشتی پر سوار کیا
لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً تاکہ اُسے تمھارے لیے یادگار سبق
وَّتَعِیَهَآ اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ ﴿١٢﴾ اور سکھانے والا واقعہ بنادیں، اور
یادرکھنے والے کان اُس کی یاد محفوظ رکھیں

شانِ نزول: یادرکھنے والے کان

حضرتِ امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ: "مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اے علیؑ! میں تمھیں اپنے قریب رکھوں اور تمھیں اپنے سے دور نہ کروں، میں تمھیں تعلیم دیتا جاؤں گا اور تم اُسے یاد رکھتے جاؤ گے، اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے ذمّے ہے کہ تم میری ہر ہر بات یاد رکھو گے۔" اِسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

* (تفسیرِ صافی۔ تفسیر مجمع البیان) *

* فرزندِ رسولِ خدا، حضرتِ امام علی ابنِ موسیٰؑ الرضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ:
"جب یہ آیت اُتری تو جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے علیؑ! میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ وہ تمھارے کان کو یاد رکھنے والا کان قرار دے۔"

* (عیون الاخبار الرضا، الجامع) *

* پھر حضرتِ امام علی علیہ السلام نے فرمایا: جنابِ رسولِ خدا کی اِس دعا کے بعد میں نے جو بات

www.drhasanrizvi.com

بھی سنی پھر کبھی اُسے نہ بھولا۔"

* (الکافی ۔ تفسیر قرطبی جلد ۱۸ صفحہ ۲۶۴ ، مناقب ابنِ مغاذلی شافعی
* مجمع البیان ۔ روح البیان ، روح المعانی ، ابو الفتوح رازی ، المیزان) *

* جب یہ آیت اُتری تو جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت امام علی علیہ السلام سے فرمایا: "اے علیؑ ! یہ تمہارا کان ہے جس کا ذکر کیا جارہا ہے ۔"

عام تفسیر : * (الکافی بروایت امام صادق علیہ السلام) *

* یعنی یہ وہ کان نہیں ہیں جو سُنی اَن سُنی کردیں ۔ مراد ایسے لوگ ہیں جو حقیقتوں ، اور سچائیوں کو کان لگا کر سنتے ہیں ، پھر یاد رکھتے ہیں ۔

اِس سے یہ سبق حاصل کرتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ خدا اور رسولؐ کی باتوں کو اَن سُنی کرنے کا انجام کسقدر ہولناک ہوتا ہے ۔

* (تفسیر کبیر ۔ تفہیم) *

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ پھر جب ایک دفعہ صور میں پھونکا جائے گا ۔

وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً ﴿۱۴﴾ اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کردیا جائے گا ۔

www.drhasanrizvi.com

فَیَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ ﴿١٥﴾ تو اُس دن وہ ہو جانے والا واقعہ، ہو جائے گا،

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَہِیَ ﴿١٦﴾ اور اُس دن آسمان پھٹ جائے گا اور اُس کا نظام بالکل سُست یَوْمَئِذٍ وَّاہِیَۃٌ ﴿١٦﴾ ہو جائے گا ۔

وَالْمَلَکُ عَلٰٓی اَرْجَآئِہَا ﴿١٧﴾ اور فرشتے آسمان کے چاروں وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ طرف ہوں گے، اور اُس دن فَوْقَہُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَۃٌ ﴿١٧﴾ تمہارے پالنے والے مالک کے تخت (سلطنت) کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اُٹھائے ہوئے ہوں گے۔

عرشِ خدا کو آٹھ فرشتے اُٹھائے ہوئے ہوں گے ۔"

* یوں تو حاملانِ عرش چار فرشتے ہیں۔ مگر قیامت کے دن عرشِ الٰہی اور عدلِ الٰہی کی عظمت، شان بان دکھانے کے لیے چار فرشتے اور بڑھا دیے جائیں گے ۔

* (تفسیر مجمع البیان) *

* لیکن حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ: آٹھ فرشتوں سے مراد فرشتوں کی آٹھ صفیں ہیں جو

www.drhasanrizvi.com

عرشِ الٰہی کو اُٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اُن کی کل تعداد صرف خدا ہی جانتا ہے۔

* (تفسیر ابن عباس) *

★ بہر حال یہ مسلّم ہے کہ عرش پر خداوندِ عالم بیٹھا ہوا نہ گا، بلکہ عرشِ الٰہی خداوندِ عالم کی خاص تجلیات اور جلال و کمال اور نورِ خاص کا ایک مظہر ہے۔ (خاصکر عدلِ الٰہی اور حکومتِ الٰہیہ کا)

* (تفسیر مجمع البیان) *

★ عرشِ الٰہی میں جو وزن ہوگا، وہ خدا کی ذات کا نہ ہوگا، بلکہ عدل، نورِ خاص اور ہیبت و جلالِ الٰہی کی وجہ سے ہوگا۔ کیوں کہ قیامت کے دن خداوندِ عالم کی شانِ جبروتی کا کامل ظہور ہوگا مگر اُس کی حقیقت کو ہم پوری طرح نہیں سمجھ سکتے۔ (اسی چیز کو بعض مفسرین نے خدا کا دیدار قرار دیا ہے) (مؤلف)

* (تفسیر ماجدی) *

★ غرض یہ آیت متشابہات میں سے ہے، کیوں کہ اِس کے معنی متعیّن کرنا ناممکن ہے۔ ہم یہ بات پوری طرح نہیں جان سکتے کہ عرشِ الٰہی کیا چیز ہے؟ اور نہ اُس کو فرشتوں کا اٹھانا ہم سمجھ سکتے ہیں، مگر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ آیت میں کہیں بھی یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ عرش پر اللہ میاں تشریف فرما ہوں گے۔ کیوں کہ خدا کی ذات جسم و جسمانیت، جہت اور مقام سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ اِس لیے ہم بس اِس آیت سے اتنا سمجھ سکتے ہیں کہ ساری حکومت اور اختیارات صرف اور صرف خدا کے ہاتھ میں ہوں گے۔ اِسی بات کو سمجھانے کے لیے وہی نقشہ پیش کیا گیا ہے جو ہماری دنیا میں بادشاہی کا نقشہ ہوتا ہے۔ اِسی لیے ہمیں سمجھانے کے لیے وہی اصطلاحیں بھی پیش کی گئی ہیں جو ہماری زبان میں سلطنت کے لیے لازمی ہوتی ہیں۔ کیوں کہ انسانی ذہن اِس قسم کے نقشے اور اصطلاحوں کی مدد سے خدا کی کائناتِ عالم پر سلطنت کو سمجھ سکتا ہے۔ یہ سارے الفاظ اللہ کی سلطنت کو سمجھانے اور ہمارے ذہن سے قریب تر کرنے کے لیے استعمال کیے گئے ہیں اِس کو

www.drhasanrizvi.com

بالکل عین لفظی معنوں میں لینا ٹھیک نہ ہوگا۔

★ (تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم، انوار النجف) ★

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اِس وقت چار افراد ہیں جو عرشِ الٰہی کو اُٹھائے ہوئے ہیں، قیامت کے دن چار افراد کو اور بڑھا دیا جائے گا اور وہ آٹھ ہو جائیں گے۔"

★ (تفسیر علی بن ابراہیم جلد ۲) ★

تفسیرِ اہلِ بیتؑ:

★ نیز آں حضرتؐ نے فرمایا کہ: "قیامت کے دن عرشِ الٰہی کو اُٹھانے والے چار اوّلین میں سے ہوں گے، اور چار آخرین میں سے ہوں گے۔ اوّلین میں سے نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ ہوں گے، اور آخرین میں سے محمدؐ، علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ ہوں گے۔"

★ (تفسیر مجمع البیان) ★

تاویل ۱:

★ فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

"حاملینِ عرش سے مراد علمِ خدا کے متحمل ہیں۔ اُن آٹھ میں سے چار تو ہم (آلِ محمدؐ) میں سے ہیں، اور چار پچھلوں میں سے ہیں جنھیں خدا چاہے۔"

★ (تفسیر نور الثقلین جلد ۵) ★

تاویل ۲:

★ حضرت امام علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام نے فرمایا: "حاملینِ عرش علماء اور دانشمند ہیں، جنھیں خداوندِ عالم نے اپنے علم کی تعلیم دی ہے۔"

★ (تفسیر نور الثقلین جلد ۵) ★

★ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عرشِ الٰہی سے مراد اللہ کا علم و قدرت ہے۔ پس جو انسان اور فرشتے جتنا زیادہ علم اور قدرت رکھتے ہوں گے، اُتنا ہی وہ عرش کا زیادہ حصّہ اُٹھائے ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ عرشِ الٰہی بادشاہوں جیسا تخت و سلطنت نہیں ہے، بلکہ علمِ الٰہی اور قدرتِ الٰہی ہے۔ ★ (تفسیر نمونہ) ★

www.drhasanrizvi.com

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿١٨﴾ اُس دن تم (سب خدا کے سامنے) پیش کیے جاؤ گے، اِس طرح کہ تمہاری کوئی بات ڈھکی چھپی نہ رہے گی۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿١٩﴾ تو جسے اُس کے اعمال کی کتاب اُس کے سیدھے ہاتھ میں دی جائے گی، وہ پکار اُٹھے گا: "(لوگو!) آؤ، پڑھو میرے اعمال کی کتاب۔

★ نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں | جس کسی کو قیامت کے دن اُس کا نامۂ اعمال اُس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا" اِس کا مطلب یہ ہوگا کہ اُس کا حساب بے باق ہے۔ وہ اللہ کی بارگاہ میں مجرم کی حیثیت سے نہیں، بلکہ تابعدار غلام کی حیثیت سے پیش ہوگا۔

ہر شخص پر مرتے ہی یہ بات کھل جاتی ہے کہ وہ ایک تابعدار غلام کی حیثیت سے اپنے مالک کے پاس لے جایا جا رہا ہے یا سرکش غلام یا مجرم کی طرح۔ پھر موت کے بعد قیامت تک انسان کے ساتھ یا تو مہمانوں جیسا سلوک ہوتا رہے گا یا مجرموں جیسا۔

★ اِسی لیے جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتی ہے، یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ (الحدیث) ★ (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم)★

www.drhasanrizvi.com

سوال یہ ہے کہ جو مومنین قیامت کے دن یہ پکار رہے ہوں گے کہ : لوگو! آؤ، ہمارا نامۂ اعمال پڑھو؛ تو کیا اُن کے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ نہیں ہو گا ؟

جواب اِس کا جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی اِس حدیث میں ملتا ہے کہ : فرمایا :

" خداوندِ عالم پہلے (نیک) بندوں سے اُن کے گناہوں کا اقرار لے گا، پھر فرمائے گا کہ : میں نے تمہارے یہ گناہ دنیا میں بھی چھپائے رکھے تھے؛ اور آج میں اِن کو معاف کرتا ہوں "

اِس کے بعد صرف اُن کی لکھی ہوئی نیکیاں اُن کے ہاتھ میں دے دی جائیں گی "

* (فی ظلال القرآن جلد ۸) *

* دوسرے مفسرین نے یہ کہا کہ خداوندِ کریم اپنی رحمت، فضل و کرم کی وجہ سے مومنین کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا ۔

* (تفسیر نمونہ) *

اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ﴿۲۰﴾ میں خوب جانتا رہا تھا کہ مجھے حساب دینا ہو گا ۔

فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ﴿۲۱﴾ پھر وہ اپنے دل پسند عیش و آرام کی زندگی میں ہو گا ۔

فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ﴿۲۲﴾ جنت کے گھنے اور سرسبز و شاداب اونچے اونچے باغوں میں (یا)، وہ عالی مرتبہ جنت کے باغوں میں ہو گا ۔

www.drhasanrizvi.com

قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿۲۳﴾ جس کے بالکل تیار پھلوں کے گچھے اُس کے بالکل نزدیک جھکے پڑ رہے ہوں گے۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾ (ارشاد ہوگا) خوب مزے لے لے کر خوشگواری کے ساتھ خوب کھاؤ پیو اپنے اُن کاموں کے بدلے میں جو تم نے گذرے ہوئے دِنوں میں انجام دیے ہیں۔

شانِ نزولِ آیت ۲۴: اہلِ کتاب کا ایک عالم جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آکر کہنے لگا "اے ابوالقاسمؑ! کیا آپؐ کا یہ خیال ہے کہ جنّت کے لوگ کھائیں پئیں گے؟"

حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "جس کے قبضے میں میری جان ہے اُس خدا کی قسم، جنّت کے ہر آدمی کو کھانے پینے اور جماع کرنے کی سَو سَو آدمیوں کی طاقت عطا کی جائے گی۔"

* اُس شخص نے پوچھا: اگر ایسا ہوتا تو پھر (بیت الخلاء جانے کی) حاجت بھی محسوس ہوگی؟

* حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "صرف ایک پسینہ جاری ہوگا جس کی خوشبو مشک کی سی ہوگی۔"

* (تفسیر صافی بحوالہ مجمع البیان) *

* معلوم ہوا کہ جنّت کی غذائیں لذّت میں تو انتہائی لذیذ ہوں گی مگر حقیقت میں انتہائی لطیف ہوں گی۔ (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۬ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ۝۲۵ اور جس کے اعمال کی کتاب اُس کے بائیں ہاتھ میں دی جائے گی، وہ کہے گا کہ: "کاش میرے کاموں کی کتاب نہ دی جاتی۔

وَ لَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ۝۲۶ اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کتاب کیا ہے۔

یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ۝۲۷ کاش مجھے پہلے (دنیا میں) جو موت آئی تھی وہی فیصلہ کُن ہوتی۔

(یعنی۔ مرنے پر میں بالکل فنا ہو جاتا اور یہ دن مجھے دیکھنا ہی نہ پڑتا۔)

مطلب یہ ہے کہ کاش مجھے یہ خبر ہی نہ ہوتی کہ حساب کتاب کیا چیز ہوتی ہے یا حساب کتاب کی نوبت ہی نہ آتی۔ کیوں کہ میرے پاس نافرمانیوں، گناہوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ میں نے دنیا میں نہ کبھی سوچا کہ ایک دن میرا حساب کتاب حشر نشر بھی ہو سکتا ہے۔ اور جن لوگوں کے داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا، وہ کہیں گے کہ مجھے تو پہلے ہی خبر تھی کہ میرا حساب کتاب (ضرور) ہوگا۔ (یہاں دونوں کی کیفیات بیان کی گئی ہیں)

(فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

مَآ اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ ﴿۲۸﴾ ہائے میرا مال بھی تو میرے کچھ کام نہ آیا۔

هَلَكَ عَنِّىْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿۲۹﴾ میرا سارا اثر رسوخ اور اقتدار بھی برباد ہوگیا۔

★ پچھلی آیات میں کافر، گنہگار، مجرم کی باتوں کو بیان کیا گیا ہے کہ: "کاش میرا اعمال نامہ مجھے نہ دیا گیا ہوتا" یعنی کاش نامۂ اعمال دے کر قیامت کے دن سب کے سامنے ذلیل و رسوا نہ کیا جاتا۔ کاش یہ دکھایا ہی نہ جاتا کہ میرا حساب کتاب کیا ہے؟ کاش جزا و سزا کا کوئی نظام ہی نہ ہوتا۔ کاش مجھے نہ بتایا جاتا کہ میں نے دنیا میں کیا کیا بدمعاشیاں کی تھیں۔

پھر اگلی آیت میں بتایا گیا کہ اُس نے آخر میں کہا کہ "کاش میری موت ہی میرا خاتمہ کر دیتی"۔ مگر یہ ساری تمنائیں صرف سزا دیکھنے کی وجہ سے پیدا ہو رہی ہیں، جو لاحاصل ہیں۔ اُن کی یہ تمنائیں بے فائدہ ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ (اب تو بداعمالیوں کی سزا ملنی ہی ہے۔)

★ (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم) ★

★ اب اِن آیات ۲۸-۲۹ میں بتایا جا رہا ہے کہ منکرینِ آخرت کافروں کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ: "نہ مال میرے کام آیا، نہ مقام، نہ منصب، نہ عزت، نہ اثر، نہ رسوخ آج میں خالی ہاتھ خدا کے سامنے حاضر ہوں۔ نجات کے تمام راستے بند ہو چکے ہیں۔

★ (تفسیر نمونہ) ★

★ معلوم ہوا کہ آخرت کو برباد کرنے والی دو چیزیں ہوا کرتی ہیں۔ (۱) مال و اولاد، اور

www.drhasanrizvi.com

(٢) عزت و مقام ۔ جاہ و جلال ۔ اسی لیے ان دونوں کا ذکر خاص طور پر کیا گیا ہے ۔

* (تفسیر ماجدی) *

* مجرموں کا یہ کہنا : ہَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ "میری ساری سلطنت جاتی رہی "
یعنی : اقتدار ، طاقت ، قوت ختم ہوگئی ۔

پھر سلطان کا لفظ دلیل اور حجت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے ، اور اقتدار اور حکومت کے لیے بھی ۔ اگر یہاں دلیل اور حجت کے معنی لیے جائیں تو مجرم کے کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ :

" جو دلیلیں اور ثبوت میں اپنی حقانیت اور برتری کے ثابت کرنے کے لیے دنیا میں پیش کیا کرتا تھا ، وہ دلیلیں یہاں نہیں چل سکتیں ۔ میرے پاس اب اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے کوئی دلیل یا حجت یا ثبوت موجود نہیں ہے ۔ اب میرے جرائم پوری طرح ثابت ہوگئے ۔ اب کٹ حجتیاں بھی نہیں چل سکتیں ۔

پھر یہ کہ یہاں نہ میرا کوئی لشکر ہے ، نہ میرا کوئی حکم ماننے والا ہے ۔ میں یہاں ایک لاچار غلام کی طرح کھڑا ہوں جو اپنے بچانے کے لیے کوئی چال بازی نہیں کرسکتا ۔

* (تفسیر کبیر ، مجمع البیان ، تفہیم) *

عبرت انگیز تاریخی واقعات : ہارون رشید عظیم عباسی خلیفہ بیمار ہوا تو اس کا پیشاب طبیب کے سامنے رکھا گیا ۔ طبیب نے کہا : اس پیشاب کی شیشی والے سے کہدو کہ وہ اپنی وصیت کردے ۔ کیوں کہ اس کی طاقت ختم ہوچکی ہے ۔ اس کی بنیاد کھوکھلی ہوچکی ہے ۔

ہارون رشید طبیب کے یہ کلمات سن کر اپنی زندگی سے مایوس ہوگیا ، اور ایک شعر پڑھنے لگا جس کا مطلب یہ ہے : طبیب اپنی موت کا تو دفاع نہیں کرسکتا ، اگر وہ دفاع کی قدرت رکھتا تو خود اپنی

www.drhasanrizvi.com

اپنی بیماریوں سے کیسے مرتا ؟

پھر ہارون رشید نے اپنی قبر اپنے بستر کے پاس بنوائی، اور قبر دیکھ کر یہی آیت مَآ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِیَهْ ۚ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ۚ بار بار پڑھتا رہا اور حسرت یاس کے عالم میں مرگیا۔

* (سفینۃ البحار جلد اولیٰ) *

★ شیخ بہائی نے لکھا کہ : ایک شخص نے ایک دن اپنی عمر کا حساب لگایا تو ۲۱۵۰۰ دن نکلے۔ کہنے لگا: وائے ہو مجھ پر، اگر میں نے ہر روز صرف ایک ہی گناہ کیا ہے تو بھی اکیس ہزار پانچ سو گناہ کر چکا ہوں۔ اتنے کچھ گناہوں کے ساتھ خدا سے کس طرح ملوں گا؟ میرا کیا حشر ہوگا؟ اُسی وقت چیخ ماری اور مرگیا۔

* (سفینۃ البحار) *

سرِ عرش کانپ اُٹھا دلِ عصمتِ ملائک ∴ جو میں ساتھ لے کے پہنچا چشمِ گناہگاری

(جوشؔ)

★ مگر اس کا علاج میر انیسؔ نے لکھا :

رحمت کا تری اُمیدوار آیا ہوں ∴ منھ ڈھانپے کفن سے شرمسار آیا ہوں

چلنے نہ دیا بارِ گنہ نے پیدل ∴ اِس واسطے کاندھوں پہ سوار آیا ہوں

* (میر انیسؔ) *

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝۳۰ حکم ہوگا پکڑو اسے اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو۔

ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ۝۳۱ پھر اسے جہنّم کی بھڑکتی آگ میں جھونک دو۔

www.drhasanrizvi.com

ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا ۳۲ پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی
سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۳۲ لمبائی ستر ہاتھ جتنی ہو اُسے باندھ دو۔

اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ ۳۳ یہ بدمعاش نہ تو اللہ کو، جو
الْعَظِیْمِ ۳۳ بہت بڑا اور بزرگ و برتر ہے، دل
سے مانتا تھا،

وَلَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ ۳۴ اور نہ کسی غریب مسکین کو کھانا
الْمِسْكِیْنِ ۳۴ کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔

فَلَیْسَ لَهُ الْیَوْمَ هٰهُنَا ۳۵ تو آج نہ تو اس کا کوئی یار اور
حَمِیْمٌ ۳۵ مددگار ہے،

وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ۳۶ اور نہ اس کے زخموں سے بہتے ہوئے (پیپ) مواد
غِسْلِیْنٍ ۳۶ اور ان کے دھوئے ہوئے پانی کے سوا
اس کے لیے کوئی کھانا ہے۔ (یعنی، جہنمیوں کی پیپ، کافروں کا بدلودار پسینہ اُن کو کھلایا جائے گا)

www.drhasanrizvi.com

لَّا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ ﴿٣٧﴾ جسے غلط کام کرنے والوں کے سوا کوئی نہیں کھاتا۔ ع ۵

(تفسیر اہل بیت رسول)

صفحہ ۵۸۹۰

آیت ۳۲ کے بارے میں فرزند رسول خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

" اُس زنجیر کی لمبائی ستر ہاتھ ہے۔ اگر اُس کی ایک کڑی بھی دنیا پر رکھ دی جائے تو ساری کی ساری دنیا اُس کی گرمی سے پگھل جائے۔ (الامان ، الحفیظ)

(عام تفسیر) * (تفسیر صافی ۔ تفسیر قمی) *

آیت ۳۴ میں بتایا کہ: یہاں پر خدا آخرت کی سزائیں دینے کی وجوہات بیان فرما رہا ہے۔

(۱) آخرت کی سزائیں ملنے کا سب سے پہلا سبب خدا، رسول اور آخرت کو دل سے نہ ماننا یعنی: ابدی حقیقتوں کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنا۔

(۲) انسانوں کے حقوق مارنا۔ خاص طور پر غربا، فقرا، مساکین اور یتیموں کے حقوق۔

(۳) غریبوں، کمزوروں، مظلوموں کی مدد نہ کرنا۔ اب اس آئینے میں ہر شخص اپنی شکل دیکھ لے۔

ے لے کر عمل کا جائزہ ہم سا کبھی تو ہم ؛؛ اپنی بھی شکل دیکھتے آئینہ مجاز میں

* (ماجد قوز بریلوی) *

(۴) خود کسی بھوکے غریب کو کھانا کھلانا تو درکنار، وہ اتنا غریب دشمن انسان ہے کہ کسی سے یہ کہنا بھی پسند نہ کرتا تھا کہ کسی بھوکے کو روٹی ہی دے دو۔

* (تفسیر کبیر، تفہیم ۔ فصل الخطاب) *

www.drhasanrizvi.com

قرآن پر اعراب حضرتِ علیؑ کے حکم سے لگائے گئے صعصعہ بن صوحان کہتے ہیں کہ ایک عرب نے حضرت امام علی علیہ السلام کے سامنے یہ آیت اس طرح پڑھی لَا یَاکُلُہٗ اِلَّا الخَاطُوْن خاطون ۔ کے معنی قدم اٹھانے والے کے ہوتے ہیں ۔

اس پر حضرت امام علیؑ نے فرمایا : قدم تو سب اٹھاتے ہیں ۔ تو کیا خدا سب چلنے والوں کو جہنم کی غذا کھلائے گا ؟ پھر فرمایا : "اے شخص ! خاطون نہیں بلکہ اِلَّا الخٰطِئُوْن" یعنی : سوا خطا کرنے والوں کے ۔

اس کے بعد حضرت امام علی علیہ السلام نے ابوالاسود کو، جو ایک بڑا ادیب تھا، حکم دیا کہ اس وقت عربی زبان سے ناواقف لوگ بھی مسلمان ہو گئے ہیں اُن کے لیے ایسا کام کرو کہ وہ قرآن پڑھنے میں غلطی نہ کریں ۔"

اس حکم پر ابوالاسود نے الفاظِ قرآن پر اعراب : یعنی : زبر، زیر، پیش لگائے ۔

* (تفسیر نمونہ) *

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ پس کچھ نہیں (مگر) میں قسم کھاتا ہوں اُن چیزوں کی جو تم دیکھتے ہو،

وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اور اُن کی بھی جنھیں تم نہیں دیکھتے

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ حقیقت یہ ہے کہ یہ (قرآن) ایک صاحبِ عزت پیغام لانے والے (جبرئیل) کا بولا ہوا ہے ۔

www.drhasanrizvi.com

وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ ﴿۴۱﴾ اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے۔ تم
قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ﴿۴۱﴾ لوگ بہت کم ایمان لاتے ہو۔

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيلًا ﴿۴۲﴾ اور نہ یہ کسی کاہن کی باتیں ہیں،
مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿۴۲﴾ مگر تم ہو کہ بہت کم غور کرتے ہو۔

آیت ۳۸ صـ ۵۸۹۲ میں "فَلَا" (یعنی نہیں) یعنی تم لوگ جو کچھ بھی سمجھ رہے ہو، بات وہ نہیں ہے، بلکہ بات کچھ اور ہے۔ * (تفہیم، تفسیر کبیر) *

آیت ۳۹: خداوندِ عالم کا فرمانا کہ: "میں قسم کھاتا ہوں اُس کی جسے تم دیکھ رہے ہو اور جس کو تم نہیں دیکھتے۔"

* اِس سے معلوم ہوا کہ کائناتِ عالم کا ایک بہت بڑا حصّہ وہ ہے جسے ہم نہیں دیکھ سکتے۔ مثلاً ماہرین کے نزدیک صرف پانچ ہزار ستارے ہم دیکھ سکتے ہیں، باقی اربوں، کھربوں ستارے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھ سکتے۔ پانی کے ایک قطرے میں لاکھوں جاندار موجود ہیں۔ اِس حالت میں یہ عقل دشمنی ہے کہ ہم اپنے آپ کو صرف ظاہری محسوسات تک محدود کر دیں اور اُس عالم کو ماننے سے انکار کر دیں جسے ہم ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے۔ مثلاً عالمِ ارواح کا وجود عقلی و نقلی، بلکہ تجرباتی دلائل سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ ہمارے عالمِ جسم سے کہیں زیادہ وسیع و عریض ہے۔

* (تفسیر نمونہ) *

(آیت ۴۰ صـ ۵۸۹۲ پر:) عرب محاورہ میں قسم کھانے کا مطلب صرف کلام میں زور شور اور تاکید پیدا کرنا بھی ہوتا ہے۔ اب کیوں کہ قرآن کو لانے والے فرشتے جبرئیل تھے جو دکھائی نہ دیتے تھے،

www.drhasanrizvi.com

اور قرآن کو پہنچانے اور سمجھانے والے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ اس لیے قرآن کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لیے دو قسموں کے ذریعہ توجہ دلائی گئی۔

"رسولِ کریم" (عزت والا پیغام لانے والا) سے مراد جبرئیلِ امین ہیں۔

* (تفسیر کبیر بقول ابن مسیب، مقاتل، ابن قتیبہ، بحر) *

خداوندِ عالم نے قرآن کو رسولِ کریم یعنی جبرئیلؑ کا قول یا کلام کیوں فرمایا؟

حقیقتاً یہ خدا کا قول ہے جس کو جبرئیلؑ لے کر آئے۔ اور آیت ۴۳ میں واضح طور پر فرمایا کہ یہ رب العالمین کا نازل کیا ہوا کلام ہے۔" یہ لفظِ رسول از خود بتا رہا ہے کہ یہ قرآن دراصل نہ جبرئیلؑ کا کلام ہے، نہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔ ان دونوں کی حیثیت صرف پیغام پہنچانے والے کی ہے، پیغام کسی اور کا ہے (پیغامبر دونوں ہیں۔)

* (تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم) *

آیت ۴۱-۴۲: <u>شانِ نزول</u>: ابوجہل کہا کرتا تھا کہ محمدؐ شاعر ہے اور قرآن شاعری ہے۔ عقبہ یا عتبہ کہا کرتا تھا کہ محمدؐ کاہن ہیں۔۔

یہ ٹھیک ہے کہ قرآن کے الفاظ میں بلا کی ہم آہنگی ہے، خوبصورتی اور موزونیت ہے جو کانوں کو اچھی لگتی ہے اور عقل و روح پر اثر کرتی ہے، مگر قرآن شاعری نہیں ہے، ٹھوس حقائق کو پیش کرتا ہے۔ اسی طرح کاہنوں کی مسجع، مقفٰی بے معنی جنتر منتر کا بھی قرآن سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے کہانت و شاعری میں کوئی استدلال نہیں ہوتا، جبکہ قرآن میں بلا کا استدلال اور منطقی ارتباط پایا جاتا ہے صرف قرآن کی جاذبیت اور فصاحت و بلاغت کی وجہ سے اس کو شاعری یا کہانت نہیں کہا جا سکتا۔ ظاہری مشابہت وہ بھی صرف الفاظ کے ظاہری تراش خراش کی وجہ سے قرآن کو شاعری یا کہانت قرار نہیں دے سکتے

* (تفسیر نمونہ) *

سہ پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں :: کرگس کا جہاں اور ہے، شاہیں کا جہاں اور۔ (اقبال)

www.drhasanrizvi.com

تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۴۳﴾ یہ "قرآن" تمام جہانوں کے پالنے والے مالک کی طرف سے اُتارا ہوا ہے۔

قرآن مجید خداوندِ عالم کا ہی کلام ہے

ثبوت یہ ہیں کہ (۱) قرآن کو وہ شخص پیش کر رہا ہے جس کی شرافت و صداقت مسلّم تھی۔ ایسے شخص سے یہ توقع ہی نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ اپنے مالک پر اتنا بڑا جھوٹ باندھے کہ خدا کا کلام نہ ہو، اور وہ اپنے کلام کو خدا کا کلام کہے۔

(۲) سب دیکھ رہے تھے کہ رسولؐ جو پیغام پیش فرما رہے ہیں اُس میں اُن کا کوئی ذاتی مفاد نہ تھا، بلکہ حقیقت یہ تھی کہ اُنھوں نے اسلام اور قرآن کی خاطر اپنی عزّت، دولت، تجارت خاندانی مفادات، عیش و آرام سب کچھ برباد کر دیا۔ جس شخص کو سارا شہر مکّہ آنکھوں پر بٹھاتا تھا اُسے ہر قسم کی سہولت کی پیش کش بھی کی جا رہی تھی، پھر وہ ہر طرح کی مصیبت برداشت کر رہے تھے۔

(۳) سب دیکھ رہے تھے کہ جو قرآن پر ایمان لے آتا ہے اُس کی زندگی یک لخت بدل جاتی ہے، کسی شاعر، کاہن کے کلام میں کبھی یہ اثر نہیں ہوا کرتا کہ وہ زندگی اور معاشرے میں اخلاقی انقلاب معجزانہ انداز میں برپا کر دے۔ اور اُس کے ماننے والے اُس کے پیغام کے لیے ہر قسم کے مصائب برداشت کرنے پر مستعد اور کمربستہ ہو جائیں۔

(۴) عرب خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ شاعری کیا بلا ہے، اِس لیے قرآن شاعری نہیں ہے۔ کہانت اور جادو کے جنتر منتر بھی وہ خوب جانتے تھے۔ قرآن سے اِن خرافات کو دور کی بھی نسبت نہ تھی۔

(۵) یہ بھی عرب خوب جانتے تھے کہ دنیا میں کوئی شخص اتنا فصیح و بلیغ نہ تھا جو قرآن جیسا کلام بنا سکے

(۶) وہ لوگ خوب جانتے تھے کہ رسولؐ کے کلام کا انداز کیا ہوتا ہے اور قرآن اُس سے سراسر مختلف ہے۔

www.drhasanrizvi.com

(٧) زمین سے لیکر آسمان تک کا نظامِ قدرت اور یہ عظیم الشان کارخانۂ ہستی جس میں زبردست حکیمانہ قوانین اور ہمہ گیر نظم و ضبط نظر آتا ہے۔ شرک و انکار کو رد کر رہا تھا، اور توحید اور قرآن کے پیغام کو ثابت کر رہا تھا۔ آخرت کے شواہد پیش کر رہا تھا۔

(٨) نظامِ کائنات از خود بتا رہا ہے کہ ایک دن اُس کو ختم ہونا ہے، قیامت ضرور برپا ہونے والی ہے، اور عقل بتا رہی تھی کہ محمدؐ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ ان دونوں حقیقتوں کی قسم کھا کر یہ بات کہی گئی ہے کہ قرآن ایک لحاظ سے محمد مصطفےٰؐ اور جبرئیلؑ کا قول ہے۔ مگر در اصل عالمین کے پالنے والے مالک کا قول ہے۔

* (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم) *

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ﴿٤٤﴾ اور اگر اس نبیؐ نے خود گھڑ کر کوئی بات ہماری طرف منسوب کر دی ہوتی،

لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ﴿٤٥﴾ تو ہم اُس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔

آیت ۴۵ میں ہے کہ: "ہم اُس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔" اِس کا مطلب:

عرب محاورے کے مطابق سختی اور قوت کے ساتھ بدلہ لینے کے ہوتے ہیں۔

یعنی: اگر نبیؐ نے قرآن خود گھڑ کر ہماری طرف منسوب کر دیا ہوتا تو ہم اُن سے بڑی سختی کے ساتھ بدلہ لیتے۔ * (تفسیر صافی۔ تفسیر قمی) *

www.drhasanrizvi.com

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾ پھر اُس کی رگِ گردن کو کاٹ ڈالتے۔

فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾ تم میں سے کوئی "ہمیں" اس کام سے روک نہیں سکتا تھا۔

آیت ۴۶ کی تشریح : پہلے تو یہ بتا دیا گیا تھا کہ (۱) قرآن عالمین کے پالنے والے مالک کی طرف سے اُتارا گیا ہے۔ پھر یہ بتایا گیا ہے کہ (۲) ہمارے رسولؐ کی کیا مجال کہ وہ اپنی طرف سے کوئی بات خود بنا کر ہماری طرف منسوب کر سکے۔ اصل میں یہ ایک بے حد بلیغ انداز ہے رسولِ خداؐ کی صداقت اور حقانیت کو ثابت کرنے کا۔

* (فصل الخطاب) *

* یاد رہے کہ یہ کوئی عام اصول نہیں بتایا جا رہا ہے۔ مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ جو کوئی بھی نبوت یا امامت کا جھوٹا دعویٰ کرے گا، "ہم اُس کے ساتھ یہی سلوک کریں گے۔ یہ صرف رسولِ خداؐ کی حقانیت کا بیان ہے۔ * (تفسیر کبیر) *

* رہا وہ شخص جو نبوت کا جھوٹا دعویدار ہے، نہ معجزہ رکھتا ہے، نہ حقانیت کی کوئی دلیل رکھتا ہے، تو خدا کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ اُس کو فوراً ہلاک کر دے۔ خدا اُس کے ذریعہ لوگوں کی عقل و نظر کا امتحان لیتا ہے۔ کیوں کہ وہ ایک طرح سے شیطان کا ایجنٹ ہوتا ہے۔ ہر وہ شخص جو حق اور حقانیت کے معیار کو جانتا ہے، ایسے نبی یا امام کے جھوٹے دعوے کو از خود جھوٹ سمجھ سکتا ہے۔

* (تفسیر نمونہ) *

آیت ۴۷ کی تشریح : اصل بات اِس آیت میں یہ بتائی ہے کہ ہمارا نبیؐ اپنی طرف سے ہماری وحی میں

www.drhasanrizvi.com

کوئی کمی یا زیادتی نہیں کر سکتا۔ بفرضِ محال اگر وہ ایسا کرتا تو ہم اُس کو سخت سزا (یعنی شہ رگ گردن کاٹ) دیتے۔ مگر اس بات کو ایسے بلیغ انداز میں بیان فرمایا ہے کہ آنکھوں کے سامنے یہ نقشہ پھر جاتا ہے۔ (اس طرح کلام کی اہمیت اور نبی کی حقانیت و صداقت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے)

ایک بادشاہ کا مقرر کیا ہوا افسر، بادشاہ کے نام پر کوئی جعلی بیان بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کر دے تو بادشاہ کس طرح اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُس کا سر اُڑا دیتا ہے۔

★ مگر کچھ لوگوں نے اس آیت سے غلط نتیجہ نکالا کہ:

"اگر کوئی شخص نبوت کا دعوٰے کرے اور اُس کی گردن نہ کٹے، تو سمجھ لو کہ وہ اپنے دعوے میں سچا ہے۔ حالاں کہ 'جھوٹے خدائی کے دعوے دار بھی گذرے ہیں' جو برسوں دندناتے رہے 'تو یہ بات اُن کی صداقت کا ثبوت نہیں ہو سکتی۔ (یہ دلیل صرف سچے رسولؐ کی صداقت کو مزید ثابت کرنے کے لیے دی گئی ہے)

★ (تفسیر کبیر۔ تفہیم) ★

وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ (غرض) حقیقتِ حال یہ ہے کہ یہ "قرآن" برائیوں سے بچنے والے "متقین" کے لیے نصیحت (یا) سراسر بھلائی ہی بھلائی ہے۔

ب:- خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ "قرآن حقیقتاً برائی سے بچنے والے "متقین" کے لیے نصیحت کا سبق ہے۔" یعنی: قرآن، صرف اُن لوگوں کو برے کاموں سے بچا سکتا ہے جو بُرے نتائج سے بچنا چاہتے ہیں۔

★ (تفہیم۔ تفسیر کبیر) ★

www.drhasanrizvi.com

وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ ﴿٤٩﴾ اور ہم خوب جانتے ہیں کہ تم میں

مُّكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾ بہت سے ایسے جھٹلانے والے ہیں۔

وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٠﴾ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ "قرآن"

حق کے منکروں کے لیے بڑے سخت غم و غصّہ اور حسرت (کا سبب بنا ہوا) ہے

آیت ۴۹، ۵۰ :- مطلب یہ ہے کہ ابدی حقیقتوں کو جھٹلانے والوں کو بالآخر خوب پچھتانا پڑے گا اس لیے کہ انھوں قرآن کو جھوٹ سمجھا، اس لیے خدا نے اُن کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ (تفہیم)

★ قرآن، منکرینِ قرآن لیے قیامت کا دن حسرت و یاس کا سامان بن جائے گا۔ اس لیے کہ قیامت کے دن قرآن کی عظمت نمایاں ہوکر سامنے آچکی ہوگی، منکرینِ قرآن از خود سمجھ لیں گے کہ اُنھوں نے اپنی ضد، ہٹ دھرمی، مادّی مفادات، کبر و غفلت کی وجہ سے خدا کی کتنی عظیم نعمت کا انکار کیا تھا۔ اور اُس کے نتیجے میں کیسے کیسے دردناک عذاب کے مستحق بن گئے۔ پھر ساتھ ساتھ وہ اُن لوگوں کے بڑے بڑے مرتبے بھی دیکھیں گے جو قرآن کو زبان اور دل سے بھی مانتے تھے، اور اپنے اعمال و افعال سے بھی۔ اُس وقت وہ منکرین سخت افسوس کریں گے :

" وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ (سورۃ الفرقان ۲۵ آیت ۲۷، ۲۸۔ پارہ ۱۹)

" اور اُس دن ظالم (منکرین)، (سخت افسوس کے عالم میں) اپنے ہاتھ (اپنے ہی دانتوں سے) کاٹ کاٹ ڈالیں گے اور کہیں گے ہائے افسوس مجھ پر، کاش میں نے رسولؐ کے بتائے ہوئے راستے کو اختیار کیا ہوتا۔ ہائے افسوس، کاش میں نے فلاں کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔" ★ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَاِنَّہٗ لَحَقُّ الْیَقِیْنِ ﴿۵۱﴾ اور واقعًا بلاشبہ یہ "قرآن" بالکل یقینی طور پر ایک سچی حقیقت ہے۔

حق الیقین یعنی : سچا، واقعی، حقیقی یقین۔ یہ یقین کی آخری منزل ہے

★ یقین کی تین قسمیں یا منزلیں ہیں۔ (۱) علم الیقین، (۲) عین الیقین (۳) حق الیقین

(۱) علم الیقین یہ ہے کہ ہمیں عقلی دلائل سے یقین حاصل ہو جائے۔ مثلاً آگ کا یقین دھواں اٹھتا ہوا دیکھ کر ہو جاتا ہے۔ یا کوئی سچا آدمی بتا دے کہ فلاں جگہ آگ لگی ہوئی ہے۔

(۲) عین الیقین: جب ہم آگ کے شعلے لپکتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ یہ عین الیقین ہو گیا۔

(۳) حق الیقین: جب ہم آگ کے قریب پہنچ جائیں اور آگ کی گرمی کو محسوس کرنے لگیں تو اس کو حق الیقین کہتے ہیں۔ (اس کے بعد ایک منزل "فنا فی اللہ" کی ہے۔ جیسے لوہا آگ میں پڑا رہے یہاں تک کہ آگ کے سارے اوصاف اُس میں منتقل ہو جائیں۔ یعنی لوہے کو دیکھیں تو وہ آگ کے لال انگارے کی طرح خود بھی لال نظر آنے لگے۔

اِس آیت میں خداوندِ عالم یہ فرما رہا ہے کہ قرآن کے بتلائے ہوئے حقائق، حق الیقین ہیں یعنی سو فیصد سچے، حقیقی اور یقینی ہیں۔ مگر یہ عقل کے اندھے پھر بھی قرآن کے بتلائے ہوئے حقائق اور خود قرآن کی سچائی کا انکار کر رہے ہیں۔ گویا ایسے لوگ از خود گمراہ ہیں۔ اُن کی گمراہی اور غلطی کی کوئی حد ہے نہ حساب۔ یعنی بے حد اور بے حساب۔ ★ (تفسیر نمونہ) ★

★ حق اور یقین ایک ہی چیز ہیں۔ اور حق کی یقین کی طرف اضافت اِس طرح ہے جس طرح مسجد الجامع میں 'مسجد' کی جامع کی طرف اضافت ہے۔ یا دار الآخرۃ میں دار کی آخرت کی طرف اضافت ہے۔

www.drhasanrizvi.com

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿۵۲﴾ ع

پس آپ (اِس عطا کے شکرانے میں) اپنے عظیم پالنے والے مالک کی تسبیح کیا کیجیے۔ (یعنی اُس کے بے نقص ہونے اور انتہائی باکمال ہونے کا اعتراف کرتے رہیے۔) ﴿۵۲﴾ ﴿۵۲﴾

* : پچھلی آیات میں قرآن مجید کی چار صفات بیان کی گئی ہیں : *

(۱) پہلے فرمایا کہ : "قرآن" عالمین کے پالنے والے مالک کا اُتارا ہوا ہے۔

قرآن کی یہ صفت تمام لوگوں کے لیے ہے۔ کیوں کہ کائنات کا مالک سب کا مالک ہے اس لیے قرآن بھی سب کی ہدایت کے لیے اُتارا گیا ہے۔ جیسے دریا سب کے لیے بہایا جاتا ہے، سورج سب کے لیے چمکایا جاتا ہے۔ اب یہ اور بات ہے کہ کوئی اپنی آنکھ خود بند کرکے سورج کی روشنی سے فائدے حاصل نہ کرے۔

(۲) قرآن کی دوسری صفت یہ فرمائی کہ : "قرآن متّقین کے لیے سامانِ نصیحت ہے، سبق حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔"

قرآن کی یہ صفت صرف متّقین کے لیے ہے۔ اِس لیے کہ، صرف وہی لوگ قرآن سے نصیحت اور سبق حاصل کرتے ہیں جو ابدی تباہیوں سے بچنا چاہتے ہیں۔ جن کو تباہ ہوجانے کی کوئی فکر ہی نہ ہو وہ قرآن سے نصیحت یا سبق حاصل نہیں کرپاتے۔ مثلاً ڈاکٹر کتنا ہی

www.drhasanrizvi.com

حاذق اور حاذق اور عالم ہو، مگر جس شخص کو اپنی صحت کی پرواہ ہی نہ ہو، وہ اُس کے پاس کبھی نہ جائے گا، اور اس طرح اُس کے علم سے اُس مریض کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

(۳) قرآن کی تیسری صفت یہ بتلائی کہ: "قرآن کافروں کے لیے حسرت و ندامت کا باعث ہے"
یہ صفت قرآن کو نہ ماننے والوں کے لیے ہے کہ وہ قرآن کو نہ مان کر قیامت کے دن سخت حسرت و ملال کے عالم میں ہاتھ مل رہے ہوں گے۔

(۴) اور قرآن کی چوتھی صفت یہ بیان کی گئی کہ: "قرآن حق الیقین ہے۔"
قرآن کی یہ چوتھی صفت خاصانِ خدا، عرفاء، مفکرین اور مقربین کے لیے ہے۔ جو قرآن کے مطالب پر غور و فکر کرنے کے بعد خداوندِ عالم کی توفیقات کی وجہ سے قرآن کے الفاظ و معانی کو سَو فیصد سچی حقیقت دل سے مان لیتے ہیں، اور پھر اُس پر عمل کرنے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں۔

* (تفسیر نمونہ ۔ تفسیر کبیر ۔ تفسیر مجمع البیان) *

یہ بات کسی کو نہیں معلوم کہ مومن ⁂ قاری نظر آتا ہے، حقیقت میں ہے قرآن
(اقبالؒ)

* اِس آخری صفت کے اوّلین مصداق محمدؐ و آلِ محمدؐ ہیں۔ اِس لیے کہ حضورِ اکرمؐ نے اُن حضراتؑ کو قرآن کا ساتھی قرار دیا ہے کہ فرمایا: "میں تم میں دو بہت قیمتی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں (۱) اللہ کی کتاب و قرآن، (۲) اور دوسری میری عترت (اولاد) اہلبیتؑ۔ جب تک تم ان دونوں سے تعلق جوڑے رکھو گے کبھی ہرگز گمراہ نہ ہوگے، اور یہ دونوں کبھی ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر لوٹ کر آئیں گے۔" (صحیح مسلم۔ صواعقِ محرقہ)

اہلبیتِ پاک کے ہر سانس کو اے مدّعی ⁂ ہاں ملا کر دیکھ لے آیاتِ قرآنی کے ساتھ
(قمر جلالویؒ)

www.drhasanrizvi.com

سُورۃ المعارج "مکّی"

بلندیوں کے بیان کرنے والی سورۃ

فضائل اور خصوصیات

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص سورۃ المعارج کو پڑھتا ہے خدا اُس کو اُن لوگوں کا ثواب دیتا ہے جو امانتیں ادا کرتے ہیں اور اپنے عہد و پیمان پورے کرتے ہیں، اور اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

★ (تفسیر مجمع البیان جلد-۱) ★

★ کیوں کہ اس سورۃ میں خاص طور پر امانتوں کو ادا کرنے، عہد و پیمان کو پورا کرنے اور نمازوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے، اس لیے اس سورۃ کو پڑھنے والا ان تینوں کاموں کو انجام دینے لگتا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ سورتوں کو پڑھنے کا مطلب سمجھ کر پڑھنا ہے۔ بے سمجھے پڑھنا مراد ہوتا تو ایسا پڑھنے والا نہ سورۃ کی تعلیمات ہی کو جانتا، اور نہ عمل کرنے والے جیسا ثواب ہی پاسکتا۔ (مؤلف)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلعم نے فرمایا:

"جو شخص سورۃ سورۃ المعارج کو پڑھے گا، خداوندِ عالم قیامت کے دن اُس کے گناہوں پر باز پرس نہ کرے گا اور اُس کو جنت میں جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سکونت عطا فرمائے گا۔"

★ (تفسیر مجمع البیان جلد-۱) ★

www.drhasanrizvi.com

آیاتہا ۴۴ رکوعاتہا ۲

سُورَۃُ المَعَارِج

مکیۃ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ﴿۱﴾

ایک عذاب مانگنے والے نے اُس عذاب کو مانگا جو واقع ہونے ہی والا ہے۔ ﴿۱﴾

لِّلْکٰفِرِیْنَ لَیْسَ لَہٗ دَافِعٌ ۙ﴿۲﴾ حق کے منکر کافروں کے لیے کوئی اُسے ہٹانے والا نہیں ﴿۲﴾

۵۹۰۵

★ آیت ۱ کی تشریح : فرزند رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے

"جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امام علی علیہ السلام کی ولایت کا اعلان غدیر کے مقام پر فرمایا، تو حارث بن نعمان فہری جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ کیا یہ اعلان آپؐ نے خود اپنی طرف سے فرمایا ہے ؟ یا اللہ کے حکم سے ؟ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں نے یہ اعلان خدا کی طرف سے (خدا کے حکم سے) کیا ہے۔"

یہ سن کر اُس نے خدا سے عرض کی کہ: "اگر یہ بات سچی ہے تو اے اللہ! مجھ پر اپنا عذاب نازل فرما۔" (اُسی وقت ایک پتھر اُس کے سر پر گرا اور مقعد سے نکل گیا اور وہیں اُس کا خاتمہ کر دیا) (تفسیر مجمع البیان - تفسیر درِ منثور امام سیوطی)

★ اس واقعے کا ذکر سورۃ الانفال میں بھی آیا ہے : سورۃ الانفال میں اُس شخص کا قول یوں نقل ہوا کہ اُس نے خدا سے کہا تھا کہ:

"وَإِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ" (سورۃ الانفال آیت ۳۲ پارہ ۹)

یعنی: "اور جب اُنھوں نے کہا: اے اللہ! اگر یہ بات تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا پھر ہم پر کوئی اور دردناک عذاب ہی لے آ۔"

نوٹ : اس شانِ نزول کو شیعہ سنی اکابرین نے لکھا ہے جس کی مکمل تفصیل مع مکمل حوالوں کے علامہ امینی نے الغدیر جلد ۱ صفحہ ۲۳۹ سے صفحہ ۲۴۶ پر لکھی ہے۔ مثلاً:

(تفسیر غریب القرآن حافظ ابو عبیدہ ہروی، تفسیر شفاء الصدور ابو نقاش موصلی۔ تفسیر الکشف البیان از اسحاق ثعلبی۔ تفسیر ابوبکر یحییٰ القرطبی، تذکرۃ ابو اسحاق ثعلبی۔ کتاب نور الابصار از علامہ شبلنجی)

(کاتب: سید مصطفیٰ حسن زیدی)

www.drhasanrizvi.com

اعتراض ۱ :
یہ امام ابن تیمیہ نے اس تفسیر پر اپنی کتاب "منہاج سنۃ" میں زبردست اعتراضات کیے ہیں۔

(۱) غدیر کا واقعہ ۱۰ ہجری میں ہوا تھا جبکہ یہ سورۃ مکی ہے۔ جو ہجرت سے پہلے اتری تھی۔

جواب : اکابرین اور ماہرین نے اتفاق فرمایا ہے کہ بہت سی سورتیں مکی ہیں مگر ان کی بعض ابتدائی آیات مدینے میں آئی ہیں، اور اس کے برعکس بھی بہت دفعہ ہوا ہے۔

اعتراض ۲ اس حدیث میں آیا ہے کہ حارث بن نعمان فہری ابطح کے مقام پر رسولؐ کے پاس آیا اور اُس نے عذاب الٰہی کا سوال کیا۔ جبکہ ابطح مکے میں ایک درّہ ہے۔ مدینے میں کوئی جگہ ابطح نہیں ہے۔

جواب : اوّل تو تمام روایات میں ابطح کا ذکر نہیں آیا ہے
دوسرے یہ کہ "ابطح یا بطحا" ہر اُس ریگستان کو کہتے ہیں جس میں سیلاب کا پانی بہتا ہو۔ عرب شعراء کے ہاں یہ لفظ اسی معنی میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔

اعتراض ۳ قرآن تو یہ بتاتا ہے کہ پیغمبرؐ کی موجودگی میں عذاب خدا نہیں اُترتا، پھر یہاں کیسے اُترا ؟

جواب : تمام ماہرین کے نزدیک پیغمبر اسلام کے ہوتے ہوئے عمومی عذاب پوری اُمت پر نہیں اُترتا، لیکن خصوصی طور پر کسی خاص (عذاب مانگنے والے) آدمی پر عذاب اُترنا تاریخ اسلام سے پوری طرح ثابت ہے۔ مثلاً ابوزمعہ، مالک بن طالل، حکم ابن ابی العاص پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نفرین کی وجہ سے عذاب اُترنا تاریخاً ثابت ہے۔

اعتراض ۴ . اگر ایسا عذاب اُترا ہوتا تو اصحاب فیل پر عذاب کے واقعے کی طرح مشہور ہوتا۔

جواب : یہ شان نزول کافی مشہور ہے۔ آج بھی کم سے کم تفسیر اور حدیث کی تیس (۳۰) اُن کتابوں

www.drhasanrizvi.com

میں یہ واقعہ لکھا ہوا ہے، جو اکابرینِ اہلِ سنّت نے لکھی ہیں۔ پھر یہ کراموی، عباسی خلفاء کے Paid حاشیہ بردار لکھنے والوں نے جان بوجھ کر اس واقعے کو چھپایا اور نہ لکھا۔ تیسرے یہ کہ اصحابِ فیل کے واقعے نے پورے لشکروں کو تہس نہس کردیا تھا، اس لیے مشہور ہوا، جبکہ اِس واقعے میں صرف ایک آدمی واصلِ جہنّم ہوا۔ اس لیے زیادہ مشہور نہ ہوسکا۔

اعتراض ۵: استیعاب جیسی مشہور کتاب جو صحابہ کرام کے اوپر لکھی گئی ہے اُس میں کہیں حارث بن نعمان کا نام موجود نہیں ہے جس نے عذابِ الٰہی کا سوال کیا تھا۔

جواب: استیعاب جیسی تمام کتابیں کبھی یہ دعوٰی نہیں کرتیں کہ ہم نے تمام صحابہ کرام کے نام اور حالات جمع کردیے ہیں۔ مثلاً اسی کتاب الاستیعاب میں کل ۴۵۵۴ صحابہ کرام کا ذکر ہے۔ حالاں کہ تمام مورخین نے لکھا ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے آخری حج کیا تھا تو ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ صحابہ کرام حاضر تھے۔

(تفسیر نمونہ)

نوٹ:- (یہ جوابات اُن اعتراضات کے ہیں جو ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "منہاج السنّۃ" میں کیے۔)

* * *

٭ روایت میں ہے کہ حارث بن نعمان فہری نمازی، روزہ دار، حاجی، زکوٰۃ کا پابند تھا لیکن اعلانِ غدیر کی مخالفت اور ولایتِ حضرت امام علیؑ سے سرتابی کی بدولت حضورؐ کے سامنے واصلِ جہنّم ہوگیا۔
اسی بنا پر معصومینؑ سے مروی ہے (خلاصہ یہ ہے کہ) "اگر کسی کے نامۂ اعمال میں جس قدر بھی نیکیاں موجود ہوں لیکن اگر وہ ولایتِ حضرت امام علیؑ کا قائل نہ ہو تو خداوندِ کریم اُس کو جہنّم میں ڈال دے گا اور اُس کے تمام اعمال حبط ہو جائیں گے۔ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

مِّنَ اللّٰہِ ذِی الْمَعَارِجِ ﴿۳﴾ کیوں کہ یہ اس خدا کی طرف سے ہوگا جو بلندی کے زینوں کا مالک ہے۔

"معارج" مِعْرَج کی جمع ہے جس کے معنی زینہ، سیڑھی یا کوئی ایسی چیز، جس کی مدد سے اوپر چڑھا جائے۔ (مفردات امام راغب)

* آیت کا پیغام اور مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی ذات بہت بلند و بالا، ارفع و اعلیٰ ہے۔ اس کی خدمت میں پہنچنے کے لیے فرشتوں کو بھی پے در پے بلندیوں پر چڑھنا پڑتا ہے۔

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم۔ مجمع البیان) *

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴿۴﴾ جن پر فرشتے اور روح اُس کی طرف چڑھ چڑھ کر جائیں گے ایک ایسے دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

* فرزند رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "قیامت میں ٹھہرنے کے پچاس مقامات ہیں، اور ہر ہر مقام پر ہزار سال کھڑا رہنا پڑے گا۔" پھر امامؑ نے اسی آیت کی تلاوت فرمایا:

* (تفسیر نور الثقلین جلد ۵۔ تفسیر صافی بحوالہ کافی، امالی شیخ) *

* جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے دن کی لمبائی کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو

www.drhasanrizvi.com

آپؐ نے فرمایا: "قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ: مومن کو قیامت کا دن اُس سے بھی کم وقت کا محسوس ہوگا جتنی دیر میں وہ ایک واجب نماز دنیا میں پڑھ لیتا تھا۔"

* (تفسیر مجمع البیان - مسند احمد - تفسیر ابن جریر، قرطبی جلد ۱) *

* اِس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن مومن، منکر، نیک انسان کے احساسات مختلف ہو جائیں گے۔

* (مؤلف) *

* یہ آیت متشابہ آیت ہے کیوں کہ ہم نہ تو فرشتوں کی حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں اور نہ اُن کے آسمانوں پر چڑھنے کی حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں، اور نہ اللہ کے بارے میں یہ تصوّر درست ہے کہ وہ بلندیوں پر یا کسی خاص مقام پر رہتا ہے کیوں کہ خدا کی ذات ہر قسم کی قیود، زمان و مکان سے بلند ہے۔

* (تفسیر کبیر - تفہیم) *

* "الرُّوح" سے مراد جبرئیل بھی ہیں۔ ہر موقع پر اِس کے معنی الگ ہوتے ہیں۔ کبھی روح القدس (جبرئیلؑ) مراد ہوتے ہیں، کبھی کوئی خاص مخلوق مراد ہوتی ہے۔

* (تفسیر نمونہ) *

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا ۝٥ تو آپؐ بہت اچھے طریقے سے صبر و برداشت سے کام لیجئے۔

إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۝٦ وہ لوگ اُسے قیامت کو دور سمجھتے ہیں،

وَنَرَاهُ قَرِيبًا ۝٧ اور ہم اُسے بہت قریب دیکھ رہے ہیں۔

www.drhasanrizvi.com

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۸ جس دن آسمان پگھلی ہوئی چاندی جیسا ہو جائے گا،

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۹ اور پہاڑ رنگ برنگ کے دُھنکے ہوئے اُون کے گالوں جیسے ہو جائیں گے

وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۱۰ اور کوئی جگری دوست اپنے جگری دوست تک کو نہ پوچھے گا۔

يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ ۱۱ حالاں کہ وہ اُنھیں دکھائے بھی جا رہے ہوں گے (ہر) مجرم یہ تمنا کرے گا

لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ

يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ ۱۱ کہ اُس دن کی سزا سے بچنے کے لیے اپنے بیٹوں تک کو فدیے میں دے دے۔

وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۱۲ اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی تک کو بدلے میں دے دے،

وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ۱۳ اور اپنے بہت قریبی خاندان والوں کو

بھی فدیہ (بدلہ) میں دے دے جو اُس کو پناہ دینے والے تھے ۱۳

وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا ۙ ۱۴ بلکہ زمین پر جتنے ہیں سب کے

ثُمَّ یُنۡجِیۡهِ ۙ ۱۴ سب کو اپنے بدلے فدیہ میں دے دے

اور اس طرح اُس سزا سے چھٹکارا حاصل

کرلے۔

كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ۙ ۱۵ مگر یہ ہرگز نہ ہوگا۔ وہ تو ایک

دہکتی بھڑکتی آگ کا شعلہ ہوگا

نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۚ ۱۶ جو اُس کے گوشت، پوست، جوڑ

بند تک کو چاٹ جائے گا،

★ آیت ۹ ص ۵۹۱۰ کی تشریح مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن پہاڑ ایسی اُون کی طرح اُڑ رہے ہوں گے جو مختلف رنگوں سے رنگی ہوئی ہو۔ گویا قیامت کی سختی کا یہ عالم ہوگا کہ پہاڑوں کی بھی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔ پھر بھلا ہمارا کیا حال ہوگا؟ خدا سب مومنین کو اُس شدت سے محفوظ رکھے۔ (الامان الحفیظ)

★ (تفسیر صافی) ★

آیت ۱۰ کی تشریح: مطلب یہ ہے کہ ایسا نہ ہوگا کہ کافر قیامت کے دن ایک دوسرے کو دیکھ ہی نہ رہے ہوں

www.drhasanrizvi.com

گے۔ بلکہ سب کچھ دیکھ رہے ہوں گے کہ کس پر کیا گذر رہی ہے، مگر ہر شخص اپنی مصیبتوں میں اس قدر گرفتار ہوگا کہ اُس کو صرف اور صرف اپنے چھٹکارے کی فکر ہوگی، اِس لیے کوئی کسی کا حال نہ پوچھے گا۔

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم) *

آیت ۱۴ صفحہ ۵۹۱۱ پر کی تشریح: قیامت کے دن منکرینِ حق کی حالتِ زار کا بہترین نقشہ کھینچا گیا ہے کہ جن جن (لوگوں، دوست، رشتہ داروں وغیرہ) پر وہ دنیا میں اپنی جان چھڑکتے تھے، آج اُنہی کو اپنی جان بچانے کے لیے جہنّم کے حوالے کرتے چلے جا رہے ہیں۔

* (تفسیر ماجدی) *

آیت ۱۶ صفحہ ۵۹۱۱ پر کی تشریح: مطلب یہ ہے کہ جہنّم کی آگ ایسی ہوگی جو کسی مجرم کو نہ چھوڑے گی۔ اُن کی کھال اُتار اُتار کر کلیجے نکال لے گی۔

* (شیخ الاسلام عثمانی) *

؎ حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں قدرت کی تعزیریں (اقبالؔ)

تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَ تَوَلّٰى ﴿۱۷﴾ وہ (آگ) پکار پکار کر ہر اُس شخص کو اپنی طرف بلائے گی جس نے دنیا میں خدا اور رسولؐ کے احکامات پر عمل کرنے سے اپنا منھ موڑا تھا اور پیٹھ پھیری تھی۔

---

* مطلب یہ ہے کہ جب دنیا میں اُن کو خدا پر ایمان لانے اور خدا کی اطاعت کرنے کے لیے بلایا جاتا تھا تو وہ بلانے والوں سے نفرت کرتے اور دور بھاگتے تھے۔ آج جہنّم اُن کو بلا رہی ہے، اور وہ اُس میں جانے پر مجبور ہیں، بھاگ نہیں سکتے (ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ﴿١٨﴾ اور مال و دولت خوب جمع کیا

اُسے چھپا چھپا کر محفوظ جگہوں میں رکھا تھا۔

* اَوْعٰی سے مراد محفوظ مقام یا بنک میں جمع کیا۔ اور صحیح مصرف پر خرچ نہ کیا۔ (انوار النجف)

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿١٩﴾ حقیقتاً انسان بہت چھوٹے دل والا پیدا ہوا ہے،

اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿٢٠﴾ جب اُس پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے، تو وہ بیقرار ہوکر گھبرا اُٹھتا ہے،

وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿٢١﴾ اور جب کچھ دولت اُس کے ہاتھ آجاتی ہے یا جب اُسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو کنجوسی کرنے لگتا ہے

آیت ١٨: مال جمع کیا یعنی غریب لوگوں کا حق نہ ادا کیا۔

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ قرآن میں جہاں جہاں بھی دوزخیوں کا حال بیان ہوا ہے وہاں حقوق الناس کے ادا کرنے کی اہمیت کو خاص طور پر اُجاگر فرمایا ہے جہنم کی آگ قیامت کے دن اُنھیں اپنی طرف بلا رہی ہوگی جنھوں نے غریبوں کا حق مارا ہوگا اور خیرات نہ کی ہوگی۔ (مال جمع کرتے ہوں گے حقوق العباد تمام نہ کی ہوگی)

★ (فصل الخطاب) ★

آیت ١٩ میں: "هَلُوْعًا" کے معنی (١) سخت حریص (٢) چھوٹے دل والا کنجوس۔ (٣) لالچی، بے صبرا ←

(تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۲۰ ص ۵۹۱۲ پر : "جَزُوْعًا" کے معنی کسی نقصان پر اسقدر رونا پیٹنا، جزع فزع کرنا جو جائز غم کی حدوں سے بہت بڑھ جائے ۔

یہاں " شر " سے مراد فقر و فاقہ ہے۔

٭ (تفسیر صافی) ٭

آیت ۲۱ : ص ۵۹۱۳ پر : "مَنُوْعًا" کے معنی ضروری یا واجب حقوق کا روکنے والا، نہ ادا کرنے والا،

٭ (تفسیر صافی) ٭

٭ دوسرا مطلب یہ ہے کہ ایسا انسان جو بے صبرا ہو، ذرا سی تکلیف پر گھبرا اُٹھے، اور مایوس ہو جائے ۔ اور اگر مال مل جائے تو اچھے اچھے کاموں پر خرچ نہ کرے ۔

٭ (شیخ الاسلام عثمانی) ٭

اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ ﴿۲۲﴾ [۲۲] سوا اُن نماز پڑھنے والوں کے

الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ [۲۳] جو اپنی نماز کو ہمیشہ پابندی سے

دَآئِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ ادا کرتے ہیں ۔

وَالَّذِیْنَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ [۲۴] اور جن کے مال میں ایک مقرر

حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾ اور معین حق ہوتا ہے

لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۲۵﴾ سوال کرنے والے، اور نہ سوال کرنے والے محتاج و محروم کے لیے ۔

٭ محروم سے مراد وہ شخص ہے جو سوال کرنے سے شرماتا ہو ۔ (انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

آیت: ۲۲-۲۳ ص ۵۹۱۴ کی تشریح: فرمایا کہ: "وہ نمازی جو اپنی نمازوں کو ہمیشہ پابندی سے ادا کرتے ہیں"

* مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی نمازوں کی پوری پوری حفاظت کرتے ہیں۔ اُن کو کبھی ناغہ نہیں کرتے، بروقت ادا کرتے ہیں۔

* (ابوبکر جصّاص، ابنِ کثیر بقول ابنِ مسعود) *

* غرض: مراد وہ لوگ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ نمازیں وقت پر ادا کرنا ہم پر فرض ہے، اور اس فریضے کو ادا کرنا اپنے اوپر لازمی یا ضروری سمجھتے ہیں، اِس لیے نماز کو پابندی کے ساتھ وقت پر ہمیشہ ادا کرتے رہتے ہیں۔ (تفسیرِ اہلِ بیتؑ) * (تفسیرِ صافی) *

* حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے کہ "اِن الفاظ سے مراد وہ لوگ بھی ہیں جو رات کی قضا نمازوں کو دن میں اور دن کی قضا نمازوں کو راتوں میں ادا کرتے ہیں۔ * (الخصال) *

* نیز اِن سے مراد وہ اعلیٰ قسم کے لوگ بھی ہیں کہ جو نفل نمازوں کو اپنے اوپر واجب قرار دے کر اُنھیں ہمیشہ ادا کرتے رہتے ہیں۔ (یہ لوگ آیت کے اعلیٰ ترین مصداق ہیں)

* (تفسیرِ صافی) *

* کسی آدمی کا ہمیشہ نماز پڑھنا اِس بات کا واضح ثبوت ہے کہ وہ اللہ، رسولؐ، قیامت اور قرآن کو دل سے مانتا ہے، اور اپنے ایمان کے عملی تقاضوں کو پورا کرنے کی کوششیں بھی کرتا ہے۔

وہ نمازوں کی پابندی کرتے ہیں کا مطلب یہ ہے کہ: (۱) آرام طلبی، یا دنیا کی مصروفیات اور دوسری دلچسپیاں اُن کو نماز کی ادائیگی سے نہیں روک سکتیں۔ ہر کام چھوڑ چھاڑ نماز کے وقت اپنی نمازیں پابندی سے ادا کرتے ہیں۔

(۲) دوسرے معنی یہ ہیں کہ تمام نمازیں پورے سکون اور توجہ سے ادا کرتے ہیں۔ ٹھونگیں نہیں مارتے یا کسی طرح نماز کو لپیٹنے اور ختم کرنے کی فکر نہیں، بلکہ ٹھہر ٹھہر کر آرام سے نمازیں پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔

* (تفسیرِ کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم، مفردات) *

www.drhasanrizvi.com

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "خدا کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہوتا ہے جو پابندی کے ساتھ مستقل ادا کیا جائے، چاہے وہ کم ہی کیوں نہ ہو"۔

★ (تفسیر نور الثقلین جلد ۵) ★

آیت ۲۴ ص ۵۹۱۴ : میں "حَقٌّ مَّعْلُومٌ" کی تشریح :

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ "حق معلوم" سے مراد وہ مال ہے جسے کوئی شخص اپنے مال سے نکالے۔ (۱) اور وہ نہ زکوٰۃِ واجبہ ہو، نہ صدقۂ واجبہ (۲) جس پر اُسے اختیار ہے کہ زیادہ نکالے یا کم نکالے۔ (۳) پھر اُس مال سے وہ چاہے تو صلۂ رحمی کرے (یعنی کسی اپنے عزیز کو دے) یا کسی کمزور کو قوت پہنچائے یا کسی مسافر کو سوار کرائے یا اپنے کسی دینی بھائی کی مدد کرے یا کسی کی جو مصیبت میں مبتلا ہو، اُس کی مدد کرے۔

(گویا یہ وہ مال ہے جو زکوٰۃ و خمس واجبہ کے علاوہ نکالا جائے)

★ (تفسیر صافی بحوالہ کافی) ★

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "یہ آیت اُس شخص کے بارے میں اُتری ہے جسے خداوندِ عالم مال دے، اور وہ اُس میں سے ایک ہزار، دو ہزار یا تین ہزار یا اِس سے زیادہ یا کم الگ کر دے، اُس رقم کو صلۂ رحمی پر خرچ کرے، یا اُس مال کے ذریعہ اپنی قوم کی کسی تکلیف کو دور کر دے۔" ★ (تفسیر نور الثقلین جلد ۵) ★

آیت ۲۵ ص ۵۹۱۴ : "لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُومِ" کی وضاحت :

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "محروم" سے مراد وہ پیشہ ور کام کرنے والا ہے جو خرید و فروخت نہ کر سکے۔ (بے روزگاری کی وجہ سے) روزی نہ کما سکے"

www.drhasanrizvi.com

★ دوسری روایت میں ہے کہ "محروم" سے مراد وہ شخص بھی ہے جس کی عقل میں کوئی خرابی ہو اور وہ کام کرنے والا انسان بھی مراد ہے، جو روزی کماتا ہو، مگر اُس کی آمدنی کافی نہ ہو۔

★ (تفسیر صافی بحوالہ کافی) ★

★ "سائل" سے مراد پیشہ ور بھکاری نہیں ہیں، بلکہ وہ حاجتمند ہیں جو کسی سے مدد مانگ رہا ہو۔ اور "محروم" سے مراد بے روزگار یا کم آمدنی والے لوگ ہیں، جو ضروریاتِ زندگی تک سے محروم رہ جائیں۔ ایسے آدمی کے لیے یہ انتظار نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ سوال کرے، اُس کی بغیر سوال کیے مدد کرنی چاہیئے۔

★ (تفسیر کبیر۔ تفہیم) ★

★ "سائل اور محروم" میں فرق یہ ہے کہ سائل تو سوال کرتا ہے، مگر محروم شخص سوال نہیں کرتا اُس کو اُس کی حیاء روکتی ہے، مگر امداد کا مستحق ہوتا ہے۔ اسی لیے فرزندِ رسولِ خدا امام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "محروم" وہ ہے جو روزی کمانے کی محنت برداشت کرتا ہے مگر اُس کی زندگی مشکل ہو گئی ہو۔ (یعنی ضروری اخراجات بھی پورے نہ کر سکتا ہو)

★ (تفسیر نور الثقلین جلد ۵) ★

وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ [۲۶] وہ لوگ جزاء اور سزا کے دن

بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۲۶﴾ کو سچ مانتے ہیں۔

★ مطلب یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو خود کو دنیا میں غیر ذمہ دار نہیں سمجھتے۔ خدا کے سامنے خود کو جوابدہ سمجھتے ہیں۔ یعنی اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ ایک دن میں خدا کے سامنے حساب دینے کے لیے کھڑا کیا جاؤں گا

★ (تفسیر کبیر۔ تفہیم) ★

www.drhasanrizvi.com

وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ مِّنۡ عَذَابِ ۲۷ اور جو اپنے پالنے والے مالک
رَبِّہِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ ۚ﴿۲۷﴾ کی سزا سے ڈرتے رہتے ہیں۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّہِمۡ ۲۸ حقیقتاً اُن کے مالک کی سزا
غَیۡرُ مَاۡمُوۡنٍ ﴿۲۸﴾ ایسی ہی چیز ہے کہ اُس سے کبھی
بے خوف نہیں رہنا چاہیئے۔

وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِفُرُوۡجِہِمۡ ۲۹ اور وہ لوگ اپنی شرمگاہوں
حٰفِظُوۡنَ ﴿ۙ۲۹﴾ کی حفاظت کرتے ہیں۔

اِلَّا عَلٰۤی اَزۡوَاجِہِمۡ اَوۡ ۳۰ (یعنی جنسی بے راہ روی اختیار
مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُہُمۡ نہیں کرتے) سوا اپنی بیویوں اور
فَاِنَّہُمۡ غَیۡرُ مَلُوۡمِیۡنَ ﴿ۚ۳۰﴾ اُن کنیزوں کے جو اُن کی ملکیت میں
ہیں، (اُن سے جنسی تعلّقات قائم کرنے میں) اُن پر کوئی الزام نہیں۔

آیت ۲۸ تا ۳۰ کی تشریحات مطلب یہ ہے کہ وہ قیامت کے منکروں، کافروں کی طرح خدا سے نڈر

www.drhasanrizvi.com

نہیں رہتے ۔ وہ اپنی حد تک فرائض کو ادا کرتے ہیں اور بُرائیوں سے بچتے رہنے کی از حد کوششیں بھی کرتے ہیں، مگر اس کے باوجود خدا سے ڈرے اور سہمے رہتے ہیں کیوں کہ اُن کو ہر وقت (۱) یہ خوف لگا رہتا ہے کہ کہیں ہماری بُرائیاں ہماری نیکیوں سے نہ بڑھ جائیں ۔ (۲) اور یہ کہ نہ معلوم ہماری نیکیاں اس قابل بھی ہیں کہ خدا کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت حاصل کرسکیں ۔

(تفسیر اہل بیتؑ) ★ (تفسیر کبیر. تفہیم. مجمع البیان) ★

★ حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے اپنے فرزند کو وصیت فرمائی تھی :

"اے میرے بیٹے ! تم خدا سے اس طرح ڈرتے رہنا کہ اگر تم سارے لوگوں کی نیکیاں بھی لے آئے تو بھی یہ ڈر ہو کہ شاید خدا ان کو قبول نہ کرے ، مگر خدا سے اس طرح اُمید باندھے رکھنا کہ اگر تم تمام اہلِ زمین کے گناہوں کے برابر بھی گناہ لے کر خدا کے پاس جاؤ تب بھی شاید خدا اپنی رحمت سے تمھیں معاف کردے ۔"

★ (جامع الاخبار) ★

★ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا : "کوئی شخص بھی صرف اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوگا ۔"

لوگوں نے دریافت کیا : "یا رسول اللہ ص ! کیا آپؐ بھی" ؟

فرمایا : "ہاں ، میں بھی اسی طرح ہوں ، مگر یہ کہ خدا کی رحمت ہمارے شاملِ حال ہو ۔"

★ (تفسیر نمونہ) ★

نوٹ : یاد رہے کہ یہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے پناہ انکساری اور حد درجہ کا کمال عبدیت ہے جس کا ہم جیسے خطاکار تصور بھی نہیں کرسکتے ۔ ★ (مؤلف) ★

★ دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ : اللہ کا عذاب کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے کوئی بے فکر اور بے خوف ہوکر بیٹھ جائے ۔ ★ (شیخ الاسلام عثمانی) ★

www.drhasanrizvi.com

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ ۳۱ اب جو اس سے آگے بڑھا تو
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۳۱ ایسے لوگ حد سے آگے بڑھنے والے
ستمگار سخت گنہگار ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ ۳۲ اور وہ لوگ امانتوں کی حفاظت
وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۳۲ کرتے ہیں، اور اپنے عہد و پیمان کا
پاس اور لحاظ رکھنے والے ہوتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ ۳۳ اور وہ اپنی گواہیوں پر قائم
قَآئِمُوْنَ ۳۳ رہتے ہیں۔ (نہ گواہی سے پھرتے ہیں، نہ کمی زیادتی کرتے ہیں)

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ ۳۴ اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت
يُحَافِظُوْنَ ۳۴ کرتے ہیں۔ (نمازوں کو پابندی سے وقت پر ادا کرتے ہیں)

اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۳۵ یہ لوگ جنتوں کے گھنے اور سرسبز ع ۱
شاداب باغوں میں بڑی عزت و احترام کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

"اولٰئک" یعنی وہ نماز گذار لوگ جن میں یہ مذکورہ صفات پائی جائیں (۱) نوافل کی پابندی کرنا، اور

www.drhasanrizvi.com

(۲) راہِ خدا میں خرچ کرنا (۳) قیامت کی تصدیق کرنا (۴) خوفِ خدا رکھنا۔
(۵) پاکدامنی۔ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنا۔ (۶) امانتوں کو ادا کرنا۔ (۷) عہد کو پورا کرنا (۸) شہادات (گواہیوں) پر جمے رہنا۔ (۹) فریضہ نمازوں کی وقت پر ادائیگی۔
پس یہ لوگ انہی صفاتِ حسنہ کی بدولت جنّت میں کرامت پائیں گے۔

٭ (تفسیر انوار النجف) ٭

آیت ۳۲ : میں عہد و پیمان کا پاس یا لحاظ رکھنے سے مراد یہ ہے کہ انسان جو عہد کرے اُس کو ضرور پورا کرے۔ کیوں کہ خدا سے انسان نے عالم ذر میں "خدا کا کلمہ پڑھ کر یہ عہد لیا ہے کہ اُس کی یکتائی اور حکومت کو دل و جان سے مانے گا" اِس لیے زندگی کے ہر معاملے میں خدا کے احکامات کی اطاعت کرنا بھی عہد کو پورا کرنا ہے۔

٭ (فصل الخطاب) ٭

زباں سے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل ٭ دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

٭ (اقبال) ٭

٭ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ فرمایا:
" اَلْاِیْمَانُ ھُوَ الْعَمَلُ " ایمان عمل کرنے کا نام ہے۔ (الحدیث)

٭ امانتوں کے ادا کرنے سے مراد یہ ہے کہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو خدا کی امانتیں سمجھ کر اُن کو خدا کی مرضی کے مطابق استعمال کیا جائے۔

٭ اور عہد سے مراد "وہ عہد بھی ہے جو کہ ہم نے خدا سے اُس کی توحید کو ماننے اور اطاعت کرتے رہنے کا کیا۔ اور عہد سے مراد آپس کے معاہدے بھی ہیں جو ہم ایک دوسرے سے کرتے رہتے ہیں۔

٭ (تفسیر کبیر۔ تفہیم) ٭

٭ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِیْنَ

www.drhasanrizvi.com

لِمَنْ لَّا عَھْدَ لَہٗ " جو امانت ادا نہیں کرتا اُس کا کوئی ایمان نہیں، اور جو عہد کو پورا نہیں کرتا اُس کا کوئی دین نہیں۔"

٭ (بیہقی فی شعب الایمان) ٭

٭ غرض امانت کا مفہوم بہت وسیع ہے اِس میں خدا کی دی ہوئی تمام نعمتیں شامل ہیں جو ہمارے پاس خدا کی امانتیں ہیں۔ ہمارے ہاتھ پاؤں، تمام اعضا اور صلاحیتیں بھی خدا کی امانتیں ہیں۔

٭ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

" اللہ تعالیٰ کا تم پر سب سے کم حق یہ ہے کہ اُس کی عطا کردہ نعمتوں سے اُس کی نافرمانی نہ کرو۔"

(نہج البلاغہ، کلمات قصار)

آیت ۳۳ گواہیوں پر قائم رہنے کے معنی یہ ہیں کہ جن جن باتوں کی گواہی دیتے ہیں وہ بالکل سچ اور بلا کمی، زیادتی کے ٹھیک ٹھیک گواہی دیتے ہیں۔ اسی طرح وہ خدا کی وحدانیت وحاکمیت کی بھی گواہی کلمہ پڑھ کر دیتے ہیں تو اِس گواہی کے علمی اور منطقی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں یعنی ہر معاملہ میں خدا کی اطاعت کرتے ہیں۔ ٭ (تفسیر ماجدی، تفسیر کبیر) ٭

آیت ۳۴ : وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں:

محققین نے نتیجہ نکالا کہ خدا کی اطاعت کے سلسلے میں اوّلین اہمیت نماز کو حاصل ہے کیوں کہ خدا نے اعمالِ حسنہ کی فہرست میں سب سے پہلے نماز کا ذکر فرمایا اور اسی نماز پر اعمالِ حسنہ کی فہرست کو ختم فرمایا۔

٭ (ابن کثیر) ٭

نماز کی حفاظت سے مراد (۱) فرض نمازوں کو اُن کے وقت پر پابندی سے ادا کرتے رہنا (۲) نماز سے پہلے یہ اطمینان کر لینا کہ کپڑے پاک ہیں، اور نماز کی جگہ غصبی نہ ہو۔ (۳) باوضو

www.drhasanrizvi.com

نماز پڑھنا" اور وضو کرتے وقت تمام اعضائے وضو کو اچھی طرح سے دھونا (۴) نماز کے تمام ارکان کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنا (۵) نماز کے آداب کا پورا پورا لحاظ رکھنا یعنی بہترین کپڑوں میں خوشبو لگانا "مسواک کرکے" پوری پوری توجہ اور یکسوئی سے نماز ادا کرنا (۶) خدا کی نافرمانیاں کرکے اپنی نمازوں کو ضائع نہ کرنا۔

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم۔ مجمع البیان) *

نماز کی اہمیت :

نماز کو سب سے زیادہ اہمیت اس لیے دی گئی ہے کہ : (۱) نماز انسان کا تعلق خداوند کریم و رحیم سے ہر وقت جوڑے رکھتی ہے۔ (۲) خدا کا خوف اور خدا کے سامنے کھڑے ہونے کا احساس تازہ رکھتی ہے۔ (۳) جس کی وجہ سے انسان ہر قسم کی برائی سے بچ سکتا ہے (۴) خدا کی طرف مستقل توجہ قائم رکھ سکتا ہے۔ (۵) نماز معاشرے کو ذمے دار اور پاکباز بناتی ہے (۶) اور قربِ خداوندی کا شوق پیدا کرتی ہے۔ اور (۷) بالآخر قربِ خداوندی تک پہنچا دیتی ہے ؎ " بحمد اللہ کہ ربطے ہست با مطلق مقیدرا "

(۸) دلوں کو خدا کی عظمت کے سامنے جھکا دیتی ہے جو انسان کی اصل معراج ہے۔

(۹) خدا کی محبت دلوں میں پیدا کرکے اُس محبت کی حفاظت کرتی ہے۔

؎ کیا نمازِ شاہؑ تھی ارکانِ ایمانی کے ساتھ ∴ دل بھی جھک جاتا تھا ہر سجدے میں پیشانی کے ساتھ

(۱۰) نماز کی وجہ سے انسان غیرِ خدا سے تمام توقعات کاٹ کر خداوندِ عالم سے رابطہ رکھتا ہے اور ساری خدائی سے بے نیاز ہو کر اُسی خالق و مالک کا بندہ ہو جاتا ہے۔

؎ یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ∴ ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات (اقبال)

(۱۱) نماز کی وجہ سے انسان کے اندر سے کبر و نخوت ختم ہو جاتا ہے۔ (قول جناب سیدہؑ در خطبہ)

(۱۲) نماز کی وجہ سے انسان کے اندر دوسروں کی عزت کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ کیوں کہ نمازِ جماعت

www.drhasanrizvi.com

میں سب چھوٹے بڑے، غریب اور امیر، بادشاہ و وزیر ایک ساتھ صف بستہ کھڑے ہوجاتے ہیں، یہاں تک کہ بادشاہ کا سر غلام کے قدموں سے قریب تر ہوجاتا ہے۔

؎ "اصل مذہب احترام آدمی است"

؎ آگیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز ∴ قبلہ رُو ہوکے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز ∴ نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندۂ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے
(اقبال)

(۱۳) غرض نماز سے انسان کے اندر خدا پر ایمان اور بھروسہ پیدا ہوتا ہے۔ اور خدا نے فرمایا کہ: "وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ" (سورۃ الطلاق آیت ۳ پارہ ۲۸)

اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے، تو وہ خود اُس کے لیے کافی ہوجاتا ہے۔

(۱۴) فرزندِ رسول الثقلین حضرت امام حسین علیہ السلام نے کربلا کے میدان میں نماز کی اہمیت کو جس طرح اُجاگر، روشن اور واضح فرمایا کوئی اس طرح نماز کی اہمیت کو نہ بتا سکا۔

؎
حسینؑ نازِ مشیت، حسینؑ امامِ نیاز ∴ حسینؑ ایسی حقیقت جو اصل میں اعجاز
حسینؑ اپنے ہی جدّ کی یہ مستقل آواز ∴ ہزار کرب و بلا ہو، مگر نماز نماز
جناں کی سمت نہ وقتِ نماز بڑھ کے چلے
نماز رہ گئی، ایسی نماز پڑھ کے چلے
رجوع جس میں کہ دل سوئے حق لپکتا تھا ∴ خضوع جس کو بحیرت خلوص تکتا تھا

www.drhasanrizvi.com

خشوع جس میں نظامِ نفس کو سکتہ تھا ∴ رکوع جس میں کہ تازہ لہو ٹپکتا تھا

پھر اپنے خون سے محکم بنائے دیں رکھدی
زمیں کو ہوگئی معراج یوں جبیں رکھدی

* (آلِ رضاؒ) *

(۱۵) نماز کی عظمت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ: خداوند عالم نے ارشاد فرمایا:

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (سورۃ البقرۃ آیت ۱۵۲ پارہ ۲)

تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد رکھوں گا

ایسے ہی لوگ جنّتوں کے گھنے اور سرسبز و شاداب باغوں میں
بڑی عزّت و احترام کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (القرآن)

فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ [۳۶] تو ان حق کے منکروں، کافروں کو

مُهْطِعِينَ ﴿۳۶﴾ کیا ہو گیا ہے کہ گردن اٹھائے آپؐ کو اذیت دینے

اور مذاق اڑانے کے لیے آپؐ کی طرف دوڑے چلے آتے ہیں؟

عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ [۳۷] غول در غول، داہنی طرف سے

عِزِينَ ﴿۳۷﴾ بھی، اور بائیں طرف سے بھی۔

www.drhasanrizvi.com

آیت ۳۶ میں "مُھطِعِینَ" یہ لفظ "مھطع" سے بنا ہے۔ اُس شخص کو کہتے ہیں جو گردن اٹھائے تیزی کے ساتھ کسی چیز کی تلاش میں بھاگا چلا جارہا ہو۔ اور کبھی اِس کے معنی کسی بات کو معلوم کرنے کے لیے گردن اٹھانا بھی ہوتے ہیں۔ * (مفردات امام راغب) *

آیت ۳۷ میں جو ذکر ہوا ہے۔ یہ اُن کافروں، منکروں اور حق دشمنوں کا ذکر ہے کہ جب رسولِ خداؐ لوگوں کو خدائے واحد کی طرف بلاتے تھے، تو یہ لوگ غول در غول ہر طرف سے دوڑ دوڑ کر آتے تھے اور آپؐ کو طرح طرح سے پریشان کرتے تھے۔ * (فصل الخطاب) *

اَیَطۡمَعُ کُلُّ امۡرِیٴٍ مِّنۡهُمۡ ۳۸ کیا اِن میں سے ہر ایک یہ لالچ
اَنۡ یُّدۡخَلَ جَنَّةَ نَعِیۡمٍ ۳۸ رکھتا ہے کہ وہ نعمتوں بھری جنّت کے
گھنے سرسبز و شاداب باغ میں داخل کردیا
جائے گا ؟

کَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقۡنٰهُمۡ ۳۹ ہرگز نہیں۔ حقیقت یہ ہے
مِّمَّا یَعۡلَمُوۡنَ ۳۹ کہ ہم نے اُن کو جس چیز سے پیدا کیا ہے
اُسے یہ خود خوب جانتے ہیں۔

آیت ۳۸-۳۹ کی تشریح: مطلب یہ ہے کہ یہ حق دشمن لوگ اپنے کردار کے لحاظ سے اپنی اسی نجاست (حق دشمنی) پر قائم ہیں۔ انھوں نے خود کو پاک کرنے کی کوشش ہی نہیں کی، انھوں نے

www.drhasanrizvi.com

کبھی ابدی حقیقتوں کو سمجھنے، غور کرنے اور دل سے ماننے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی، اِس لیے اب وہ پاک لوگوں کی جنّت میں کیسے جا سکتے ہیں؟ وہ اپنے شرک و کفر و عصیان کی وجہ سے نجس ہیں۔

* (فصل الخطاب) *

قرآن مجید نے انسان کی کامیابی کے لیے یہ فارمولا دیا ہے کہ: "لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى"

یعنی: " انسان کے لیے کچھ نہیں ہے سوا اُس کے جس کے لیے وہ کوشش کرے "

پیغام (۱) یہ بات بتائی جارہی ہے کہ جنّت میں جانے کا استحقاق یہ نہیں ہے کہ وہ نطفے سے بنا ہے بلکہ اُس نے کتنے اچھے اوصاف اپنے اندر پیدا کیے ہیں۔

(۲) کفّار یہ جانتے ہیں کہ نطفے جیسی حقیر چیز سے اُن کو بنایا گیا ہے۔ اگر وہ اپنی پیدائش ہی پر غور کر لیتے تو آسانی سے سمجھ سکتے تھے کہ وہ ہماری گرفت سے باہر نہیں نکل سکتے۔ (۳) جو خدا نطفے جیسی حقیر چیز سے انسان جیسی عظیم چیز کو پیدا کرنے پر قادر ہے بھلا وہ ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیوں نہیں کر سکتا؟

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم) *

حاصلِ مطلب یہ ہے کہ مٹی جیسی حقیر چیز اور نطفے جیسے گھناؤنے قطرے سے بننے والا انسان از خود بھلا اس لائق کہاں ہو سکتا ہے کہ جنت جیسی پاک و پاکیزہ، بلند و بالا باغوں میں قدم رکھ سکے مگر ہاں جب یہی انسان اپنے اندر ایمان و یقین اور عملِ صالح کی صلاحیت پیدا کر لیتا ہے تو پھر جنّتیں اُس کے قدم چومتی ہیں۔ * (شیخ الاسلام عثمانی) *

جب اِس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ روح الامیں پیدا

(اقبال)

www.drhasanrizvi.com

فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ ﴿۴۰﴾ پس یہ ہرگز نہ ہوگا، میں قسم
وَ الْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے
مالک کی کہ حقیقتاً ہم اِس بات پر
قادر ہیں،

عَلٰٓی اَنْ نُّبَدِّلَ خَیْرًا مِّنْهُمْ ﴿۴۱﴾ کہ ہم اُن کے بدلے اُن سے اچھے
وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ ﴿۴۱﴾ لوگ پیدا کر دیں اور ہمیں بے بس
نہیں بنایا جا سکتا۔ یا ہم سے کوئی
آگے نہیں بڑھ سکتا۔

فَذَرْهُمْ یَخُوْضُوْا وَ یَلْعَبُوْا حَتّٰی ﴿۴۲﴾ لہٰذا آپؐ انھیں اُن کی بیہودہ
یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾ باتوں اور کھیل کود میں پڑا چھوڑ دیں،
یہاں تک کہ یہ اپنے اُس دن کو پہنچ جائیں جس کا اُن سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

آیتؑ : سورج ہر روز ایک نئے زاویے سے طلوع اور ایک نئے زاویے سے غروب ہوتا ہے
اس لیے مشرق اور مغرب ایک نہیں ہے بلکہ بہت سی مشرقیں اور بہت سی مغربیں ہیں۔ (تفہیم القرآن)
آیتؑ کی تشریح : مطلب یہ ہے کہ اللہ اس بات پر خوب قادر ہے کہ اُن سے بہتر لوگ پیدا کر دے

www.drhasanrizvi.com

اِس طرح کہ اپنا عذاب بھیج کر اُن حق دشمنوں کا خاتمہ کر دے اور اُن کے بدلے دوسرے لوگوں کو پیدا کر دے جو عمل کے لحاظ سے اُن سے بہتر ہوں ۔

* (تفسیر ماجدی ۔ تفسیر صافی) *

حاصلِ مطلب یہ ہے کہ اے رسولؐ ! آپ اِن کفّار کو ہنسی ٹھٹھا کر لینے دیجیے ۔ ہم اسلام کی خدمت کے لیے اِن سے کہیں بہتر قوم لے آئیں گے ۔

چنانچہ خداوندِ عالم نے قریشِ مکّہ کی جگہ انصارِ مدینہ کو اسلام کی خدمت کے لیے کھڑا کر دیا ۔

* اور مشارق اور مغارب کی قسم اِس لیے کھائی کہ جو خدا ہر روز مشرق و مغرب کو بدل سکتا ہے اُس کے لیے بھلا کیا مشکل ہے کہ تمھاری جگہ دوسروں کو بدل کر لا دے جو اسلام کی خدمت کریں ۔

* (شیخ الاسلام عثمانی) *

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ۝۴۳

۴۳ جس دن یہ اپنی قبروں سے بڑی تیزی کے ساتھ نکلیں گے ، اور اُسی طرح دوڑے بھاگے جا رہے ہوں گے جس طرح وہ اپنے بتوں کی طرف دوڑ رہے ہوں ۔

---

* " نُصُب " سے مراد عبادت کرنے کی جگہیں ہیں ۔ یا وہ جھنڈے ہیں جو وہ بتخانوں پر لگاتے اور لوگ اُن کی طرف دوڑتے ہوئے آتے ۔ (تفسیر صافی)

* یہ بھی لکھا ہے کہ وہ کسی بلانے والے کی طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے ۔ * (تفسیر قمی) *

www.drhasanrizvi.com

"نُصُب" سے مراد نصب شدہ پتھر یا ستون بھی ہیں جن کی طرف گھوڑے ریس (دوڑ) کے وقت دوڑائے جاتے ہیں۔ انہی دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی طرح یہ منکرینِ حق خدا کے حکم پر حساب دینے کے لیے دوڑ رہے ہوں گے۔ مگر یہ دوڑنا تعریف میں نہیں بلکہ طنزاً فرمایا گیا ہے۔ کیوں کہ وہ اختیاراً نہیں، بلکہ خدا کے حکم پر مجبوراً دوڑ رہے ہوں گے۔

* (مفردات امام راغب) *

"نُصُب" کے معنی میں مفسّرین میں اختلاف ہے۔

(۱) کچھ مفسّرین نے اس کے معنی بُت لکھے ہیں۔ (۲) کچھ نے خدا کی مقرّر کی ہوئی جگہوں کے لکھے ہیں جہاں خدا سب کو جمع ہونے کا حکم دے گا۔

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم) *

* "نُصُب" سے مراد وہ بُت ہیں جو کعبہ کے گرد نصب کیے گئے تھے، گاڑے گئے تھے۔ جن کی طرف کفّار و مشرکین بڑی محبّت اور عقیدت سے، ذوق و شوق سے لپکتے، جھپٹتے، بھاگتے، دوڑتے آیا کرتے تھے۔ * (شیخ الاسلام عثمانی) *

خَاشِعَةً اَبۡصَارُهُمۡ تَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الۡيَوۡمُ الَّذِىۡ كَانُوۡا يُوۡعَدُوۡنَ ﴿۴۴﴾ ع ۲

|۴۴| اُن کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلّت و خواری اُن پر چھائی ہوئی ہوگی۔ یہی وہ دن ہے جس کا اُن سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ |۴۴|

ذلّت و خواری کے چھانے کا سبب خود اُن کا کفر، شرک، حق دشمنی اور ہٹ دھرمی ہوگی۔

www.drhasanrizvi.com

سُورَۃُ نُوحٍ مَکِّیَّۃٌ

حضرت نوحؑ کے واقعے کے بیان کرنے والی سورت

فضائل و خصوصیات

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

★ "جو شخص سورۃ نوحؑ کو پڑھے گا، وہ اُن مومنین میں ہوگا جن کو حضرت نوحؑ کے پیغام کی شعاعیں ڈھانپ لیتی ہیں۔" ★ (تفسیر مجمع البیان جلد ۱۰) ★

کیوں کہ جو شخص بھی سورۃ نوحؑ کو سمجھ کر پڑھے گا وہ حضرت نوحؑ کے پیغام کو بھی سمجھ لے گا اس طرح اُس کے دل میں وہ استدلال بیٹھ جائے گا جو حضرت نوحؑ نے توحید، عدل اور آخرت کے بارے میں فرمایا ہے۔ پھر وہ اُن کی تعلیمات و ہدایات پر عمل کرے گا، اور اس طرح اس بات کا مستحق قرار پائے گا کہ حضرت نوحؑ کے پیغامات کی شعاعیں اُس کو ڈھانپ لیں۔

★ (مؤلف) ★

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "جو شخص خدا اور قیامت کے دن کو مانتا ہے اُس کو چاہیئے کہ سورتِ نوحؑ کی تلاوت کو ترک نہ کرے۔ کیوں کہ جو شخص صبر و استقامت کے ساتھ خدا کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے اِس سورت کو اپنی واجب یا سنّت نمازوں میں پڑھا کرے گا، خدا اُس کو نیک لوگوں کے درجات عطا فرمائے گا اور جنّت کے باغوں میں سے تین باغ اُس کے اپنے باغوں کے علاوہ ضرور عطا فرمائے گا، صرف سورتِ نوحؑ کے پڑھنے کے احترام میں۔ ★ (تفسیر مجمع البیان) ★

★ مگر یہ انعام اُن لوگوں کے لیے ہے جو سمجھ کر پڑھیں اور حضرت نوحؑ کے پیغامات و ہدایات کی روشنی میں زندگی بسر کریں۔ ★ (تفسیر نمونہ) ★

www.drhasanrizvi.com

آیاتھا ۲۸ رکوعاتھا ۲

سُوْرَةُ نُوْحٍ مَّكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

إِنَّآ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦٓ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ①

① ہم نے نوحؑ کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا کہ تم اپنی قوم کے لوگوں کو (ابدی ہلاکتوں سے) ڈراؤ، اِس سے پہلے کہ اُن کے پاس ایک سخت تکلیف دینے والی سزا آجائے۔ ①

★ حضرت نوح علیہ السلام کی ایک اہمیت یہ ہے کہ طوفانِ نوحؑ کے بعد انسانی نسل کا

www.drhasanrizvi.com

سلسلہ حضرت نوح علیہ السلام سے دوبارہ شروع ہوا۔ اسی لیے حضرت نوحؑ کو آدمِ ثانی کہتے ہیں۔

* (تفسیر ماجدی) *

* مطلب یہ ہے کہ سب سے پہلے خداوندِ عالم نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے پاس حضرت نوحؑ کو بھیجا' یہ بتانے کے لیے کہ جن اخلاقی بیماریوں میں تم مبتلا ہو وہ تمھیں خدا کے عذاب کا نشانہ بنادیں گی۔ اگر تم مکمل تباہی اور بربادی سے بچنا چاہتے ہو تو میں تم کو اس کا طریقہ بتاتا ہوں' تم اُس پر عمل کر کے ہر قسم کی تباہی سے بچ سکتے ہو۔

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم) *

قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲﴾

﴿۲﴾ اِس پر نوحؑ نے کہا: "اے میری قوم والو! میں تمھارے لیے صاف صاف خبردار کرنے والا' ڈرانے والا ہوں۔

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۳﴾

﴿۳﴾ دیکھو اللہ کی بندگی عاجزانہ اطاعت کرو' اور اُس کو ناراض کرنے سے ڈرو اور میری بات مانو۔

---

* "خدا سے ڈرو" کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خداوندِ عالم کی عظمت کو سمجھ کر اُس کی سزاؤں اور ناراضگی سے ڈرو۔ اسی خوف کا منطقی اور عملی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ بُرے کاموں کو چھوڑ کر اچھے کام انجام دیتے ہیں۔

* (فصل الخطاب) *

www.drhasanrizvi.com

★ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی تبلیغ کا کام اِن تین باتوں کے بتانے سے شروع کیا یہی تین باتیں تمام انبیاءؑ کی تبلیغ کا نقطۂ آغاز ہوا کرتی ہیں :

(۱) پہلی بات یہ کہ صرف اللہ کی غلامی یعنی کامل اطاعت کرو ۔

(۲) دوسرے ، تقوٰی اختیار کرو ، یعنی فرائضِ الٰہیہ کو ادا کرتے رہو اور جن چیزوں سے خدا ناراض ہوتا ہے اُن سے بچتے رہو ۔

(۳) اور اِن دونوں کاموں کو انجام دینے کا عملی طریقۂ کار یہ ہے کہ اللہ کے رسول ؐ کی اطاعت کرو کیوں کہ میں اللہ کے پیغامات لانے والا ہوں ، اِس لیے میری بات سنو اور اُس پر عمل کرو ۔

★ (تفسیر کبیر ۔ تفہیم ۔ مجمع البیان) ★

يَغۡفِرۡ لَكُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِكُمۡ (۴)	اللہ تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا
وَيُؤَخِّرۡكُمۡ اِلٰٓى اَجَلٍ	اور تمھیں ایک مقرّرہ مدّت تک زندگی
مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا	گذارنے کے لیے چھوڑ دے گا ۔
جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوۡ كُنۡتُمۡ	یہ حقیقت ہے کہ جب اللہ کا مقرر کیا
تَعۡلَمُوۡنَ ۝ (۴)	ہوا وقت آجاتا ہے تو پھر وہ ٹالا نہیں
	جاسکتا ، کاش تمھیں اِس بات کا علم ہوتا ۔

★ خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ : " وہ تمھیں اجلِ مسمّٰی " یعنی مقرّرہ مدّت تک کی مہلتِ اصلاح دے گا ۔"

www.drhasanrizvi.com

اس سے مراد وہ عمر ہے جو انسان کو موت سے پہلے تک ملتی ہے۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے کہ انسان اگر چاہے تو ایمان اور اطاعتِ خدا کے کام انجام دے اور اسی ایمان و عمل صالح کے حاصل کرنے کے لیے خداوند عالم نے یہ مدت اور عمر ہمیں عطا فرمائی ہے۔

* (تفسیر صافی) *

* فرزندِ رسولِ خدا حضرتِ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بچے تھے، اور بہلول دانا بزرگ تھے۔ بچہ سمجھ کر بہلولِ دانا نے ایک کھلونا امامؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ امامؑ نے ناراض ہو کر فرمایا:

؎ یہ چمن جس کا ثمر کچھ، بجز اعمال نہیں ؞ معرفت گاہ ہے، بازیچۂ اطفال نہیں

* (نسیم امروہوی) *

(تفسیرِ اہلِ بیتؑ)

* خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ "خدا تمھارے کچھ گناہ معاف کردے گا۔"

مطلب یہ ہے کہ اگر تم میری باتوں کو مان لوگے، تو تمھارے اُن گناہوں کو معاف کردے گا جو تم پہلے کرچکے ہو۔ یہاں مِنْ تبعیض کے لیے نہیں آیا ہے بلکہ عَنْ کے معنی میں آیا ہے۔

* "يُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى" (تمھیں ایک وقتِ مقررہ تک باقی رکھے گا۔)

مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے میری یہ تین باتیں مان لیں (جو آیتؑ میں بیان کی گئی ہیں) تو تمھیں دنیا میں اُس وقت تک رہنے کی مہلتِ امتحان و عمل دے دی جائے گی جو وقت خداؐ نے تمھاری موت کے لیے مقرر فرمادیا ہے۔ وہ ایسا وقت ہے جو ٹالے نہیں ٹل سکتا۔

* (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم) *

اجل کی قسمیں اس آیت سے معلوم ہوگیا کہ انسان کی عمر کی مدت کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔

(۱) اجلِ مسمّیٰ : یا اجلِ ادنیٰ یا اجلِ معلّق (یعنی نزدیک والی مدت) یہ بدل سکتی ہے مگر انسان کی غلطیوں کی وجہ سے جلد آسکتی ہے، اور نیک کاموں کے انجام دینے کی وجہ سے یہ موت

www.drhasanrizvi.com

ٹل جاتی ہے۔ انسان کی دعائیں، نیک اعمال، اور صحت کے اصولوں پر عمل کرنے کی وجہ سے یہ مدت بڑھ سکتی ہے۔

(۲) اجلِ اقصٰی (دور والی مدت) یہ اصلی اور آخری مدت ہے۔ اِس کو اجلِ حتمی بھی کہتے

ہیں۔ انسان دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیوں کہ آخرِ کار جسم کی مشین از خود کام کرنا بند کردیتی ہے لیکن اگر وہ صحت کے اصولوں پر عمل کرے اور بُرے کاموں سے بچتا رہے نیک کام انجام دیتا رہے تو اُس کی عمر (اکثر) بڑھ سکتی ہے۔ ورنہ وہ جلد مر جاتا ہے۔

٭ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا:

" وہ لوگ جو گناہوں کے اثر کی وجہ سے مرتے ہیں، وہ اُن سے بہت زیادہ ہیں جو فطری اور خدا کی لکھی ہوئی موت سے مرتے ہیں۔ اور جو لوگ اپنے نیک کاموں کی وجہ سے لمبی عمر پاتے ہیں وہ اُن سے بہت زیادہ ہیں جن کی عمر طبیعی اسباب کی وجہ سے زیادہ ہوتی ہے۔

٭ (تفسیر نمونہ) ٭

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا ۝٥ (۵) (پھر جب قوم نے کچھ نہ سنا تو نوحؑ نے) عرض کی: "اے میرے مالک! میں نے اپنی قوم کو رات دن (تیری طرف) بلایا،

فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ۝٦ (۶) مگر میری ہر پکار نے اُن کے دور بھاگنے میں اور اضافہ ہی کر دیا۔

www.drhasanrizvi.com

وَ اِنِّیْ کُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَ اَصَرُّوْا وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ﴿۷﴾

(۷) اور میں نے جب انھیں بلایا (تاکہ وہ اس قابل ہو جائیں کہ) تو اُن کو معاف کردے، تو اُنھوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس (ٹھونس) لیں اور اپنے کپڑے اپنے اوپر لپیٹ (لپیٹ) لیے، اور اپنے غلط طریقوں پر اَڑ گئے اور سخت تکبّر کیا۔

کفّار نے اپنے تکبّر کی وجہ سے یہ ارادہ کرلیا کہ جتنا زیادہ اُن کو حق کی طرف بلایا جائے گا اُتنا ہی زیادہ وہ حق سے دور بھاگیں گے اور کوئی سچّی بات نہ سُنیں گے۔ اپنے تکبّر کی وجہ سے اُنھوں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ وہ کبھی حق بات نہ سُنیں گے۔

٭ (تفسیر صافی) ٭

٭ اُنگلیاں کانوں میں دے لینے اور اپنے اوپر کپڑا لپیٹ لینے کے معنی یہ ہیں کہ وہ حق کو بالکل سُننا ہی نہیں چاہتے تھے۔ حتّی کہ اُن کو حق پرستوں کی شکل تک دیکھنا گوارا نہ تھی۔ اُن کو یہ خوف تھا کہ کہیں سچّی کھری، مدلّل باتیں اُن کے دل پر اثر نہ کرجائیں، اور حق کو مان لینے کے معنی اُن کے نزدیک یہ تھے کہ اُن کے باپ دادا احمق تھے۔ پھر یہ کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ حق کو ماننے والے غریب، نادار اور گھٹیا لوگ ہیں، ہم کہیں اُن میں شمار نہ ہونے لگیں۔ یہ ساری باتیں حد درجہ حماقت، حق دشمنی اور تکبّر کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ ٭ (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

ثُمَّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُہُمۡ جِہَارًا ۙ﴿۸﴾ میں نے پھر بہت صاف صاف پکار پکار کر بُلایا،

ثُمَّ اِنِّیۡۤ اَعۡلَنۡتُ لَہُمۡ ﴿۹﴾ پھر میں نے اُن کو علانیہ طور پر

وَ اَسۡرَرۡتُ لَہُمۡ اِسۡرَارًا ۙ﴿۹﴾ بھی بلایا اور چپکے چپکے بھی سمجھایا،

٭ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو سمجھانے کے تین طریقے استعمال کیے تھے۔

(۱) چھپ کر لوگوں کو الگ بٹھا کر، یا بُلا کر سمجھاتے تھے۔ (۲) کبھی علی الاعلان (۳) کبھی چھپ بھی اور علی الاعلان بھی۔

اِن تینوں طریقوں سے بلانے پر چار قسم کے ردِ عمل سامنے آتے تھے۔

(۱) لوگ اپنے کانوں میں انگلیاں دے ڈالتے تھے۔ (۲) اپنے اوپر کپڑے لپیٹ لیتے تھے۔

(۳) ماننے سے صاف صاف انکار کر دیتے تھے۔ (۴) غرور اور تکبر سے کام لیتے تھے۔

٭ (تفسیر کبیر جلد ۲۰ امام رازی) ٭

٭ کربلا کی خونی تاریخ میں بھی آتا ہے کہ: "جب امام حسین علیہ السلام نے یزیدی لشکروں کو سمجھانا چاہا تو اُن لوگوں نے اس طرح مل کر شور و غوغا مچایا کہ امام علیہ السلام کی آواز اُن کے شور و غوغا میں گم ہو کر رہ گئی۔ ٭ (بحار الانوار جلد ۴۵) ٭

انسان اِس طرح اُتر آئے عناد پر
لعنت خدا کی حشر تک ابنِ زیاد پر

www.drhasanrizvi.com

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ (۱۰) میں نے کہا: "اپنے پالنے والے
اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴿۱۰﴾ مالک سے معافی مانگ لو۔ حقیقتاً
وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔

يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ (۱۱) وہ تم پر آسمان سے خوب خوب
مِّدْرَارًا ﴿۱۱﴾ بارشیں برسائے گا،

وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ (۱۲) اور مال اور اولاد سے
بَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ تمہاری مدد بھی کرے گا، اور
جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ تمہارے لیے باغ پیدا کرے گا اور
اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾ تمہارے لیے نہریں بہادے گا۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ (۱۳) آخر تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم
وَقَارًا ﴿۱۳﴾ اللہ کی بڑائی اور عظمت کے قائل
ہی نہیں ہوتے۔

آیت ۱۲-۱۳ کی تشریح: دین کی طرف بلاتے وقت دنیا کی نعمتوں کے ملنے کا وعدہ مبتدیوں کو دین کی طرف

www.drhasanrizvi.com

مائل کرنے کا نفسیاتی طریقہ تھا۔ جس طرح بچوں کو قرآن پڑھنے کے لیے ٹافیاں وغیرہ دینے کا وعدہ کیا جاتا ہے۔ اصل میں مخاطبین اتنے بلند نظر نہ تھے کہ حق بات کو صرف اِس لیے مان لیتے کہ وہ حق ہے، اور نہ وہ خدا کی عظمت اور آخرت کے عقیدے کا پورا تصوّر کر سکتے تھے۔ اِسی لیے اُن کو یہ بھی بتایا گیا کہ اگر تم خداوندِ عالم کے احکامات پر عمل کر کے اپنے تعلّقات خداوندِ عالم سے درست کر لو گے، تو خداوندِ عالم تمھیں دنیا کی نعمتیں بھی عطا فرمائے گا۔

اِس سے معلوم ہوا کہ رسولِ خداؐ ختمی مرتبت نے انسانیّت کو سمجھانے کا کوئی ممکن طریقہ نہ چھوڑا۔

* (تفسیر ماجدی، فصل الخطاب) *

* یہ بات قرآن مجید میں کئی جگہ بتلائی گئی ہے کہ خداوندِ عالم سے بغاوت کرنا صرف آخرت ہی کو برباد نہیں کرتا، بلکہ دنیا کی زندگی کو بھی برباد کر دیتا ہے۔ اِس کے برعکس خداوندِ عالم کی اطاعت والی زندگی صرف آخرت ہی میں فائدہ نہیں پہنچاتی، بلکہ دنیا میں بھی زندگی کو خوشگوار اور پُرسکون بنا دیتی ہے۔

* (تفسیر کبیر، تفہیم) *

مثلاً سورہ طٰہٰ میں فرمایا: " وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ " (سورۃ طٰہٰ، آیت ۱۲۴ پارہ ۱۶)

یعنی: " اور جو شخص میرے ذکر سے منھ کو موڑ لے گا، اُس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے دن ہم اُسے اندھا اٹھائیں گے۔"

* سورۃ اعراف میں فرمایا: " وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ "

* (سورۃ، الاعراف آیت ۹۶ پارہ ۹) *

یعنی: " اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے (خدا اور رسولؐ کو دل سے مان لیتے) اور تقویٰ کی زندگی اختیار کر لیتے

www.drhasanrizvi.com

(فرائض الٰہیہ کو ادا کرتے اور برائیوں سے بچتے) تو ہم آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے لیکن انھوں نے تکذیب کی تو ہم نے بھی اُن کو اُن کے کرتوتوں کی بنا پر (اپنے عذاب میں) پکڑلیا۔"

★ سورۃ ھود میں حضرت ھود علیہ السلام فرمارہے ہیں:

" وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ٥"

★ (سورۃ ھود آیت ۵۲ پارہ ۱۲) ★

یعنی: " اور اے میری قوم کے لوگو! اپنے پالنے والے مالک سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لو، وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا (اسباب رزق فراہم کرے گا) اور تمھاری موجودہ قوت میں ضرور قوت کا اضافہ کردے گا، اور تم (مجرموں کا طریقہ اختیار کرکے) مجرم مت ہو جاؤ۔"

★ خود جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے خدا نے فرمایا:

" وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۔۔ " (سورۃ ۱۱ ھود آیت ۳ پارہ ۱۱)

یعنی: " اور یہ کہ اپنے پالنے والے مالک سے استغفار کرو پھر معافی طلب کرو تو وہ ایک مقررہ وقت تک تم کو اچھا اچھا سامانِ زندگی عطا فرمائے گا۔"

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " ایک کلمۂ توحید ہے جس کے اگر تم قائل ہو جاؤ، تو عرب و عجم کے حاکم بن جاؤ گے۔" (الحدیث)

★ نیز فرمایا: " جس کی روزی کے ملنے میں دیر لگے تو اُس کو چاہیے کہ استغفار کرے" (دل سے استغفار پڑھ کر اپنے گناہوں کی معافیاں طلب کرے)

اور جو شخص کسی حادثے کی وجہ سے غمگین ہو اُس کو چاہیے کہ یہ پڑھے: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔" (نہیں ہے کوئی قوت اور طاقت سوا اللہ کے جو بڑا عظیم ہے) (تفسیر نور الثقلین جلد ۵)

www.drhasanrizvi.com

استغفار طلبِ روزی کے لیے

★ حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

"خداوندِ عالم نے استغفار کرنے کو روزی کی زیادتی اور اپنی مخلوق کے لیے رحمت قرار دیا ہے کیوں کہ اُس نے فرمایا ہے کہ اپنے پالنے والے مالک سے اپنے گناہوں کی معافیاں طلب کرو، وہ معاف کرنے والا، بڑی بخششیں عطا کرنے والا اور آسمان سے برکتوں والی بارشیں برسانے والا ہے۔"

★ (نہج البلاغہ خطبہ ۱۴۲) ★

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "اَلْاِسْتِغْفَارُ هِیَ النَّدَمُ"
(استغفار (یعنی خدا سے اپنے گناہوں کی معافیاں طلب کرنا) دل سے اپنے گناہوں پر شرمندہ ہونا ہے۔"

★ (الحدیث) ★

★ دوسرے یہ کہ استغفار اور توبہ کا اصل معیار گناہوں کو چھوڑ کر اطاعت والی زندگی کی طرف عملاً پلٹ آنا ہے۔ ★ (مؤلف)

استغفار طلبِ اولاد کے لیے :

★ ایک شخص نے فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمّد باقر علیہ السلام سے اولاد نہ ہونے کی شکایت کی جبکہ اُس کی عمر ساٹھ سال تھی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا:

"تین دن متواتر نمازِ عشاء کے بعد اور نمازِ صبح کے بعد سترّ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اور سترّ مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ (دل سے سمجھ کر) پڑھو اور آیت ۱۱-۱۲-۱۳ سورۃ نوح کی ایک مرتبہ پڑھو۔ تیسری رات یہ عمل کرنے کے بعد اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کرو۔" اُس نے یہ عمل کیا تو خدا نے اُسے فرزند عطا فرمائے۔

★ (فوائد القرآن - طبِ ائمہ) ★

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی خدمت میں معاویہ کا دربان حاضر ہوا اور لاولد ہونے کی شکایت کی۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ کثرت سے استغفار کرو۔ چنانچہ اس عمل کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُسے دس اولادیں عطا فرمائیں۔ اس پر معاویہ نے امام حسنؑ کو خط لکھا کہ یہ بات آپؑ نے کس بنیاد پر بتائی؟ امامؑ نے یہی آیات ۱۱-۱۲-۱۳ لکھ کر بھیجیں (اگر تم استغفار کرو گے تو خدا تمہاری اولاد اور اموال کو بڑھا دے گا۔)

★ (وسائل الشیعہ) ★

www.drhasanrizvi.com

آیت ۱۳ کی تشریح : مطلب یہ ہے کہ دنیا کے چھوٹے چھوٹے رئیسوں، سرداروں، حاکموں، وڈیروں اور سرمایہ داروں کا تو تم لوگ اتنا احترام کرتے ہو کہ کوئی بات اُن کے وقار کے خلاف نہ ہو جائے، اور خداوندِ عالم کے بارے میں تم یہ سمجھتے ہو کہ اُس کا کوئی وقار ہی نہیں ۔ اُس کے احکامات کی کھلے بندوں نافرمانی کرتے ہو، اُس کے خلاف بغاوت کرتے ہو، دوسروں کو اُس کا شریک قرار دیتے ہو۔ ایسے با وقار و عظیم ذات کے وقار سے کھیل رہے ہو۔ پھر سوچتے تک نہیں کہ اِس کا انجام کیا ہوگا؟ (الامان ۔ الحفیظ)

* (تفسیر کبیر ۔ تفہیم ۔ مجمع البیان) *

وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ﴿۱۴﴾ حالاں کہ اُس نے تمھیں طرح طرح کی شکلوں سے گذار کر بنایا ہے۔

" اطوار " یعنی " طرح طرح کی صورتیں " وہ تمام صورتیں جو انسان ماں کے پیٹ سے موت تک بدلتا چلا جاتا ہے۔ پہلے نطفہ، پھر علقہ، پھر مضغہ، پھر جیتا جاگتا انسان، پھر مردہ لاش ۔ یہ سب وہ اطوار اور ادوار ہیں جن سے آدمی گذرتا ہے ۔

* (لغات القرآن نعمانی) *

* انسان غور کرے کہ خدا نے اُس کی کیسی کیسی شکلیں بدلیں ۔ کبھی تم مٹی تھے، پھر نطفہ بنے، پھر لوتھڑا بنے، پھر ہڈیاں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھا، پھر چلتا پھرتا آدمی بن گئے ۔ یہ ساری باتیں خداوندِ عالم کی کمالِ رحمت، عظمت اور کمالِ قدرت کو ثابت کرتی ہیں ۔ (کاش کہ تم غور کرو)

* (تفسیر صافی) *

* پہلے تم کچھ بھی نہ تھے، پھر مختلف اطوار کے بعد کچھ بن گئے ۔ جب کچھ بن گئے تو اپنے مالک کی مخالفت کرنے لگے۔

أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ (۱۵) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے
اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا (۱۵) کس طرح سات آسمان ایک کے
اوپر ایک، طبق در طبق پیدا کر دیے۔

وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ (۱۶) اور اُن میں چاند کو روشنی کا
نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ ذریعہ بنایا، اور سورج کو چراغ بنایا۔
سِرَاجًا (۱۶)

وَاللّٰهُ أَنْبَتَكُمْ مِّنَ (۱۷) اور اللہ نے تم کو زمین سے ایک
الْأَرْضِ نَبَاتًا (۱۷) خاص اور عجیب طرح سے نکالا۔

آیت ۱۵ میں حضرت نوح علیہ السلام سب سے پہلے آسمانوں کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ: "کیا تم نہیں دیکھتے کہ خداوندِ عالم کے ادنیٰ سے اشارے پر ایک نہیں، سات آسمان ایک دوسرے کے اوپر کس طرح تم پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔" ہم جتنے سیارے ستارے دیکھ رہے ہیں، چاہے وہ بڑی سے بڑی خورد بینوں ہی سے کیوں نہ دیکھیں، وہ سب کے سب پہلے آسمان کا حصّہ ہیں، پھر اِن کے اوپر چھ عالم ہیں جن کا ہم کو ابھی علم ہی نہیں ہے۔

یہ اشارہ اِس بات کی طرف ہے کہ تم اِن آسمانوں میں کمالِ نظم و ضبط، اُن کے حسن و جمال، اُس کے جاہ و جلال، اُن کی ہم آہنگی اور مطابقت کو دیکھو اور غور و فکر کرو تو تم کو خود اُن کے خالق کا جمال، جلال، عظمت، رحمت اور قوت دکھائی دے جائے گی۔ * (تفسیر نمونہ) *

www.drhasanrizvi.com

ہر رنگ میں جلوہ ہے تری قدرت کا ∴ جس پھول کو سونگھتا ہوں، بو تیری ہے
ہر سو تری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے ∴ حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں
* (میر انیس رح) *

آیت ۱۷ میں خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "اللہ نے تم کو زمین سے ایک خاص اور عجیب طریقے سے پیدا کیا" * اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تمھیں مٹّی سے پیدا کیا۔ اور اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس طرح ہم نے زمین سے سبزیاں اور پھل دار درخت نکالے، جن کو انسان نے کھایا، پھر اُس سے نطفہ بنا، اور پھر انسان بنا۔
* (فصل الخطاب) *

ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا (۱۸) **پھر وہ تمھیں اسی زمین میں واپس**
وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا (۱۸) **لے جائے گا، اور پھر تمھیں یکایک**
خاص طریقے سے باہر نکال لے گا۔

---

* مطلب یہ ہے کہ حشر کے دن انسان کو پوری پوری طرح زمین سے باہر نکال لیا جائے گا، جس طرح ہم نے تمھیں پیدا کرتے وقت زمین سے نکالا تھا، تمھیں مرنے کے بعد زمین ہی میں دفن کر دیا جائے گا، اور پھر پہلے کی طرح تمھیں زمین سے نکال لیں گے۔ * (فصل الخطاب) *

* مسئلۂ توحید سے مسئلۂ معاد (آخرت) کی طرف لے جانا یہ بتاتا ہے کہ ان دونوں میں بہت نزدیکی ربط موجود ہے۔ اسی لیے حضرت نوح علیہ السلام خدا کی مخلوق پر غور و فکر کرنے کے ذریعہ توحید پر بھی استدلال فرما رہے ہیں اور عقیدۂ آخرت پر بھی۔ * (تفسیر نمونہ) *

www.drhasanrizvi.com

وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ (۱۹) اور اللہ نے تمھارے لیے زمین کو فرش
بِسَاطًا ۙ﴿۱۹﴾ کی طرح بچھا دیا۔
لِّتَسۡلُکُوۡا مِنۡہَا سُبُلًا (۲۰) تاکہ تم اُس کے کھلے راستوں پر
فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ چلو پھرو ع ۲۰
قَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ اِنَّہُمۡ (۲۱) آخر کار نوح نے کہا: "اے میرے
عَصَوۡنِیۡ وَ اتَّبَعُوۡا مَنۡ پالنے والے مالک! یہ لوگ میری کوئی
لَّمۡ یَزِدۡہُ مَالُہٗ وَ وَلَدُہٗۤ بات نہیں مانتے اور یہ ایسے آدمی کے
اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾ پیچھے پیچھے چل کھڑے ہوئے جسے مال اور
اولاد کے ملنے نے اور زیادہ نقصان پہنچایا۔
وَ مَکَرُوۡا مَکۡرًا کُبَّارًا ﴿۲۲﴾ اور انھوں نے میرے خلاف بہت بڑا
مکاریوں کا جال پھیلا دیا ہے۔

آیت ۲۰ میں "فجاج" فج کی جمع ہے جس کے معنی درّہ، جو دو پہاڑوں کے درمیان ہوتا ہے
* (مفردات امام راغب) *

www.drhasanrizvi.com

آیت ۲۲ صـ ۵۹۴۶ : یں خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ : نوحؑ نے کہا : "اِن لوگوں نے بڑا بھاری مکر کا جال پھیلا رکھا ہے۔" یہاں مکر سے مراد سرداروں اور سرمایہ داروں کے وہ فریب ہیں جن سے وہ لوگوں کو دھوکے دیتے تھے۔ مثلاً یہ کہنا کہ "آخر ہم کیسے مان لیں کہ نوحؑ جیسے پھٹیچر انسان پر خدا کی وحی آئی ہے۔؟"

سورۃ المومنون میں ہے کہ : " وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ..." (سورۃ المومنون آیت ۲۴ پارہ ۱۸)

"اور اگر خدا کو بھیجنا ہی تھا تو کوئی فرشتہ (نہ) بھیجتا ؟" ایسے گھٹیا آدمی کو ہم جیسے بڑے بڑے لوگوں کی ہدایت کے لیے کیسے بھیج دیا ؟

* " اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ " (المومنون آیت ۲۵)

یعنی (اِس شخص پر کسی جِن کا سایہ ہے جس نے اِسے دیوانہ بنا دیا ہے)

* " اگر یہ شخص خدا کا بھیجا ہوا ہوتا تو اِس کے پاس خزانے ہوتے، اسے علمِ غیب ہوتا، یہ فرشتوں کی طرح انسانوں جیسی حاجتیں نہ رکھتا ہو"۔ (سورۃ ھود آیت ۳۱ پارہ ۱۲)

* " نوحؑ اور اُس کے پیچھے پیچھے چلنے والوں میں کونسی خوبی نظر آتی ہے، یہ ہماری طرح کے بشر ہیں بلکہ ذلیل اور گھٹیا لوگ ہیں' اِس کے سوا تو ہمیں کوئی فضیلت نظر نہیں آتی۔" (سورۃ ھود آیت ۲۷ پارہ ۱۲)

* تقریباً یہی ساری باتیں قریش کے سردار، رسولِ خداؐ کے خلاف بکا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو بہکایا کرتے تھے۔ * (تفسیر کبیر۔ تفہیم) *

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ (۲۳) اور لوگوں سے کہہ رکھا ہے کہ اپنے

وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا جھوٹے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا

(خاص طور پر) وَدًّا کو

www.drhasanrizvi.com

سُوَاعًا ۙ وَّلَا یَغُوۡثَ وَ (۲۳) سُواع ' یغُوث ' اور یعُوق

یَعُوۡقَ وَ نَسۡرًا ﴿ۚ۲۳﴾ اور نسر (نامی خداؤں) کو تو ہرگز

ہرگز نہ چھوڑ بیٹھنا۔

وَ قَدۡ اَضَلُّوۡا کَثِیۡرًا ۬ۚ وَ لَا (۲۴) غرض اُنھوں نے بہت سے

تَزِدِ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾ لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے' تو اب

تُو ان ظالموں کو گمراہی کے سوا اور کسی چیز میں ترقّی نہ عطا فرما۔

آیت ۲۳ میں بُتوں کا ذکر ہے: وَدّ ، بنی کلب کا بُت تھا، سُواع ، بنی ہریل کا بُت تھا اور یغُوث ، بنی مراد کا بُت تھا۔ یعُوق ، بنی ہمدان کا اور نسر ، بنی حصین کا بت تھا

★ (تفسیر قمی) ★

★ واقدی لکھتا ہے کہ وَد ، مرد کی شکل کا تھا، سُواع ، عورت کی شکل کا تھا ' یغوث شیر کی شکل کا ' یعوق ، گھوڑے کی شکل کا اور نسر گِدھ کی شکل کا تھا۔

★ (تفسیر مجمع البیان) ★

بُتوں کی وجہ تسمیہ

★ یہ سب کے سب بڑے نیک لوگوں کے نام ہیں جو حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السّلام کے درمیانی زمانے میں ہوئے تھے۔ جب وہ لوگ مر گئے تو لوگوں نے اُن کو یاد رکھنے کے لیے احتراماً اُن کی مورتیاں بنالیں، پھر جب بارشیں ہوئیں تو گھروں کے اندر لے آئے، پھر جب عبادت کا وقت

www.drhasanrizvi.com

ہوا، تو اُن کو سامنے دھر لیا تاکہ اُن کی طرح عبادت میں خضوع و خشوع پیدا کر سکیں۔ لیکن بعد والی نسلیں یہ سمجھیں کہ انہی کی عبادت کی جانی چاہیئے، اور وہ اُن کی عبادت کرنے لگے۔

* (تفسیر صافی) *

* اوّل اوّل تو شیطان نے اُن کو یہ پڑھایا کہ اپنے بزرگوں کی مورتیاں بنا لو (یادگار کے طور پر) پھر یہ سمجھایا کہ اُن کو گھروں کے اندر لا کر رکھ لو، پھر یہ پانی چڑھایا کہ عبادت کرتے وقت سامنے دھر لو، پھر اُن کی نسلوں کو یہ سمجھایا کہ اِن کی عبادت کرو۔ اِس طرح وہ گمراہ ہو کر نوحؑ کی بددعا کے مستحق بنے۔

* (تفسیر قمی) *

* یہ سب نتیجہ تھا اِس بات کا، کہ اُنھوں نے عقل سے کام نہ لیا صرف باپ دادا کے طریقوں پر چلے۔

* (مؤلف) *

عرب میں بُت پرستی کی ابتدار : عمر بن لحی خزاعی نے ۲۰۰ء میں مصر و شام کے علاقے میں عمالقہ کو بُت پرستی کرتے دیکھا تو اُس کو بتوں کی خوبصورتی بہت اچھی لگی۔ چند بُت خرید کر کے لے آیا اور کعبہ کے گرد و پیش نصب کر کے اُن کو پوجنے کی دعوت دی۔ رفتہ رفتہ اہلِ مکہ کی اکثریت نے بُت پرستی شروع کر دی۔ اور کعبہ بُت خانہ بن گیا۔ سب سے بڑا بُت ھُبل تھا جو خانہ کعبہ کے اندر بلندی پر نصب کیا گیا۔ اُس کے پاس سیکڑوں بت اور رکھ دیے گئے۔ اس طرح ۳۶۰ بُت تھے ہر دن ایک بُت کی پوجا ہوتی۔ پھر ہر قبیلہ حج سے واپس جاتے ہوئے کعبہ کا ایک پتھر اُٹھا کر لے جاتا اور بُت بنا کر پوجتا رہتا۔ اِس طرح سارے عرب میں بُت پرستی عام ہو گئی۔ مکہ سے ایک منزل فاصلے پر نخلہ پر عُزّیٰ کا بُت تھا جو قریش و کنانہ کی عقیدت کا مرکز تھا۔ طائف میں لات کا مندر تھا جو بنی ثقیف کا دیوتا تھا۔ مدینے سے کچھ فاصلے پر منات" خزرج اور غسان کے قبیلے کا دیوتا تھا، نجران کا قبیلہ ہمدان یعوق کو پوجتا۔ ینبع کے اطراف میں قبیلہ ہذیل کا بُت سواع تھا، دومۃ الجندل میں کلب قبیلہ کا دیوتا وُد تھا۔

* (تفسیر برہان۔ انوار النجف وغیرہ)

www.drhasanrizvi.com

مِمَّا خَطِيٓـَٔتِهِمۡ أُغۡرِقُوا (۲۵) چنانچہ وہ اپنے ہی جرموں کی وجہ سے
فَأُدۡخِلُوا نَارٗا فَلَمۡ يَجِدُوا ڈبو دیے گئے، پھر آگ میں جھونک دیے
لَهُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ أَنصَارٗا ۲۵ گئے۔ پھر انھوں نے اپنے لیے اللہ سے بچانے
والا کوئی مددگار نہ پایا۔

وَقَالَ نُوحٞ رَّبِّ لَا تَذَرۡ عَلَى (۲۶) پھر نوح نے (بد) دعا کی: میرے
ٱلۡأَرۡضِ مِنَ ٱلۡكَٰفِرِينَ پالنے والے مالک! ان کافروں میں سے
دَيَّارًا ۲۶ کسی کو بھی زمین رہنے بسنے والا نہ چھوڑ۔
إِنَّكَ إِن تَذَرۡهُمۡ يُضِلُّوا (۲۷) (کیوں کہ) اگر تو نے انھیں چھوڑ دیا
عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوٓا إِلَّا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور
فَاجِرٗا كَفَّارٗا ۲۷ ان کے ہاں بہت بُرے کام کرنے والے
"فاجر" اور ابدی حقیقتوں کا انکار کرنے والے "کافروں" کے سوا کوئی پیدا بھی نہ ہوگا۔

آیت ۲۵ کی تشریح : خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "نوح کی قوم والے غرق کر دیے گئے اور پانی میں غرق ہوتے ہی آگ میں جھونک دیے گئے"۔ وہ ایسے مجرم تھے کہ ان کو سزا دینے کے لیے قیامت کا انتظار بھی نہیں کیا گیا۔

www.drhasanrizvi.com

کیوں کہ اُن کی حرکتیں حد درجہ خراب تھیں۔

★ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اُن کو جہنّم کی آگ میں نہیں، بلکہ عالمِ برزخ کی آگ میں جھونک دیا گیا

★ (فصل الخطاب) ★

★ محققین نے اِس آیت سے عالمِ برزخ کے وجود کو ثابت کیا ہے۔

★ (مدارک ۔ تفسیر کبیر) ★

★ مطلب یہ ہے کہ غرق ہونے سے نوحؑ کی قوم کا قصہ ختم ہو گیا، بلکہ ڈوبتے ہی اُن کی روحوں کو عالمِ برزخ میں مثالی جسموں کو آگ میں ڈال دیا گیا۔

یہی معاملہ فرعون اور اُس کی قوم کے ساتھ بھی کیا گیا۔ (سورۃ مومن آیات ۴۵-۴۶)

پھر یہ احمق جن جھوٹے خداؤں کو اپنے مددگار سمجھتے تھے اُن میں سے کوئی ایک اُن کو بچانے بھی نہ آیا۔ اصل میں یہ تنبیہ ہے اہلِ مکہ کو کہ جب تم پر خداوندِ عالم کا عذاب ٹوٹے گا تو تمہارے جھوٹے خدا، جن پر تم بھروسہ کیے بیٹھے ہو، تمہارے کسی کام نہ آئیں گے۔

(تفسیر اہلِ بیتؑ) ★ (تفہیم ۔ تفسیر کبیر) ★

آیت ۲۷ کی تشریح : فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے پوچھا گیا کہ حضرت نوحؑ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ لوگ اب کبھی کفر و انکار کو نہ چھوڑیں گے ؟

امامؑ نے فرمایا: "تم نے نہیں پڑھا کہ حضرت نوحؑ نے (اپنے اُس علمِ وحی کے ذریعہ کہ اِنَّہٗ لَا یُؤْمِنُ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ - کہ تمہاری قوم میں سے جو ایمان لا چکے اُن کے سوا کوئی بھی ایمان نہ لائے گا) اپنی دعا میں فرمایا کہ "میری قوم میں سے اب کوئی ایمان نہ لائے گا" سوا اُن کے جو ایمان لا چکے۔

★ (تفسیر صافی، تفسیر قمی ۔ تفسیر انوار النجف) ★

★ حضرت نوحؑ نے علمِ وحی سے سمجھ لیا تھا۔ اِس لیے جو صاحبِ وحی نہ ہو اُس کے لیے ایسی بددعا کرنا جائز نہیں جیسی حضرت نوحؑ نے کی (تفسیر رازی)

www.drhasanrizvi.com

رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِمَنۡ دَخَلَ
بَیۡتِیَ مُؤۡمِنًا وَّ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ
وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾ ع

(۲۸) اے میرے پالنے والے مالک! مجھے، میرے ماں باپ کو، اور ہر اُس شخص کو جو ایمان رکھتے ہوئے میرے گھر میں داخل ہو، اور تمام ایمان دار مردوں اور عورتوں کو اپنی رحمت سے ڈھک لے (یا) معاف کردے۔ اور ظالموں کے لیے ہلاکت اور بربادی کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہ فرما۔ ۲۸ ۲۸

حضرت نوح کی دعاء کی ترتیب ملاحظہ فرمائیں

(۱) سب سے پہلے خود اپنے لیے دُعاء فرمائی

(۲) اِس کے بعد اپنے ماں باپ کے لیے دُعاء فرمائی (۳) پھر اپنے متعلقین کے بارے میں دعاء کی صرف اُن کے لیے جو مومن تھے۔ (۴) پھر سارے اہلِ ایمان کے لیے دعاء کی۔

"نیکی کو گھر سے شروع کرنا چاہیئے" "Charity begins at home"

خداوندِ عالم ہمیں بھی حضرت نوح علیہ السلام کی دعاؤں میں شامل فرمائے۔ (آمین)

* (مؤلف) *

* سوال یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنے کن گناہوں کی معافی طلب فرمارہے ہیں؟

* جواب یہ ہے کہ: (۱) ہر نبیؑ اور ولیؑ کو خدا کی عظمت اور اُس کے احسانات کی وجہ سے ہمیشہ یہ

www.drhasanrizvi.com

احساس رہتا ہے کہ اُس کی عبادتیں اور اطاعتیں خدا کی عظمت اور احسانات کے مقابلے پر بے حد کم ہیں، اُس کمی کو وہ خدا سے استغفار کرکے پورا کرتے ہیں۔

* (فصل الخطاب) *

(۲) ہر نبیؑ اور ولیؑ کو یہ احساس بھی رہتا ہے کہ کہیں کسی موقع پر اُن سے کوئی ترکِ اولیٰ نہ ہو گیا ہو۔ یہ احساس اُن کو اپنے کمالِ عبدیت اور خدا کے سامنے حد درجہ انکساری اور تواضع کے سبب سے ہوتا ہے۔

(۳) پھر ہر نبیؑ اور ہر ولیؑ (امامؑ) کو ہمیشہ اپنی امت یا قوم اور پیروکاروں کی فکر رہتی ہے اس لیے وہ ہمیشہ اپنی قوم کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ (یہی ہے رختِ سفر پیروکاروں کیلیے)

(۴) اپنے والدین کے احسانات کو یاد کرکے وہ اپنے والدین کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

(۵) پھر اپنے دینی تعلق کی وجہ سے وہ تمام اگلے پچھلے مسلمانوں اور صاحبانِ ایمان کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

* (تفسیر نمونہ) *

حضرت نوحؑ کا تعارف مورخین نے لکھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا اصلی نام عبدالغفار یا عبدالمالک یا عبدالاعلیٰ تھا۔ مگر کیوں کہ برسوں قوم کے غم میں نوحہ کرتے رہے، اِس لیے نوحؑ کہلائے۔

آپؑ کے والد ماجد کا نام لمک یا لامک تھا۔ یہ بات مسلّم ہے کہ آپؑ نے بہت طولانی عمر پائی۔ قرآن مجید کے مطابق ۹۵۰ سال اپنی قوم کو ہدایت فرماتے رہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے حام۔ سام۔ یافث کی نسلیں دنیا میں پھیلیں اور انسانی نسل اُن بیٹوں سے باقی رہ سکی۔

حام کی نسل افریقہ گئی۔ سام کی نسل مشرقِ وسطیٰ میں آباد ہوئی، اور یافث کی نسل چین میں آباد ہوئی۔

* (اعلام القرآن - فرہنگ قصص القرآن، بحار الانوار جلد ۱۱، تفسیر نمونہ) *

www.drhasanrizvi.com

★ فرزندِ رسولؐ خدا حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السّلام غروب آفتاب اور صبح کے وقت یہ مناجات پڑھا کرتے تھے:

" مالک! میں اس حالت میں شام بسر کر رہا ہوں کہ میں دل سے گواہی دیتا ہوں کہ دین و دنیا کی جو نعمت بھی رکھتا ہوں وہ تجھ خدائے یگانہ و یکتا کی دین ہے۔ وہ خدا جس کا کوئی شریک نہیں، میں اُس کی عطاؤں اور نعمتوں پر اُسی خدا کی حمد کرتا ہوں، اور اُس کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

★ (بحار الانوار جلد ۱۱) ★

شاید اسی بناء پر حضرت نوح علیہ السّلام کو قرآن نے عبدًا شکورًا " خدا کا شکر گذار بندہ" فرمایا:

ـــ جو کچھ ہوا، ہوا کرم سے تیرے ∴ جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا۔

★ حضرت نوح علیہ السّلام کا اپنی دعا میں یہ فرمانا: " مالک! مجھے بخش دے، میرے ماں باپ کو بخش دے اور اُن تمام لوگوں کو معاف کر دے جو میرے گھر میں ایمان لا کر داخل ہوئے۔"

اِس سلسلے میں فرزندِ رسولؐ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ:

جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: " یہاں " بیت " سے مراد ولایت (خدا کے خاص بندوں کی سرپرستی، محبّت اور اطاعت) ہے۔ یعنی جو شخص بھی ولایت میں داخل ہوا، وہ انبیاء کرام ؑ کے بیت (گھر) میں داخل ہوا۔"

★ (تفسیر نمونہ) ★

★ فرزندِ رسولؐ خدا حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام نے فرمایا: " جو شخص ہم (محمّدؐ و آلِ محمّدؐ) کی مصیبتوں کو سُنے اور اُس کے دل میں درد ہو وہ " مَعَنَا فِیْ دَرَجَاتِنَا " وہ ہمارے ساتھ ہے ہمارے درجات میں ہے۔" ★ (بحار الانوار) ★

www.drhasanrizvi.com

مسجدِ کوفہ کی فضیلت

★ فرزندِ رسولؐ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:
آپؑ نے فرمایا: "مسجدِ کوفہ میں نماز پڑھو۔ کیوں کہ اِسی مسجد میں (حضرت نوحؑ کا گھر تھا) نمازِ فریضہ پڑھنا حج کا ثواب رکھتا ہے۔ اور نافلہ نماز پڑھنا عمرے کا ثواب رکھتا ہے، اور اِس مسجد کے ہر طرف بارہ میل تک اللہ تعالےٰ نے برکت رکھی ہے اِس میں ستّر نبیوںؑ اور ستّر ولیوںؒ نے نمازیں پڑھی ہیں۔

یہیں سے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی روانہ ہوئی تھی، اور اِسی مسجد میں جس مصیبت زدہ نے نماز پڑھی اور دعا مانگی تو خداوندِ عالم نے اُس کی مصیبت دور فرمائی۔

★ (تفسیر بُرہان) ★

★ تفسیر بُرہان میں فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام مسجدِ کوفہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے آکر عرض کی کہ حضورؑ! میں خوشنودیٔ خدا کے لیے مسجدِ اقصےٰ کی زیارت کے لیے جارہا ہوں لہٰذا جناب کی قدمبوسی کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا کہ اگر ثواب کی غرض ہے تو اپنی سواری کو فروخت کر دو اور زادِ راہ کو کھاتے رہو اور اِس مسجد میں نماز پڑھو۔ کیوں کہ اِس مسجد میں نمازِ فریضہ ادا کرنا حج کا ثواب رکھتا ہے، اور نافلہ عمرے کا ثواب رکھتا ہے اور اِس کے ہر طرف بارہ میل تک اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے اِس لیے کہ یہاں ستّر نبیوںؑ اور ستّر ولیوںؒ نے نماز پڑھی ہے۔ اور اسی مسجد سے حضرت نوحؑ کی کشتی روانہ ہوئی تھی اور اس مسجد میں مصیبت زدہ کی دعا قبول ہوتی ہے۔ (تفسیر برہان) ★ عذابِ خدا کی آمد سے چالیس سال قبل اللہ نے عورتوں کو بانجھ اور مردوں کو ناقابلِ اولاد قرار دیا تھا۔ بوقتِ عذاب حضرت نوحؑ کی قوم میں کوئی نابالغ نہ تھا۔ (تفسیر مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

سُوْرَۃُ الْجِنّ مَکِّیَّۃٌ

جنّوں کے ذکر والی سورت

فضیلت اور خصوصیات

جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص سورۃ الجن کو پڑھے گا اُس کو ہر جن اور تمام شیطانوں کی تعداد کے برابر غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا، خواہ اُن جنّوں نے محمد مصطفےٰ ؐ کی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو۔"

* (تفسیر مجمع البیان جلد ۱۰) *

* فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

"جو شخص سورۃ الجن کو بکثرت پڑھے، وہ دنیا کی زندگی میں ہرگز جنّوں کی نظرِ بد، جادو سحر اور مکر و فریب کے نقصان سے محفوظ رہے گا۔ اور وہ محمد مصطفےٰ ؐ کا ساتھی ہوگا اور وہ خدا سے (قیامت کے دن) یہ کہے گا کہ: مالک! میں حضرت محمد مصطفےٰ ؐ کے بجائے کسی اور کو نہیں جانتا (یعنی کسی اور کا ساتھی نہیں بننا چاہتا) اور نہ میں کسی اور کی طرف مائل ہوتا ہوں۔"

(تفسیر برہان جلد ۴)

معلوم ہوا کہ سورۃ جن پڑھنے سے قاری کا خاص قلبی تعلق نبی خاتم ؐ سے ہو جاتا ہے۔

ظاہر ہے یہ قلبی تعلق صرف اور صرف اُسی وقت ہو سکتا ہے جب پڑھنے والا سورۂ جن کے مضامین کو سمجھ کر پڑھے تاکہ وہ اُس کے ایمان اور وجود کا حصّہ بن سکیں اور وہ اُن پر عمل کر سکے۔ * (مولّف) *

www.drhasanrizvi.com

آیاتها ۲۸ # سُورَةُ الجِنِّ مَكِّيَّةٌ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللّٰہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو
فیض اور فائدے پہنچانے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ
الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴿۱﴾

(۱) اے نبیؐ ! کہدیجیے کہ میری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ جنوں میں سے
کچھ جنوں نے قرآن کو توجہ کے ساتھ سُنا تو اُنھوں نے اپنی قوم سے جاکر
کہا کہ: "ہم نے ایک بہت عجیب" کلام "قرآن سُنا ہے۔ ﴿۱﴾

www.drhasanrizvi.com

شانِ نزولِ آیتؑ

جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ اور طائف کے درمیان بازارِ عکاظ میں اسلام کی دعوت دینے کے لیے تشریف لے آئے، مگر کسی نے آپؐ کی ایک بات نہ سُنی، واپسی میں آپؐ نے ایک وادی میں رات کو قیام فرمایا۔ آجکل اُس کو وادیٔ جن کہتے ہیں رات کے وقت آپؐ قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے کہ جنوں کا ایک گروہ وہاں سے گذرا، اُنھوں نے قرآن کو بغور سنا اور ایمان لے آئے۔ اور پھر اپنی قوم میں جاکر اسلام کی تبلیغ کی۔

* (تفسیر علی ابن ابراہیم۔ تفسیر نور الثقلین جلد ۵) *

خدا کی دین کا موسیٰؑ سے پوچھیے احوال :. کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

★ حضرت ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صبح کی نماز پڑھ رہے تھے، اُدھر جن اس بات کی تحقیق کر رہے تھے کہ آسمانوں پر اسقدر سخت پہرے کیوں بٹھا دیے گئے ہیں؟ ہمیں کیوں آسمان سے کوئی خبر حاصل کرنے سے روک دیا گیا ہے؟ اُن جنوں نے جب رسولِ اکرمؐ سے قرآن کو سُنا تو وہ سمجھ گئے کہ یہی قرآن ہے جس کا نزول ہو رہا ہے، اسی لیے آسمان پر ہمارے جانے پر پہرے بٹھا دیے گئے ہیں۔ چناں چہ وہ اسلام لے آئے اور اسلام کے مبلّغ بن گئے۔

* (صحیح بخاری، مسلم، مُسندِ احمد، فی ظلال، تفسیر کبیر، تفسیر ابن عباسؓ) *

★ حضرت ابوطالبؑ کی وفات کے بعد جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سخت وقت آگیا تو آپؐ نے طائف جانے کا ارادہ فرمایا، مگر طائف کے سرداروں نے شدت سے آپؐ کی مخالفت کی۔ آپؐ کو اسقدر پتھر مارے کہ پائے مبارک سے خون بہنے لگا۔ تھکے ماندے ایک باغ کے پاس وارد ہوئے اُس باغ کے مالک کا غلام عداس آپؐ پر ایمان لے آیا۔ پھر آپؐ مکّے کی طرف لوٹے تو رات کے وقت ایک کھجور کے

www.drhasanrizvi.com

درخت کے قریب نماز پڑھنے لگے۔ اُسی جگہ نصیبین اور یمن کے جنّوں کا ایک گروہ گزر رہا تھا! اُنھوں نے صبح کی نماز میں جنابِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ والہٖ وسلّم کی تلاوت کو غور سے سنا اور ایمان قبول کرلیا۔

★ (تفسیر مجمع البیان ۔ سیرت ابنِ ہشام جلد ۲) ★

★ ابنِ مسعود کہتے ہیں کہ ہم نے ایک رات حضورؐ کو مکّے میں نہ پایا۔ ہم آپؐ کی تلاش میں نکلے، کوئی پتہ نہ چلا، ہم ڈر گئے کہ کہیں دشمنوں نے آپؐ کو قتل نہ کر دیا ہو۔ غرض ہم تلاش کرتے ہوئے مکّے کے دروں کی طرف گئے تو اچانک ہم نے دیکھا کہ رسولؐ کوہِ حرا کی طرف سے آرہے ہیں۔ ہم نے دریافت کیا: آپؐ کہاں تھے؟ ہم رات بھر آپؐ کو تلاش کرتے رہے؟ کل رات ہماری زندگی کی بدترین رات تھی۔ آپؐ نے فرمایا: "جنوں میں سے ایک جن مجھے لینے کے لیے آیا تھا اور میں اُن کے لیے قرآن پڑھنے گیا تھا۔

★ (تفسیر مجمع البیان) ★

"قُرْاٰنًا عَجَبًا": یعنی عجیب و غریب پڑھی جانے والی چیز"۔ شاید جنوں نے یہ الفاظ اس لئے استعمال فرمائے کہ اُنھوں نے پہلی مرتبہ قرآن سنا تھا۔ اُن کو اُس وقت معلوم ہی نہ تھا کہ یہ کیا چیز پڑھی جارہی ہے؟

★ (تفہیم) ★

★ "عجب" کا لفظ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ عربی میں اِس کے معنی بہت زیادہ حیران کردینے والی چیز کے ہیں۔ جنّوں کا مطلب یہ تھا کہ ہم ایسا کلام سُن کر آئے ہیں جو اپنی زبان اور مضامین کے اعتبار سے حیران کُن حد تک لاجواب اور بے نظیر ہے۔ ★ (مفردات امام راغب) ★

★ قرآن مجید کو عجب اس لیے کہا گیا ہے کہ باوجودیکہ حروفِ تہجی اور الفاظ متداولۂ عربیہ سے مرکب ہے لیکن معانی و مقاصد اور روانی و تسلسل کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہے پس خارقِ عادت ہونے کے لحاظ سے اِس کو "عجب" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

يَّهۡدِىۡۤ اِلَى الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ‌ ؕ وَلَنۡ نُّشۡرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۙ‏ ﴿۲﴾ جو بالکل سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرنے والا ہے (اِس لیے) ہم نے اُس کو دل سے مان لیا ہے (لہٰذا) اَب ہم کسی کو اپنے پالنے والے مالک کا شریک قرار نہ دیں گے۔ ﴿۲﴾

٭ اِس آیت سے معلوم ہوا کہ (۱) جنّ اللہ کے وجود اور اُس کے پالنے والے مالک ہونے کے منکر نہیں۔ (۲) اِن میں کچھ جنّ مشرک بھی ہوتے ہیں (۳) آسمانی کتب اور نبوّت کا سلسلہ جنوں میں جاری نہیں ہے۔ (۴) جنّ انسانوں ہی میں آنے والے انبیاء کرام ؑ کو مانتے ہیں۔ مثلاً یہ جنّ جنھوں نے جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے قرآن سنا تھا حضرت موسیٰ ؑ کو ماننے والے تھے۔

(۵) سورۃ الرحمٰن سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مخاطب انسان اور جنّ دونوں تھے۔ مثلاً "يٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اَنۡ تَنۡفُذُوۡا مِنۡ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۔۔۔" (سورۃ الرحمٰن آیت ۳۳ پارہ ۲۷)

٭ (تفسیر کبیر۔ تفہیم۔ مجمع البیان) ٭

جنّات کی حقیقت (۱) جنّ سے مراد چھپی ہوئی، نظر نہ آنے والی مخلوق، ایک ایسا وجود جو آگ کے شعلے سے پیدا کیا گیا ہے جبکہ انسان مٹّی سے پیدا کیا گیا ہے۔

(۲) جنّ علم رکھتا ہے۔ منطق، استدلال جانتا ہے۔ حق اور باطل کو پہچان سکتا ہے۔

(۳) اُس پر بھی خدا نے ہماری طرح فرائض واجب کیے ہیں۔ (سورۃ جن اور سورۃ رحمٰن کی آیات)

(۴) جنّوں میں مومن بھی ہیں اور کافر بھی (بحوالہ سورۂ جن)

(۵) جنوں پر بھی قیامت آئے گی ۔ (سورۂ جن)

(۶) جن آسمانوں پر چڑھ کر خبریں سن سکتے تھے لیکن اب اُن کو روک دیا گیا ہے ۔ (سورۂ جن)

(۷) جن انسانوں سے باتیں کرتے ہیں اور کچھ چھپی ہوئی باتیں بتا دیتے ہیں ۔ (سورۂ جن)

(۸) بعض جن بہت طاقتور ہوتے ہیں : مثلاً (قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ...) (سورۂ النمل آیت ۳۹ پارہ ۱۹)

(۹) جن خدا کی اجازت سے انسانوں کے کچھ کام بھی کر سکتے ہیں ۔ مثلاً " وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ " اور جنوں میں کا ایک گروہ خدا کے حکم سے سلیمانؑ کے سامنے کام کیا کرتا تھا ۔ ... یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَتَمَاثِیْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ ؕ " عبادت خانے، تصویریں، بڑے بڑے برتن، تالابوں کی مانند لگن اور زمین میں پیوست دیگیں بناتے تھے ۔" (سورۂ سبا آیت ۱۲، ۱۳ پارہ ۲۲)

(۱۰) جن انسانوں سے پہلے زمین پر پیدا ہوئے تھے ۔ یعنی فرمایا: وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝ " (اور جنوں کو ہم نے انسان سے قبل آگ کے تیز شعلے سے پیدا کیا ۔ ") (سورۃ الحجر آیت ۲۷ پارہ ۱۴)

(۱۱) مگر انسان جنوں سے افضل ہیں ۔ اسی لیے خدا نے رسولؐ انسانوں میں سے چُنے اور انسان ہی کو مسجودِ ملائک بنایا تھا "

(۱۲) ماہرین کہتے ہیں کہ وہ موجودات جن کو ہم اپنے ظاہری حواس سے محسوس کر سکتے ہیں، اُن موجودات کے مقابلے میں جن کو ہم اپنے حواس سے درک نہیں کر سکتے، بہت کم ہیں ۔ مثلاً ایسی دوربینیں ایجاد ہو چکی ہیں جن سے پتہ چل گیا ہے کہ پانی یا خون کے ایک قطرے میں ہزاروں جاندار مخلوقات موجود ہیں ۔

☆ (تفسیر نمونہ ، آکام المرجان فی احکام الجان) ☆

(۱۳) جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " خداوندِ عالم نے جنوں کو پانچ اقسام میں پیدا فرمایا ہے:

www.drhasanrizvi.com

(۱) ہوا کی طرح فضا میں (جو نظر نہیں آتے) (۲) ایک قسم سانپوں کی شکل میں۔
(۳) ایک قسم بچھوؤں کی صورت میں (۴) ایک قسم کیڑوں مکوڑوں (جراثیم) کی شکل میں
(۵) ایک قسم انسانوں کی مانند ہے جس کا حساب کتاب بھی ہوگا (ثواب و) عقاب بھی ہوگا۔

٭ (سفینۃ البحار جلد اول ص۱۸۶ مادیات) ٭

٭ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:
"برتن کے ٹوٹے ہوئے حصّے اور اُس کے دستے کی طرف سے پانی نہ پیا کرو۔ کیوں کہ شیطان اُس کے دستے اور ٹوٹے ہوئے حصّے پر بیٹھا ہوتا ہے۔" (کیوں کہ شیطان کی آماجگاہ گندے مقامات ہوتے ہیں) ٭ (کتاب کافی جلد ۶) ٭

وَّاَنَّہٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا ﴿۳﴾

〈۲〉 اور یہ کہ ہمارے پالنے والے مالک کی عظمت اور شان بہت بلند، بہت اعلیٰ اور ارفع ہے اُس نے نہ تو کسی کو اپنی بیوی بنایا ہے اور نہ اُس کے اولاد ہے۔

٭ اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ مسلمان گھروں میں پیدا ہوتے ہیں وہ اِس بات کا اندازہ ہی نہیں کرسکتے کہ مشرکوں نے اپنے دیوتاؤں کے ساتھ اُن کے بیوی بچّوں کا ایک لمبا سلسلہ بنا رکھا ہے۔ جس کو بڑی بڑی مہذّب قومیں مصری، عراقی، یونانی، چینی، ایرانی اور آجکل خاصکر ہندو مذاہب خوب خوب جانتے اور مانتے ہیں۔ ٭ (تفسیر ماجدی) ٭

www.drhasanrizvi.com

شانِ نزول اِن آیتوں کی شانِ نزول یہ ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ وہاں سے کچھ جن گزر رہے تھے وہ قرآن کو سننے کے لیے رُک گئے۔ قرآن کی فصاحت و بلاغت سے بہت متاثر ہو کر تعجب کرنے لگے۔ آخرِ کار ایمان لے آئے، جو خود یہاں پر اُن کے اپنے بیان ہی سے ظاہر ہے جس کو وہ اپنی قوم سے جاکر کہہ رہے ہیں، اور خداوندِ عالم اُس کو نقل فرمارہا ہے۔

اِس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ خدا کا پیغام خدا کے بندوں کو پہنچانا، خداوندِ عالم کو کسقدر پسند ہے۔

* (فصل الخطاب) *

* جناب ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ وہ جن وادیٔ شیصبان کے رہنے والے تھے۔

اور بعض نے کہا کہ وہ نصیبین کے رہنے والے سات جن تھے اُن کو حضورؐ نے دیکھا، تو وہ آپؐ کی تبلیغ سے مسلمان ہوگئے، اور آپؐ نے اُن کو باقی جنوں کی طرف مبلّغ بناکر روانہ فرمایا۔

* (تفسیر انوار النجف) *

* آنے والے جن یا تو عیسائی تھے یا کسی ایسے مذہب پر تھے جو خدا کو بیوی بچوں والا مانتا ہے۔ دوسرے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرمؐ نے قرآن مجید کی وہ آیات پڑھیں جن سے اُن کو عقیدے کی غلطی کا اندازہ ہوگیا، اور انھوں نے جان لیا کہ خداوندِ عالم کی ذات والاصفات اِس بات سے بہت بلند و بالا ہے کہ اُس کے بیوی بچے بھی ہوں۔

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم) *

* اِس آیت سے معلوم ہوتا ہے : کہ جو گمراہیاں آدمیوں میں پھیلی ہوئی ہیں وہی جنوں میں بھی ہیں۔ عیسائیوں کی طرح وہ بھی اللہ کے جورو (بیوی) بیٹا بتاتے ہیں۔ * (شاہ عبدالقادر۔ شیخ الاسلام عثمانی) *

www.drhasanrizvi.com

وَّاَنَّہٗ کَانَ یَقُوۡلُ سَفِیۡہُنَا عَلَی اللّٰہِ شَطَطًا ﴿۴﴾ اور یہ حقیقت ہے کہ ہمارے بیوقوف اور نادان لوگ اللہ کے بارے میں بہت غلط بکواس اور بے حقیقت باتیں کہا کرتے ہیں۔

★ بیوقوف اور نادان سے مراد شیطان ہے۔ ★ (مجمع البیان) ★

★ اور عام جنات بھی مراد لیے جا سکتے ہیں۔ ★ (تفسیر کبیر)

★ "سفیہ": یعنی بے وقوف۔ یہ لفظ عربی میں بے عقل شخص کے لیے بھی بولا جاتا ہے اور احمق کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ یہاں اگر ایک شخص کے لیے بولا گیا ہے تو مراد ابلیس ہے اور چند لوگوں کے لیے بولا گیا ہے تو کچھ بے عقل جن مراد ہیں۔

★ (تفسیر کبیر۔ مفردات امام راغب) ★

★ زیادہ تر مفسرین کا خیال ہے کہ یہاں "سفیہ" یعنی احمق کا لفظ ابلیس کے لیے استعمال ہوا ہے۔ کیوں کہ ابلیس خداوندِ عالم کے لیے ناروا باتیں کرتا پھرتا ہے اور خدا سے بغاوت کر چکا ہے۔ اور خود کو بہت بڑی توپ سمجھتا ہے۔ ابلیس عالمِ بے عمل اور عابدِ خود خواہ، خدا سے منحرف، متکبّر تھا، اِس لیے اُس کے احمق ہونے میں کوئی شک نہیں کر سکتا۔ بلکہ اُس سے بڑا احمق اور کون ہو سکتا ہے؟

★ (تفسیر نمونہ) ★

"شَطَط" کے معنی حدِ اعتدال سے نکل کر دور جا پڑنے کے ہیں۔ اِسی لیے حق سے دور باتوں کو شطط کہتے ہیں، اور اُن بڑے دریاؤں کے کناروں کو بھی "شَط" کہتے ہیں جن کا فاصلہ پانی سے بہت زیادہ دور ہوتا ہے۔

★ (مفردات امام راغب) ★

www.drhasanrizvi.com

وَّ اَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ ﴿۵﴾ اور ہم غلطی سے یہ سمجھ بیٹھے تھے
تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ کہ انسان اور جنات اللہ کے بارے
عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۵﴾ میں ہرگز کوئی جھوٹ بول ہی نہیں سکتے

★ جنوں کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے گمراہ ہونے کا سبب یہ ہوا کہ ہم کبھی یہ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ انسان یا جن اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ گھڑنے کی بھی جرأت کر سکتے ہیں۔

لیکن اب یہ قرآن سن کر ہمیں معلوم ہوگیا کہ وہ لوگ جھوٹے تھے جو یہ کہتے ہیں کہ خدا نے کسی کو اپنی بیوی اور کسی کو اپنا بیٹا بنا لیا ہے۔

★ (تفہیم - مجمع البیان) ★

★ اب جبکہ قرآن سننے کے بعد ہمیں حق معلوم ہوگیا ہے، اور ہم ایمان لے آئے ہیں اس لئے اب ہمیں اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید نہیں کرنی چاہیئے۔ ہم کو یہ بات مان لینی چاہیئے کہ شرک غلط طرزِ فکر ہے۔

★ (تفسیر نمونہ - تفسیر کبیر) ★

★ اصل میں یہ جنوں یا انسانوں کی انتہائی دلیری اور ہمت کی بات ہے کہ حق کو جان لینے کے بعد انھوں نے اپنے باپ دادا کے پرانے غلط عقیدوں کو یکسر چھوڑ دیا۔

؎ آئینِ نو سے ڈرنا، طرزِ کہن پہ اڑنا ⁂ منزل یہی کٹھن ہے، قوموں کی زندگی میں
(اقبالؔ)

★ مطلب یہ ہے کہ ہم صرف اس غلط فہمی میں تھے کہ جنوں یا انسانوں میں سے کوئی فرد اللہ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرے گا(۱)، اور ہم سمجھ رہے تھے کہ شرک کرنے میں ہم خدا کو راضی کر رہے ہیں کیوں کہ کہنے والوں نے ہم سے یہی کہہ رکھا تھا اور اب(۲) جو ہم نے قرآن سنا تو معلوم ہوا کہ انھوں نے اللہ پر بہتان لگا رکھا تھا، لہٰذا اب ہم نے شرک سے توبہ کر لی ہے۔ (انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴿۶﴾	(۶) اور (کیوں کہ) انسانوں میں سے کچھ لوگ، جِنّوں میں سے کچھ جِنّوں کی پناہ مانگا کرتے تھے، (اس لیے) انھوں نے اُن جِنّوں کے غرور اور سرکشی کو اور زیادہ بڑھا دیا۔

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "اُس زمانے میں لوگ کاہنوں کے پاس جایا کرتے تھے جن کو شیاطین وحی کیا کرتے تھے (خفیہ طور پر بتا دیا کرتے تھے) پھر وہ لوگ کاہنوں سے کہا کرتے تھے کہ تم اپنے شیاطین سے ہمارے متعلق کہدو کہ ہم اب تمھاری پناہ میں آگئے ہیں۔" (یعنی اب تمھارے شیاطین کو ہم نے اپنا مائی باپ یا مددگار مان لیا ہے اس لئے وہ ہماری حفاظت کریں، ہم اُن کی حفاظت میں رہیں گے)

★ (تفسیر صافی۔ تفسیر قمی) ★

★ اب کیوں کہ لوگوں نے اُن شیاطین کی پناہ لینی شروع کر دی تو اُس کی وجہ سے اُن شیاطین جنّوں کا تکبّر اور سرکشی اور بڑھ گئی۔ ★ (تفسیر صافی) ★

★ تفسیر قمی میں ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے پہلے کچھ جن کچھ آدمیوں کے پاس آیا کرتے تھے اور جو خبریں وہ آسمانوں پر جا کر سنا کرتے تھے، اُن آدمیوں کو بتایا کرتے تھے پھر وہ لوگ دوسروں کو جنّوں کی بتائی ہوئی باتیں بتا دیا کرتے تھے۔ ایسے ہی لوگوں کو کاہن کہا جاتا تھا۔ ★ (تفسیر قمی) ★

★ "رَهَق" کے معنی تکبّر، سرکشی، سر چڑھنا، اترانا، ظلم وستم کرنا، زیادتی زبردستی کرنا، زبردستی

www.drhasanrizvi.com

چھا جانے کی کوشش کرنا۔ اب کیوں کہ اس قسم کے کاموں کا آخری نتیجہ تباہی اور بربادی ہوتا ہے۔

★ اِس لیے "رھق" کے دوسرے معنی تباہی اور بربادی کے ہیں۔ ★ (لغات القرآن نعمانی) ★

★ بعض ماہرین نے لکھا کہ: عرب جب یہ کہتے ہیں کہ: فِیہِ رَھَقٌ تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس میں عقل کی کمی ہے، یا وہ ہر طرف سے شر اور برائیوں میں گھرا ہوا ہے۔ (مبرد)

★ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ: جاہلیت کے زمانے میں عرب جب کسی سنسان وادی سے گذرتے تو پکار پکار کر کہتے کہ: "ہم اس وادی کے مالک جنّ کی پناہ مانگتے ہیں"۔

یا مثلاً کسی عرب کا چارہ، پانی ختم ہوجاتا تھا، تو وہ دوسری جگہ چارہ، پانی تلاش کرتے جب مل جاتا تو اُترتے وقت پکار پکار کر کہتے کہ: "ہم اس وادی کے مالک (جنّ) کی پناہ مانگتے ہیں تاکہ ہم محفوظ رہیں۔

★ (تفسیر ابنِ عباس) ★

★ عربوں کے اس عقیدے کی بناء پر جنّوں میں سرکشی اور تکبّر و غرور اور بڑھ گیا تھا، حالاں کہ جنّ خدا کی مخلوق ہیں، پناہ لی جائے تو کائنات کے مالک (خالق سے لی جائے۔

★ (تفسیر مجمع البیان - روح المعانی) ★

؎ یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ÷ ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات (اقبالؔ)

وَّاَنَّهُمۡ ظَنُّوۡا كَمَا ظَنَنۡتُمۡ ‹۷› اور یہ کہ اُن آدمیوں کا بھی تمہاری اَنۡ لَّنۡ يَّبۡعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۞ طرح یہی خیال تھا کہ اللہ کسی کو پیغمبر بنا کر نہیں بھیجے گا۔

÷ جنّوں کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ: ہم تو غلطی سے یہ سمجھ رہے تھے کہ اب اللہ کسی کو اپنا رسولؐ بنا کر نہیں بھیجے گا

www.drhasanrizvi.com

مگر اب ہماری یہ غلط فہمی دور ہو گئی۔ اب قرآن سُن کر ہم کو معلوم ہو گیا کہ اللہ نے اپنا ایک رسولؐ بھیجا ہے، جو قرآن جیسا عجیب و غریب، بے حد فصیح و بلیغ کلام سناتا ہے۔

* (شیخ الاسلام عثمانی) *

وَّ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا ﴿۸﴾ اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھونا

مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ﴿۸﴾ چاہا تو دیکھا کہ وہ پہرے داروں اور

ٹوٹنے والے ستاروں سے بھرا پڑا ہے۔

وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا ﴿۹﴾ اور یہ کہ پہلے تو ہم (عالم بالا کی باتیں)

مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ سننے کے لیے آسمان میں بیٹھنے کی

يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ کوئی نہ کوئی جگہ پا لیتے تھے، لیکن

شِهَابًا رَّصَدًا ﴿۹﴾ اب جو کوئی چھپ چھپا کر کچھ سننے کی

کوشش بھی کرتا ہے تو وہ اپنی گھات میں ایک ٹوٹا ستارہ لگا ہوا پاتا ہے۔

(یعنی جب ہم آسمان پر خفیہ طور پر جانے کی کوشش کرتے ہیں تو ایک آگ کا میزائل ہمارا پیچھا کرتا ہے)

آیۃ ۸ : جنوں کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس رسولؐ کے آنے کی وجہ سے ہی یہ ہوا ہے کہ آسمان پر بڑے سخت پہرے بٹھا دیے گئے ہیں۔ اسی لیے اب ہم آسمان کی باتیں نہیں سن سکتے۔ * (فصل الخطاب) *

آیۃ ۹ : اصل میں یہی وہ وجہ ہے جس کی وجہ سے جن اس تلاش میں نکلے تھے کہ ضرور کوئی ایسا خاص واقعہ

www.drhasanrizvi.com

پیش آیا ہے جس کی وجہ سے آسمانوں پر اس قدر سخت انتظامات کر دیے گئے ہیں کہ اب ہم کو عالم بالا کی کوئی بات سننے کا موقع نہیں دیا جا رہا ہے۔ ہم آسمانوں پر جدھر بھی جاتے ہیں، مار بھگائے جاتے ہیں۔

* (تفہیم - تفسیر کبیر) *

"رَصَد" کے معنی گھات لگا کر بیٹھنا .... (تاک میں بیٹھنا)

* (مفردات امام راغب) *

"شِہَاب" کے معنی وہ شعلہ جو آگ کی طرح بھڑک کر نکلتا ہے۔ اور ایک لمبا روشن خط آسمان پر بنا تا ہے۔

* (مفردات امام راغب) *

* اصل میں یہ شہاب وہ تیر ہیں جو اُن شیاطین کو مارے جاتے ہیں جو چوری چھپے آسمان کے فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے اوپر آتے ہیں۔ مگر ہم اِس حقیقت کو پوری طرح سمجھ نہیں سکتے۔

* (فصل الخطاب۔ تفسیر نمونہ۔ لغات القرآن نعمانی) *

بیاں: اِس آیت سے (١) چوری چھپے کسی کی باتیں سننے کی مذمت نکلتی ہے۔ (٢) کاہنوں پر جو لوگوں کو عقیدت ہوتی ہے اُس کی بھی جڑ کٹ جاتی ہے۔ اِس لیے کہ کاہن جنوں ہی سے غیب کے راز معلوم کر لیا کرتے تھے، اور اب جن خود آسمان پر جا کر راز کی باتیں معلوم نہیں کر سکتے۔ "وہ شاخ ہی نہ رہی جس پہ آشیانہ تھا۔"

* (مؤلف) *

* جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: "نجومی مثل کاہن کے ہے، کاہن مثل ساحر کے ہے، ساحر مثل کافر کے ہے اور کافر جہنمی ہوتا ہے۔" * (نہج البلاغہ کلمات قصار) *

وَّ اَنَّا لَا نَدۡرِیۡۤ اَشَرٌّ اُرِیۡدَ بِمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ اَمۡ اَرَادَ بِهِمۡ رَبُّهُمۡ رَشَدًا ﴿١٠﴾

اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا زمین والوں کے ساتھ کوئی بُرا معاملہ یعنی عذاب نازل کرنے کا ارادہ کر لیا گیا ہے یا اُن کے پالنے والے مالک نے اُنھیں صحیح راستہ دکھانے کا ارادہ کیا ہے؟

www.drhasanrizvi.com

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ جنوں کو یہ بات معلوم تھی کہ آسمانوں پر شیاطین کو جانے سے دو وجہ سے روکا جاتا ہے۔ (۱) جب آسمان سے کوئی عذاب آنے والا ہوتا ہے (۲) یا پھر جب خدا کسی نبیؑ کے ذریعہ سے اپنی ہدایات اُتارنا چاہتا ہے۔

جنات اِسی بات کو سمجھ کر اُس نبیؑ کی تلاش میں نکلے تھے کہ خدا نے اُن کی ہدایت فرمائی اور وہ لوگ اُس مقام سے گذرے جہاں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز ادا فرما رہے تھے۔ جنوں نے قرآن سنا، غور کیا، اور سمجھ گئے کہ یہی وہ رسولؐ ہیں جو خدا کی طرف سے بھیجے گئے ہیں، اور انہی کے آنے کی وجہ سے آسمانوں پر پہرے دار بٹھا دیے گئے ہیں۔

★ (تفسیر مجمع البیان، تفسیر کبیر، کشاف، تفہیم) ★

وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ﴿۱۱﴾

(۱۱) اور یہ کہ ہم میں سے کچھ لوگ (بہت) نیک ہیں اور کچھ کم نیک ہیں۔ غرض ہم مختلف طریقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔

★ جنوں کے کہنے کا مطلب ہے کہ: "ہم میں بھی اچھے بُرے جنّ پائے جاتے ہیں۔ اعتقادات میں بھی ہمارے بہت سے فرقے ہیں، اِس لیے ہم بھی راہِ حق معلوم کرنے کے محتاج ہیں۔ ہم کو خدا کی ہدایات سے لاپرواہ نہیں ہونا چاہیئے۔
★ (تفسیر کبیر۔ تفہیم) ★

★ اِس آیت سے معلوم ہوا کہ نزولِ قرآن سے پہلے بھی تمام کے تمام جنّ ایک راہ پر نہ تھے۔ کچھ نیک اور کچھ بدمعاش تھے۔ اُن میں فرقے اور جماعتیں ہیں۔ کوئی مشرک، کوئی عیسائی ہے۔ قرآن کے آنے کے بعد بھی اُن میں اختلاف ہے اور انسانوں کی طرح سب کے سب حق کا راستہ قبول نہیں کرتے۔ ★ (شیخ الاسلام عثمانی) ★

www.drhasanrizvi.com

وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ ﴿۱۲﴾ اور یہ کہ ہم نے سمجھ لیا کہ ہم زمین

اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَ لَنْ پر نہ تو اللہ کو بے بس بنا سکتے ہیں اور

نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ﴿۱۲﴾ نہ بھاگ کر اُسے ہرا سکتے ہیں۔

وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى ﴿۱۳﴾ اور یہ کہ جب ہم نے صحیح رہنمائی

اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ اور ہدایت کی آواز سُنی تو ہم نے اُس کو

فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّ لَا رَهَقًا ﴿۱۳﴾ دل سے مان لیا۔ تو اب جو کوئی بھی

اپنے پالنے والے مالک کو دل سے مان لے گا، اُسے کسی حق تلفی، ظلم اور زیادتی، کسی قسم کی ناانصافی یا اپنے حق میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی کا ڈر نہ ہوگا۔

آیت ۱۲ کی تشریح : مطلب یہ ہے کہ یہ خیال بالکل غلط ہے کہ کوئی شخص خدا کی سزا سے بھاگ کر بچ نکلے گا" ایسا سوچنا بالکل غلط ہے، اس لیے کہ خدا کی قدرت پوری کائنات کو گھیرے ہوئے ہے اس لیے پنجۂ قدرت سے فرار ممکن نہیں ہے۔ جن کہہ رہے ہیں کہ ہمارا اسی عقیدے نے کہ ہم خدا کے پنجۂ عدالت سے بچ کر نکل نہیں سکتے، ہمیں خدا کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے اور اُس کی اطاعت پر مجبور کر دیا۔ کہ یہی واحد صورت ہے خدا کے عذاب سے بچنے کی۔

* (تفسیر نمونہ) *

آیت ۱۳ میں: جنّوں کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ (۱) یہ بات ہمارے لیے فخر کا موقع ہے کہ جنّوں میں سے

www.drhasanrizvi.com

سب سے پہلے ہم نے قرآن سنا اور سب سے پہلے ہم قرآن پر ایمان لائے ۔

(۲) یہ کہ سچے دل سے خدا، رسولؐ اور آخرت کو ماننے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی کھٹکا یا خطرہ نہیں ہے ، اُس کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے گا۔ یعنی اُس کی نیکیاں ضائع نہیں جائیں گی ، نہ کسی دوسرے کے گناہ اُس پر لادے جائیں گے۔ غرض خدا کے پاس جا کر سچا باعمل مومن ہر قسم کی ذلّت و رسوائی و نقصان سے محفوظ رہے گا۔

٭ (شیخ الاسلام عثمانی) ٭

٭ ایمان کے لفظ کے معنی امن سے ہو جانا ہوتا ہے ۔ جو خدا پر دل سے ایمان لے آتا ہے۔ یعنی خدا، رسولؐ اور آخرت اور قرآن کو دل سے مان لیتا ہے ، وہ ہر قسم کے نقصان اور خطرات سے امن میں ہو جاتا ہے کیوں کہ خداوند عالم نے فرمایا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حِصْنِىْ فَمَنْ قَالَهَا دَخَلَ فِىْ حِصْنِىْ وَمَنْ دَخَلَ فِىْ حِصْنِىْ اَمِنَ مِنْ عَذَابِىْ : " نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے ، یہ بات دل سے مان لینا میرا قلعہ ہے ، پس جس نے یہ اقرار کر لیا وہ میرے قلعے میں داخل ہو گیا ، اور جو میرے قلعے میں داخل ہو گیا ، وہ میری سزاؤں سے محفوظ ہو گیا ۔" (حدیث قدسی سلسلۃ الذہب از امام علی رضاؑ ، بحار الانوار ، عیون الاخبار)

اِس کے بعد فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے حدیث قدسی کے پڑھنے کے بعد فرمایا: بِشَرْطِهَا وَشُرُوْطِهَا وَاَنَا مِنْ شُرُوْطِهَا " لیکن خدا کا یہ فرمان کچھ شرائط کے ساتھ ہے اور میں بھی اُن شرائط میں سے ہوں ۔" یعنی : اگر میری امامت کو تسلیم کرو گے تو عذاب الٰہی کی سزا سے امان میں رہو گے ۔ (ائمہ اہلبیتؑ کی امامت و ولایت کو دل سے ماننا شرط نجات ہے)

٭ (حدیث قدسی مروی از امام علی رضاؑ از تفسیر نور الثقلین ، تفسیر تبیان)

٭ امام احمد ابن حنبل سے اِس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو اُنھوں نے فرمایا: " اِس حدیث کا کیا کہنا ، اِس کے راوی (یعنی ائمہ اہلبیتؑ) سلسلۃ الذہب (سنہری سلسلے والے) ہیں اُن کے نام اگر کسی دیوانے پر پڑھ دیے جائیں تو وہ فرزانہ ہو جائے گا ۔" " سبحان اللہ "

www.drhasanrizvi.com

★ اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ نجاتِ آخرت کے لیے ائمۂ اہلِ بیتؑ کی امامت اور ولایت کو ماننا لازمی شرط ہے۔ اور یہ پوری اُمتِ مسلمہ کا مسلّم عقیدہ ہے کیوں کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "مَثَلُ اَهْلِبَيْتِي كَمَثَلِ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجٰى وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ وَهَوٰى" "میرے اہلِ بیتؑ کی مثال کشتیٔ نوحؑ کی طرح ہے، جو اس پر سوار رہا نجات پاگیا، اور جس نے اس سے منھ موڑا غرق ہوا اور برباد ہوا۔"

★ (الحدیث ۔ از تفسیر کبیر امام رازی ۔ صواعقِ محرقہ ۔ ینابیع المودۃ) ★

★ عظیم صوفی نیاز بریلویؒ ۔ جو سلسلۂ نیازیہ کے بانی ہیں ۔ فرماتے ہیں :

ع نیاز اندر قیامت بے سروساماں نہ خواہی شد
کہ از حبّ و تولائے علی داری توسامانی (نیاز بریلوی)

یعنی: اے نیاز! تو قیامت کے دن بے سروسامان نہ رہے گا، اس لیے کہ تیرے پاس علیؑ ابن ابی طالبؑ کی محبت اور ولایت کے اقرار جیسا بہترین سامانِ نجات موجود ہے۔

ع کفن میں ہے مرے کربل کی مٹی :: مسافر بے سروساماں نہیں ہے۔

وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا ﴿۱۴﴾ اور یہ کہ ہم میں سے کچھ مسلمان (یعنی
الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ اللہ کی اطاعت کرنے والے) ہیں اور کچھ
فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾ سیدھے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں۔ تو
جنھوں نے اسلام کا راستہ اختیار کرلیا، تو انھوں نے نجات کا صحیح راستہ ڈھونڈ لیا۔

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جان ومال کو محفوظ سمجھیں۔" (تفسیر مجمع البیان جلد۱)

www.drhasanrizvi.com

★ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا: "مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔"

★ (اصول کافی جلد ۲ باب مومن و علاماتہ) ★

★ آخر میں جنوں کا یہ کہنا کہ: "جو شخص اسلام کو اختیار کرے اُس نے سیدھی راہ انتخاب کر لی۔"

(۱) اِس سے معلوم ہوا کہ انسان کو عمل کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ (مؤلف)

(۲) مومن وہ ہوتا ہے جو اپنے ارادے، قصد، تحقیق اور اپنی تلاش کی بدولت ہدایت حاصل کرتا ہے، آنکھیں بند کر کے اندھی تقلید نہیں کرتا۔ اِسی ایمان لانے پر عظیم اجر پاتا ہے۔ (تفسیر نمونہ)

؎ زباں سے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل ٭ دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

★ (اقبال) ★

وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾ اب جو سیدھے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں، وہ جہنّم کا ایندھن بننے والے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ: جنّ تو آگ کے بنے ہیں، پھر اُن کو جہنّم کی آگ سے تکلیف کیسے پہنچ سکتی ہے؟

جواب یہ ہے کہ: قرآن کی رُو سے آدمی بھی مٹّی سے بنا ہے، پھر مٹّی کا ڈھیلا انسان کو مارنے پر تکلیف کیوں ہوتی ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ انسان اگرچہ مٹّی سے بنا ہے، مگر بننے کے بعد وہ بالکل مختلف چیز بن جاتا ہے۔ اسی طرح جنّ اگرچہ آگ سے بنتے ہیں مگر وہ صاحبِ احساس اور زندہ مخلوق ہیں اسی طرح آگ اُن کو بھی جلا دے گی، اور اذیت دے گی۔ (پھر جہنّم کی آگ، جس کے شعلے سے خود آگ بھی پناہ مانگتی ہے)

★ (تفہیم - مجمع البیان) ★

القٰسِطُوْنَ: راہِ حق سے انحراف کرنے والے۔ اسی لیے جنابِ امیرالمومنینؑ سے جنگِ صفین میں لڑنے والے لشکر کو قاسطین کہا جاتا ہے۔ جنگِ جمل والوں کو ناکثین[۱] اور جنگِ نہروان والوں کو مارقین کہا جاتا ہے[۲]۔ (انوار النجف)

[۱] ناکثین یعنی بیعت توڑنے والے۔ [۲] مارقین، یعنی دین سے خارج

www.drhasanrizvi.com

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى (۱۶) اور یہ کہ اگر یہ لوگ سیدھے راستے
الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ پر ثابت قدم رہتے تو ہم انھیں
مَّآءً غَدَقًا (۱۶) خوب اچھی بارش سے اچھی طرح سے
سیراب کرتے ۔

★ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جنوں کی طرح اگر مکے والے بھی خدا و رسولؐ آخرت کو دل سے مان لیتے تو ہم ان کو بھی خوب اچھی طرح سے سیراب کرتے ۔

★ (جلالین ، شاہ رفیع الدین) ★

★ کئی سال تک عرب میں قحط پڑا ۔ لوگ قحط سے تنگ آچکے تھے ، اب عربوں سے کہا جارہا ہے کہ سدھر جاؤ ۔ اگر تم ایمان لے آؤ گے (یعنی خدا رسولؐ آخرت اور قرآن کو دل سے مان لوگے) تو ہم تم پر بارش اور روزی کے دروازے کھول دینگے ۔

★ (تفسیر ماجدی) ★

★ پانی کو یہاں نعمتوں کی کثرت کے طور پر فرمایا گیا ہے ۔ اس لیے کہ پانی ہی پر کھیتی باڑی ، زندگی زراعت ، صنعت ، بستیاں بسنے کا دار و مدار ہے ۔

★ (تفہیم) ★

★ بعض روایات میں ہے کہ اُس وقت مکے والے اپنی شرارت کی سزا میں سخت قحط میں گرفتار تھے ، اُن کو بتایا جارہا ہے کہ اگر تم ایمان لاکر سیدھے ہو جاؤ اور جنوں کی طرح قرآن کو دل سے مان لوگے تو بارانِ رحمت سے سیراب ہوسکتے ہو ۔

★ (شیخ الاسلام عثمانی) ★

www.drhasanrizvi.com

لِّنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَمَنْ ﴿۱۷﴾ تاکہ ہم اِس نعمت کے ذریعے اُن کا

يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ امتحان لیں۔ تو اَب جو کوئی اپنے

يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿۱۷﴾ پالنے والے مالک کی یاد سے اپنا منھ

پھیرے گا، تو (اُس کا مالک) اُسے ایسے سخت عذاب میں داخل کرے گا جو بڑھتا ہی چلا جائے گا۔

"ذِکْر" سے منھ موڑنے کا مطلب یہ ہے کہ (۱) اللہ کی نصیحتوں کو قبول نہ کرنا۔ (۲) اللہ کی باتیں نہ سننا (۳) اللہ کی اطاعت اور عبادت سے منھ موڑ لینا۔

* (تفہیم - تفسیر کبیر) *

؎ جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد ؛ پر طبیعت اِدھر نہیں آتی

* محققین نے نتیجہ نکالا کہ خداوندِ عالم جن چیزوں سے بندوں کا امتحان لیتا ہے اُن میں ایک چیز یہ بھی ہے کہ وہ بندے کو بہت سی نعمتیں عطا فرماتا ہے، پھر دیکھتا ہے کہ وہ شکر کرتا ہے یا کفر (ناشکری) یعنی یہ دیکھتا ہے کہ وہ خدا کی نعمتوں کو خدا کی عطا مان کر خدا کی مرضی کے مطابق استعمال کرتا ہے، یا اُن کو اپنے باپ کا (ناجائز) مال سمجھ کر خدا کی مرضی کے خلاف استعمال کرتا ہے۔ اگر وہ کفر و انکار والی راہ اختیار کرتا ہے، یعنی خدا کی نعمتوں کو خدا کی عطا نہیں مانتا اور اپنی من مانی کرکے خدا کی نعمتوں کو خدا کی مرضی کے خلاف استعمال کرتا ہے تو پھر خدا اُس کو اپنی سخت سزا میں پکڑ لیتا ہے۔

(تفسیر نمونہ۔ تفسیر کبیر۔ مجمع البیان) *

* حاصلِ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی یاد سے منھ موڑ کر آدمی کو چین نصیب نہیں ہو سکتا، کیوں کہ معصیتِ خدا کا راستہ سراسر پریشانیوں اور عذاب کا راستہ ہے، نجات کا راستہ نہیں ہے۔ * (شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾

〈۱۸〉 اور یہ کہ سجدے کے مقامات اللہ کے ساتھ مخصوص ہیں دیا، اور یہ کہ (خدا کا شریک قرار دیکر نہ بلاؤ)

مسجدیں اللہ کے لیے ہیں پس اللہ کے ساتھ کسی کو خدا نہ کہو۔

★ آیت میں اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ یہ بات بالکل جائز نہیں کہ عبادت کا کچھ حصہ تو خدا کے لیے کیا جائے اور کچھ عبادت کسی غیرِ خدا کے لیے کی جائے، یہ شرک ہے۔

★ "مساجد" سے یہاں مراد اعضائے سجدہ بھی ہیں۔ یعنی وہ سات اعضاء جو سجدے میں استعمال ہوتے ہیں۔ (پیشانی، دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے، دونوں پیروں کے انگوٹھے)۔

★ (معالم - ابن کثیر - امام راغب) ★

★ حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
"مساجد" سے یہاں مراد وہ اعضاء بھی ہیں جو سجدے کی حالت میں زمین پر ٹکتے ہیں۔
یعنی: پیشانی۔ دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور دونوں پیروں کے انگوٹھے۔

★ (تفسیر قمی، تفسیر صافی۔ من لایحضرہ الفقیہ، کافی بروایت امام صادقؑ۔ تفسیر عیاشی بروایت امام محمد تقیؑ) ★

★ تمام مفسرین نے "مساجد" مسجدوں سے مراد عبادت گاہوں کو لیا ہے۔
مطلب یہ ہے کہ "مساجد" مسجدوں، عبادتگاہوں میں سوا خدا کے کسی کی عبادت نہیں کرنی چاہیئے۔
جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے لیے تو پوری کی پوری زمین مسجد یا عبادتگاہ طہارت حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دی گئی ہے۔"

★ (تفہیم - تفسیر کبیر - وسائل الشیعہ جلد ۲) ★

www.drhasanrizvi.com

تاریخی واقعہ ایک دفعہ خلیفہ معتصم عباسی کے دربار میں ایک چور کے ہاتھ کاٹنے پر علمارِ اسلام میں بحث چھڑ گئی۔ کچھ علمار نے کہا کلائی سے ہاتھ کاٹا جائے گا، اُنھوں نے تیمّم والی آیت سے استدلال کیا؛

کچھ علمار نے کہا کہنی سے ہاتھ کاٹا جائے گا، اُنھوں نے وضو والی آیت سے استدلال کیا،

معتصم عباسی نے فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد تقی الجوادؑ سے پوچھا کہ آپؑ کیا فرماتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: "صرف چار انگلیاں کاٹی جائیں، ہاتھ کی ہتھیلی اور انگوٹھا چھوڑ دینا چاہیے۔" جب معتصم عباسی نے دلیل طلب کی تو امام علیہ السلام نے یہی آیت تلاوت کی اور فرمایا کہ "یہ سجدے والے اعضار اللہ کے لیے ہیں" اور جو چیز خدا کے لیے ہو اُس کو کاٹنا نہیں چاہیے۔

چنانچہ خلیفہ نے امام علیہ السلام کے اِس استدلال پر سخت تعجب کیا اور آپؑ کی علمیت کا معترف ہو گیا۔ اور امامؑ ہی کے حکم کے مطابق چور کی چاروں انگلیوں کو جڑ سے کاٹنے کا حکم جاری کیا۔

* (نور الثقلین جلد ۵۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۸) *

اِس آیت سے غلط نتیجہ یہ نکالا جاتا ہے کہ "بس خدا کے سوا کسی کو نہ پکارو، اِس لیے کسی کو خدا کی بارگاہ میں وسیلہ یا شفیع نہ بناؤ" حالاں کہ شفاعت اور وسیلہ دونوں قرآن سے ثابت ہیں، اور عقیدۂ توحید کی نفی نہیں کرتے۔ خود قرآن میں خدا نے فرمایا: "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔"

(سورۃ النسآء آیت ۶۴ پارہ ۵)

یعنی: "اگر اُنھوں نے گناہ کر کے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، تو وہ آپؑ کے پاس آجائیں اور اللہ سے استغفار کریں اور رسولؐ اُن کے لیے استغفار کریں تو وہ اللہ کو بخشنے والا، رحم کرنے والا پائیں گے۔"

* سورۃ توبہ میں فرمایا: "خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔" (سورۃ التوبہ آیت ۱۰۳ پارہ ۱۱)

www.drhasanrizvi.com

یعنی: "اُن کے اموال میں سے صدقہ قبول کرکے اُس کے ذریعے اُن کو پاک کرو اور اُن کا تزکیہ کرو، اور (اے رسولؐ!) تم اُن کے لیے دعائے خیر کرو (کیوں کہ) یقیناً تمھاری دعا، اُن کے لیے سکون و آرام کا باعث ہوگی، اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔"

★ سورۂ یوسف میں حضرت یوسفؑ کے بھائی اپنے والد حضرت یعقوبؑ سے درخواست کررہے ہیں:

" قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـٕیْنَ ۝ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ " (سورۂ یوسف آیت ۹۷-۹۸ پارہ ۱۳)

یعنی: "اُن سب نے کہا: "اے ہمارے بابا جان! (آپؑ اللہ کے نبی ہیں) ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی بخشش و معافی کی "اللہ سے" دعا فرمائیں، یقیناً ہم تو بالکل گنہگار ہیں۔ اُنھوں نے "(حضرت یعقوبؑ نے)" فرمایا: میں تمھارے لیے اپنے پالنے والے مالک سے بہت جلد استغفار کروں گا، یقیناً وہ تو بہت بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔" (تفسیر کبیر)

★ اِن مذکورہ آیات سے شفاعت اور توسّل۔ یعنی خدا کی بارگاہ میں کسی کو اپنا وسیلہ بنانے کا جواز واضح طور پر ثابت ہوگیا۔ بلکہ یہ بھی ثابت ہوگیا کہ خود خداوندِ عالم نے ہمیں اللہ والوں سے شفاعت حاصل کرنے اور وسیلہ بنانے کی تعلیم دی ہے، جبکہ اُن کو صرف شفیع اور وسیلہ سمجھا جائے، خدا کا شریک یا ساجھی نہ سمجھا جائے۔ (تفسیر انوار النجف، تفسیر نمونہ)

مطلب یہ ہے کہ خالص خدائے واحد کی عبادت کرو اور اُس کا شریک بناکر کسی کو کہیں بھی نہ پکارو، خاص کر مسجدوں میں تو ایسا کام نہ کرو جو صرف اور صرف خدا کی عبادت کے لیے بنائی گئی ہیں۔

بعض مفسّرین نے مساجد سے مراد اعضاءِ سجدہ لیے ہیں۔ یعنی وہ اعضاء جو سجدے کے وقت زمین (یا سجدہ کی جگہ) پر رکھے جاتے۔ پھر یہ مطلب ہوگا کہ یہ خدا کے دیے ہوئے اعضاء خدا ہی کو سجدہ کرنے کے لیے دیے ہیں، لہٰذا ان سے اُن کے مالک و خالق کے سوا کسی اور کے لیے سجدہ نہ کرنا۔ (شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

وَّ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبۡدُ اللّٰهِ يَدۡعُوۡهُ كَادُوۡا يَكُوۡنُوۡنَ عَلَيۡهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ ع ۱۹

(۱۹) مگر یہ کہ جب بھی عبداللہ "اللہ کا بندہ" (یعنی رسولِ خدا) اللہ کا نام پکارتا ہوا کھڑا ہوا تو (کافر) لوگ اُس پر ٹوٹ پڑنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَدۡعُوۡا رَبِّىۡ وَلَاۤ اُشۡرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۰﴾

(۲۰) آپ کہدیجیے کہ "میں تو اپنے پالنے والے مالک کو پکارتا ہوں، اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

آیت ۱۹ میں لفظ عبداللہ کے معنی "اللہ کا غلام" سے مراد یہاں جناب رسولِ خدا کی ذات ہے
* (تفسیر صافی) *

★ "ٹوٹ پڑنے" کے دو معنی ہیں (۱) قرآن کو سننے کے شوق میں ٹوٹے پڑنا۔

(۲) یہ کہ جب جناب رسولِ خدا قرآن پڑھتے تو مکے والے اُن کو ستانے کے لیے ٹوٹ پڑتے۔

اُن کافروں، مشرکوں سے کہا جا رہا ہے کہ: "تمھیں اِس حرکت کی سزا دی جائے گی۔"

* (فصل الخطاب) *

★ آیت ۲۰ میں کہا جا رہا ہے کہ: "مجھے کیوں ستاتے ہو! میں کوئی بُری یا نامعقول بات تو نہیں کہہ رہا ہوں۔ صرف اپنے پاک مالک کو پکار رہا ہوں۔ میں کسی کو اُس کا شریک نہیں مانتا۔ اِس میں لڑنے جھگڑنے کی کیا بات ہے! سوچنے سمجھنے کی بات ہے۔ میں تو اُسی ایک اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں۔ (شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ﴿۲۱﴾ کہدیجیے کہ "میں نہ تو تمھیں

ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ کوئی نقصان پہنچانے پر قابو

رکھتا ہوں، اور نہ تمھیں سیدھے راستے پر چلنے پر مجبور کرنے کا اختیار رکھتا ہوں"۔

★ نبیؐ خدا کا پیغام پہنچانے والا ہوتا ہے، خدائی اختیارات کا مالک نہیں ہوتا۔ یہ بات قرآن نے بار بار سمجھائی ہے۔ مثلاً فرمایا: "فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ؀"

یعنی: پس تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے رسولؐ کی ذمّہ داری صرف ہمارے پیغام کو واضح طور پر پہنچا دینا ہے
(سورۃ المائدہ آیت ۹۲ پارہ ۷)

★ پھر سورۂ اعراف میں فرمایا: "قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۛؕ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ؀" (سورۃ الاعراف آیت ۱۸۸ پارہ ۹)

یعنی: کہدیجیے کہ میں تو خود اپنے لیے بھی کسی فائدے اور نقصان کا مالک نہیں ہوں، مگر جو اللہ چاہے۔ اور اگر میں غیب (کے خزانوں) کی خبر رکھتا تو اپنے لیے بہت سا فائدہ جمع کر لیتا، اور مجھے کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ میں تو صرف اُن لوگوں کے لیے جو دل سے خدا کو مانتے ہیں، ڈرانے اور خوشخبری دینے والا ہوں"۔

★ اصل بات یہ ہے کہ انسانوں میں افراط و تفریط کا زبردست رُجحان ہوتا ہے۔ کچھ لوگ تو اس قدر تفریط کی طرف مائل ہوتے ہیں کہ وہ یہ بات نہیں سمجھ پاتے کہ انسان بھلا خدا کا رسولؐ کیسے ہو سکتا ہے۔ دوسرے افراط کے عالم میں یہ سمجھتے ہیں کہ رسولؐ، خدائی اختیارات میں شریک ہوتا ہے۔ وہ خدا کی طرح جو چاہے کر سکتا ہے۔ رسولؐ مافوق البشر ہستی ہوتا ہے۔ قرآن ان دونوں کے درمیان اعتدال کی بات کرتا ہے کہ رسولؐ خدا کا بھیجا ہوا، نمونۂ عمل ہوتا ہے، خدا کا محبوب ہوتا ہے، ہمارے لیے وسیلہ ہوتا ہے، شفاعت کا اختیار رکھتا ہے، مگر خدا کا شریک یا خدائی اختیارات کا مالک نہیں ہوتا۔ (مترجم)

www.drhasanrizvi.com

قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰہِ اَحَدٌ ۙ۬ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾

﴿۲۲﴾ کہدیجیئے کہ مجھے اللہ کی پکڑ سے کوئی دوسرا نہیں بچا سکتا اور میں اُسے چھوڑ کر کوئی پناہ حاصل کرنے کی جگہ تک نہیں پا سکتا۔

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے یہ کہلوایا جا رہا ہے کہ "میں بھلا تم کو نفع نقصان از خود کیسے پہنچا سکتا ہوں، خود میرا اپنا نفع نقصان میرے اپنے قبضۂ قدرت میں نہیں ہے۔ قادرِ مطلق تو صرف اور صرف خدا ہے۔

میں بالغرض اگر ان فرائض کی ادائیگی میں جو خدا نے مجھ پر لازم فرمائے ہیں کچھ کمی کروں تو پھر کوئی شخص بھی مجھے اللہ کی سزا سے نہیں بچا سکتا۔ پھر میرے لیے پوری کائنات میں کوئی جگہ نہیں ہے جہاں جا کر میں پناہ حاصل کر سکوں۔

★ (شیخ الاسلام عثمانی) ★

★ مطلب یہ ہے کہ میں نہ خدا ہوں، نہ خدا کا شریک ہوں، نہ خدائی اختیارات رکھتا ہوں، بلکہ میں تو خدا کا بندۂ کامل ہوں۔ اُسی سے ڈرتا ہوں، ہر نفع و نقصان اُسی کے ہاتھ میں ہے، اُس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ ★ (مؤلف) ★

★ حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام نے فرمایا: "فِرُّوْا مِنَ اللّٰہِ اِلَی اللّٰہِ" (اللہ کے خوف سے بھاگو اللہ کی پناہ کی طرف) یعنی خدا کے عذاب سے اگر پناہ مل سکتی ہے تو خدا ہی کے دامنِ رحمت میں پناہ لے کر، اور کسی طرح کسی کی پناہ حاصل نہیں ہو سکتی۔ ★ (مؤلف) ★

www.drhasanrizvi.com

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ﴿۲۳﴾

﴿۲۳﴾ میرا کام اِس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ میں اللہ کی بات اور اُس کے پیغامات پہنچادوں، اب جو بھی اللہ اور اُس کے رسولؐ کی بات نہ مانے گا، اُس کے لیے جہنّم کی آگ ہے، جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

★ آیت کا مطلب یہ ہے کہ: "اے مکہ والو! آخر تمھیں مجھ پر اتنا غصہ کیوں آرہا ہے؟ میں تو بس ایک پیغامبر ہوں، اللہ کا پیغام لے کر آیا ہوں، جس کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ خداوندِ عالم کے پیغامات پہنچادے۔ اب تمھارا نفع نقصان خود تمھارے ہاتھ میں ہے۔ اگر تم مان لوگے تو خود تمھارا ہی فائدہ ہوگا، ورنہ تم خود ہمیشہ ہمیشہ جہنّم کی آگ میں جُھلسو گے۔" (جلوگے)

رہا میں، تو میں خدائے واحد کا ایک عبد (غلام) ہوں، اگر میں خدا کے پیغامات کو نہ پہنچاؤں تو اُس کی سزا سے نہیں بچ سکتا۔ اِس لیے اب جو میری بات نہ مانے گا وہ خدا کے عذاب سے نہ بچ سکے گا۔

صحیح نتیجہ یا تعلیم ★ (فصل الخطاب) ★

★ آیت کے آخری الفاظ کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہر گناہ کی سزا، ابدی جہنّم ہے۔ بات کیوں کہ توحید پر ہورہی ہے، اُسی حوالے سے مطلب یہ ہے کہ جو شخص خدا کی یکتائی کو نہ مانے گا اور خدا کے ساتھ دوسرے جھوٹے خداؤں کو شریک کرے گا، اُس کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کی جہنّم ہوگی۔

★ (تفسیر کبیر، تفہیم) ★

www.drhasanrizvi.com

حَتّٰۤی اِذَا رَاَوۡا مَا یُوۡعَدُوۡنَ فَسَیَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ اَضۡعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾

〈۲۴〉 (غرض یہ لوگ نہ مانیں گے) یہاں تک کہ جب یہ لوگ اُس چیز (قیامت) کو دیکھ لیں گے جس کا اِن سے وعدہ کیا جا رہا ہے، تب اِنھیں پتہ چل جائے گا کہ کس کے مددگار بہت کمزور ہیں، اور کس کے ساتھیوں کی تعداد بہت کم ہے۔

آیت کی شانِ نزول یہ ہے کہ جب مکّے کے لوگ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان قرآن مجید سنتے تھے تو آپؐ پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ ان کو یہ غرور تھا کہ ہم تعداد میں بہت زیادہ ہیں، اور اللہ کے رسولؐ کے بظاہر چند مٹھی بھر ساتھی ہیں، ہم ان کو دبالیں گے۔ اُن سے کہا جا رہا ہے کہ اکثریت اور پارٹی بندی کے دھوکے میں نہ رہو، اِس لئے کہ بہت جلد تمہاری شامت آیا ہی چاہتی ہے، تمہاری مہلتِ عمل بس ختم ہی ہونے والی ہے، اُس وقت تم کو از خود معلوم ہو جائے گا کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کی پارٹی تعداد میں کم ہے۔

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم۔ مجمع البیان) *

حق کا معیار کثرتِ تعداد نہیں ہوتا مددگاروں اور ماننے والوں کی اکثریت کبھی حق کا معیار نہیں ہوتی

فرعون بھی حضرت موسیٰؑ کے بارے میں یہی کہا کرتا تھا: "اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَشِرۡذِمَةٌ قَلِيۡلُوۡنَ ۙ"
(سورۃ الشعراء آیت ۵۴ پارہ ۱۹)

(یعنی: "بیشک (موسیٰ کے ماننے والے) ایک چھوٹا سا گروہ ہیں۔ تعداد میں تھوڑے ہیں۔")

* مشرکینِ عرب ہمیشہ یہی کہا کرتے تھے۔ "نَحۡنُ اَكۡثَرُ اَمۡوَالًا وَّاَوۡلَادًا ۙ وَّمَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِيۡنَ"
(سورۃ سبا ۳۴۔ آیت ۳۵ پارہ ۲۲)

* یعنی: "ہم مال اور اولاد میں کثرت والے ہیں، اور ہمیں عذاب نہیں دیا جا سکتا۔"

www.drhasanrizvi.com

★ اور سورۃ کہف میں ایک بے ایمان نے اپنے مومن ساتھی سے کہا: "فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۝" (سورۃ الکہف ۱۸ آیت ۳۴ پارہ ۱۵)

یعنی: "پس اُس نے اپنے ساتھی سے، جس سے وہ محوِ گفتگو تھا، کہا کہ میں تجھ سے مال میں بھی بہت زیادہ ہوں اور کثرتِ افراد بھی معزز ہوں۔"

★ جبکہ انبیاء کرام اکثریت یا مال کی زیادتی پر نہیں بلکہ اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔

خدائے تعالیٰ نے سورۃ بقرہ میں فرمایا: "قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝" یعنی: "وہ لوگ جن کو اللہ سے ملاقات کا یقین تھا کہنے لگے کہ کتنے ہی چھوٹے چھوٹے گروہ ایسے ہیں جو خدا کے حکم سے بڑے بڑے گروہوں پر غالب آجاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (مدد کرتا ہے)۔"

★ (سورۃ البقرۃ - آیت ۲۴۹ پارہ ۲) ★

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: "اے لوگو! ہدایت کی راہ میں لوگوں کے کم ہونے سے کبھی وحشت زدہ یا خوف زدہ نہ ہو جانا۔"

★ (نہج البلاغۃ خطبہ ۲۰۱) ★

★ قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیات اس حقیقت کو واضح طور پر بتا رہی ہیں کہ اکثریت کا ہونا کبھی حق کا معیار نہیں ہوا کرتا، اکثریت پر ناز کرنا کافر ذہنیت ہے جو اسی کو نجات کا معیار قرار دیتی ہے۔

★ (تفسیر نمونہ) ★

ـــ جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں ∴ لوگوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

ـــ گریز از طرزِ جمہوری غلامِ پختہ کاری شد ∴ کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانی نمی آید

یعنی: جمہوریت سے گریز کرو، اس لیے کہ دو سو گدھے مل کر بھی ایک انسان کی عقل نہیں لا سکتے۔ (اقبال)

www.drhasanrizvi.com

آیت کا پیغام : یہ ہے کہ اے کافرو ! ، حق دشمنو ! تم جتھے بنا بنا کر ہم پر حملے کرتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ محمدؐ کے ساتھی تھوڑے سے ہیں، اِس لیے کمزور ہیں، لیکن جب میرے وعدے کا وقت آ دھمکے گا، اور تمھارا تیا پانچا ہوجائے گا، اُس وقت تمھیں خود پتہ چل جائے گا کہ کس کے ساتھی تھوڑے اور کمزور تھے ۔

٭ (شیخ الاسلام عثمانی) ٭

قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا ﴿۲۵﴾

〈۲۵〉 کہدیجیے کہ : "مجھے خبر نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ قریب آچکی ہے، یا میرا پالنے والا مالک اُس کے لیے کوئی لمبی مدّت قرار دے گا ۔"

٭ مطلب یہ ہے کہ قیامت کا آنا بالکل یقینی بات ہے، جو ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے ۔ (تفسیر ماجدی)

٭ قرآن مجید میں کئی جگہ یہ بات بتلائی گئی ہے کہ قیامت کے آنے کے وقت کا علم صرف خدا کو ہے ۔ جس طرح موت کا آنا یقینی ہے، مگر اُس کا وقت صرف اللہ کو معلوم ہے ۔ اِسی طرح قیامت پورے عالم کی موت ہے ۔ ہم کو یہ تو یقینی طور پر معلوم ہے کہ قیامت ضرور آئے گی، مگر اُس کا وقت موت کے وقت کی طرح صرف اور صرف خدا کو معلوم ہے ۔ ٭ (مؤلف) ٭

٭ ایک دفعہ جبرئیلؑ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عربی بدّو (دیہاتی) کی شکل میں آئے اور پوچھا : " بتلائے قیامت کب آئے گی ؟ " آپؐ نے فرمایا : " تم جس سے سوال کررہے ہو، وہ اِس

www.drhasanrizvi.com

مسئلے میں سوال کرنے والے سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔"

• عربی بدّو نے پوچھا: "اے محمدؐ! قیامت کب آئے گی؟

• فرمایا: "وائے ہو تم پر، قیامت تو آکر ہی رہے گی۔ تم بتاؤ کہ تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟"

• عربی بدّو نے کہا: "میں نے نماز، روزہ تو زیادہ نہیں جمع کیا، مگر میں خدا اور اُس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہوں۔"

• جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "فَاَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ"، یعنی، "پھر تم اُس کے ساتھ رہو گے جس سے محبت کرتے ہو۔"

• جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی انسؓ نے کہا: "مسلمان کسی حدیث پر اتنا خوش نہیں ہوتے، جتنا یہ حدیث سن کر خوش ہوتے ہیں۔"

* (تفسیر مراغی جلد ۲۹ صفحہ ۱۵۰) *

* یہی حدیث کچھ کمی کے ساتھ "بخاری شریف" میں بھی ہے۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

〈۲۶〉 وہی غیب کا جاننے والا ہے۔ وہ اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ

〈۲۷〉 سوا اُس رسولؐ کے جسے اُس نے پسند اور منتخب کرلیا ہے تو وہ اُس (رسولؐ) کے

www.drhasanrizvi.com

بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ آگے اور پیچھے پہرے دار

رَصَدًا ﴿۲۷﴾ اور محافظ لگا دیتا ہے۔

★ غیب سے مراد خدا کے راز بھی ہیں اور شریعت کے اسرار بھی ہیں، کائنات کی تخلیق کے راز مقصود ہیں۔

البتہ محققین نے لکھا کہ اولیائے اُمّت جو انبیائے کرامؑ کا سایہ ہوتے ہیں، خدا اپنے خاص راز اور اسرارِ شرعی اُن پر منکشف فرماتا ہے، مگر یہ انکشاف انبیائے کرامؑ کے واسطے سے ہوتا ہے۔

★ (تفسیر ماجدی) ★

★ کیوں کہ انبیائے کرامؑ ہی خدا اور اُس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں۔ ★ (مؤلف) ★

★ آیت کا مطلب یہ ہے کہ غیب کا پورا علم صرف اور صرف اللہ کو ہے۔ مکمل علمِ غیب اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ پھر آیت ۲۷ میں بتلایا جا رہا ہے کہ خدا جس شخص کو اپنے پیغامات پہنچانے کے لیے مقرر کرتا ہے اُس کو غیب کا جتنا علم چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، پھر اُس پیغام کی حفاظت کے لیے فرشتوں کو مقرر کرتا ہے، تاکہ وہ غیب کا علم محفوظ طریقے سے رسولؐ تک پہنچ جائے۔

اِسی لیے آیات ۸-۹ میں جنوں کی زبانی بتلایا گیا تھا کہ اُنھوں نے دیکھا کہ عالمِ بالا تک رسائی کے تمام دروازے بند ہیں، سخت پہرے دار لگے ہوئے ہیں، اب وہاں سے کوئی سن گن نہیں مل سکتی کیوں کہ خدا کے پیغامات نبیؐ پر جا رہے ہیں، یہ اُن کی حفاظت کا بندوبست ہے۔ ★ (تفسیر کبیر، تفہیم - مجمع البیان) ★

★ اور حضرت محمد مصطفےٰ ص چوں کہ تمام رسولوں کے سلطان اور سب سے افضل ہیں لہٰذا ان کو تمام رسولوںؑ سے زیادہ علمِ غیب دیا اور اسقدر دیا جسقدر آپ کی عالمی رسالت کے ماتحت اُن کے شایانِ شان تھا، اور حضرت امام علیؑ سے حضرت امام مہدی علیہم السلام تک تمام ائمہؑ چوں کہ حضرت محمد مصطفےٰ ص کے صحیح جانشین ہیں لہٰذا غیوب کا علم رکھنے میں تمام

www.drhasanrizvi.com

انبیاء و مرسلینؑ سے افضل و برتر ہیں۔ اور ترکیبِ نحوی کے اعتبار سے مَنِ ارْتَضٰی میں اسمِ موصول مبتداء ہے اور فَاِنَّهٗ اُس کی خبر ہے، اور آخر میں فرمایا کہ جس نبیؐ و رسولؐ کو جس قدر علم ہے وہ اللہ کے احاطۂ علم کے اندر ہے اور خود جانتا ہے کہ اُس نے کس کو کتنا علمِ غیب دیا ہے۔

* (تفسیر انوار النجف) *

آیتؑ ۲۷ کی تشریح: فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

"جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ رسولؐ ہیں جن کو خداوندِ عالم نے مُرتضٰی "(خدا کا چنا ہوا) کہا: یہ اس لیے کہ خدا اُن سے خوش ہوا۔ اور ہم جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (حقیقی) وارث ہیں، ہم کو بھی خداوندِ عالم نے اپنے غیب میں سے جتنا چاہا، عطا فرما دیا۔ پس جو کچھ بھی ہو چکا ہے ہم اُسے بھی جانتے ہیں، اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے، ہم اُسے بھی جانتے ہیں۔

* (تفسیر صافی، الخرائج والجرائح بروایت امام علی رضاؑ) *

* اس آیت نے یہ ثابت کر دیا کہ انبیاء کرامؑ اور اولیائے خدا اجمالی طور پر علمِ غیب رکھتے تھے جو خدا نے خود اُن کو عطا فرمایا تھا۔ جیسا کہ سورۂ آلِ عمران میں حضرت عیسٰےؑ نے فرمایا:

"وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْ" (سورۃ آلِ عمران آیتؑ ۴۹ پ۳)

یعنی: "اور میں تمھیں، جو تم کھاتے ہو اور جسے تم اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو خبر دیتا ہوں۔"

* جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ! تم کو مقامِ خاخ پر ایک عورت ملے گی جس کے پاس حاطب کا ایک خط ہے جو حاطب نے مکّے والوں کو لکھا تھا۔ وہ اُس عورت سے چھین لاؤ۔" حضرت علیؑ تشریف لے گئے، اُسی مقام پر وہ عورت ملی۔ پہلے اُس نے انکار کیا، پھر اعتراف کر کے وہ خط حضرت امام علیؑ کے حوالے کر دیا۔ (تفسیر نمونہ)

* جنگِ موتہ کے موقع پر آں حضرتؐ نے نام بنام خبر دی کہ جب یہ علمبردار شہید ہو تو فلاں علم کو اُٹھائے

www.drhasanrizvi.com

پھر جب وہ شہید ہوجائے تو جعفر ابنِ ابو طالب عَلم کو اُٹھائیں۔ (کامل ابنِ اثیر جلد۲)

اسی صورت سے حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے بہت سے واقعات کی خبر دی مثلاً (۱) آپؑ نے اہلِ بصرہ کے لیے فرمایا تھا: "گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ آسمان اور زمین سے اللہ کا عذاب تم پر نازل ہو رہا ہے، اور تم سب کے سب اُس میں غرق ہوگئے ہو، میں صرف تمھاری مسجد کی چوٹی کشتی کی طرح پانی کے اوپر دیکھ رہا ہوں۔ (نہج البلاغہ)

(۲) حجر بن قیس سے فرمایا تھا کہ: "تمھیں میرے بعد مجھ پر لعنت کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔"
* (مستدرک الصحیحین جلد ۲ ص ۳۵۸) *

(۳) آپؑ نے مروان کے بارے میں کہا تھا: "وہ بڑھاپے میں گمراہی کا پرچم اپنے کندھے پر اُٹھائے گا۔" (یعنی خلیفہ بن کر لوگوں کو گمراہ کرے گا) * (طبقات ابنِ سعد جلد ۵) *

(۴) کمیلؒ بن زیاد نے حجاج ابنِ یوسف سے کہا تھا کہ حضرت امام علیؑ نے خبر دی تھی کہ "اے حجاج! تو مجھے قتل کرے گا۔ * (الاصابہ ابن حجر جلد ۵) *

(۵) خارجیوں سے جنگ شروع ہونے سے پہلے فرما دیا تھا کہ: "اس جنگ میں صرف ہمارے ۱۰ آدمی بھی نہیں مارے جائیں گے۔ اور اُن کے دس آدمی بھی نہیں بچیں گے۔" اور ایسا ہی ہوا۔
* (بیہقی کی مجمع جلد ۶) *

(۶) کربلا کی سرزمین سے گذرتے ہوئے اصبغ بن نباتہ سے فرمایا کہ "یہاں میرے بیٹے حسینؑ کی قبر بنے گی۔"
* (الریاض النضرۃ جلد ۲) *

* اسی قسم کے حضرت امام علی ابنِ طالبؑ علیہ السلام کے بیانات بے شمار ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں اہلِ سنت کی مشہور کتاب (فضائل الخمسہ جلد ۲ ص ۲۳۱ سے ص ۲۵۳)

* اصولِ کافی کی جلد اول کے متعدد ابواب میں ائمۂ اہلِ بیتؑ نے علمِ غیب کی باتیں بتلائی ہیں۔

www.drhasanrizvi.com

★ علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار کی جلد ۲۶ میں اسی قسم کی ۲۲ حدیثیں جمع فرمائی ہیں ۔

★ حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ :

" یہ علمِ غیب نہیں ہے ۔ یہ ایک علم ہے جو میں نے صاحبِ علم (جناب رسولِ خدا) سے حاصل کیا ہے ۔"
★ (نہج البلاغۃ) ★

نتیجہ اور خلاصہ : اس سے معلوم ہوا کہ اسرارِ غیب دو۲ قسم کے ہیں ۔

(۱) ایک "علمِ غیب" یہ وہ علم ہے جو صرف اور صرف خدا جانتا ہے ۔ اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔

(۲) علمِ غیب کی دوسری قسم وہ ہے جو خود خدا انبیاءؑ کرام اور اولیاء کرام کو تعلیم دیتا ہے ۔
(تفسیر نمونہ)

★ جناب امیرالمومنین حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا :

" (اصل) علمِ غیب تو قیامت کا علم ہے جس کا ذکر خدا نے اس آیت میں بھی فرمایا ہے کہ " قیامت کے آنے کے وقت کا علم خدا کے ساتھ مخصوص ہے ۔ خدا ہی بارش کو اُتارتا ہے جو کچھ ماؤں کے رحموں میں ہے ، اُسے بھی جانتا ہے کہ رحموں میں لڑکا ہے یا لڑکی ، خوبصورت ہے ، یا بدصورت ، سخی ہے یا بخیل ، سعادتمند ہے یا شقی ، دوزخی ہے یا جنتی ۔ یہ سب علوم غیب ہیں جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔ پھر ان کے علاوہ وہ علوم ہیں جن کو خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو تعلیم دی اور آنحضرتؐ نے مجھے تعلیم دی ۔"
★ (نہج البلاغۃ) ★

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا : " خدا کا ایک علم تو ایسا ہے جسے اُس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ۔ مگر ایک علم ایسا بھی جسے اُس نے خود فرشتوں اور انبیاءؑ کو سکھایا ہے ۔ اب جو کچھ خدا نے فرشتوں اور رسولوںؑ کو دیا ہے ، اُسے ہم ائمہ اہلبیتؑ بھی جانتے ہیں ۔"
★ (بحار الانوار جلد ۲۶ صفحہ ۱۶۰ حدیث ۵)

www.drhasanrizvi.com

★ کیوں کہ ائمۂ اہلبیت، انبیاء کرام ؑ کے حقیقی اور اولین وارث ہیں اس لئے ان کو تمام انبیاء ؑ کا علم خدا نے خود سکھایا ہے۔ اسی لیے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

" اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا " (میں شہرِ علم ہوں اور علیؑ اُس کا دروازہ ہیں۔)

★ (ترمذی۔ صواعق محرقہ) ★

★ قرآن نے حکم دیا: "گھروں میں اُن کے دروازوں سے آؤ" (وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا) (البقرہ آیت ۱۸۹ پارہ ۲)

امام ؑ نے فرمایا: یہاں گھروں کے دروازوں سے مراد لکڑی کے دروازے نہیں ہیں، بلکہ اُس علم کے دروازے مراد ہیں جو وہ علم رکھتے ہیں جسے خدا نے اُن کو عطا کیا ہے یعنی ہم اہلِ بیتِ رسولؐ مراد ہیں۔"

★ (تفسیر نور الثقلین) ★

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

" اگر قرآن میں ایک آیت نہ ہوتی تو میں تمہیں اُن تمام واقعات کی خبریں سنا دیتا، جو ہو چکے ہیں، اور جو ہونے والے ہیں۔"

راوی نے پوچھا: "وہ کونسی آیت ہے؟"

فرمایا: " یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗٓ اُمُّ الْکِتٰبِ "

یعنی: "خدا جسے چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت، باقی رکھتا ہے اور اُمّ الکتاب (لوحِ محفوظ) خدا ہی کے پاس ہے۔" (سورۃ الرعد آیت ۳۹ پارہ ۱۲)

★ (تفسیر نور الثقلین جلد ۲ صفحہ ۵۱۲) ★

★ مطلب یہ ہے کہ ہمارے پاس قیامت تک کے واقعات کا علمِ غیب تو ہے، مگر یہ پتہ نہیں ہے کہ کونسی چیز خدا مٹا کر دوسری لکھ دے گا۔ اس کا علم صرف خدا کو ہے۔ ★ (مؤلف) ★

★ "جب بھی امام کسی چیز کو جاننا چاہتا ہے تو خدا خود اُس بات کو اُسے سکھا دیتا ہے۔" (الکافی از امام صادق ؑ) ★

www.drhasanrizvi.com

قرآن سے ثابت ہے : کہ انبیاء کرامؑ اور اوصیاءِ رسولؐ علمِ غیب رکھتے تھے۔

مثلاً : قرآن میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ پیغمبر نے اپنے درباریوں سے پوچھا کہ ملکہ سبا کا تخت کون میرے پاس لا سکتا ہے ؟

" قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۫ ..."

یعنی : " اُس شخص نے ، جو کتاب میں سے کچھ علم رکھتا تھا ، کہا : " میں اُس کو آنکھ جھپکنے سے پہلے ہی آپ کے پاس لے آؤں گا ۔ پس جب سلیمانؑ نے اُسے (تختِ بلقیس کو) اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا : " یہ میرے پالنے والے مالک کا فضل ہے ۔" (سورۃ النمل آیت ۴۰ ۔ پارہ ۱۹)

★ قرآن مجید میں خدا نے فرمایا : " قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۧ " (سورۃ الرعد آیت ۴۳ پارہ ۱۳)

یعنی : " اے رسولؐ ! فرما دیجیے کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لیے اللہ کافی ہے اور وہ شخص کافی ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے ۔"

★ اہلِ سنت کی کتاب کی روایات کے مطابق ابو سعید خدری نے فرمایا کہ میں نے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے " اَلَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ " جس کے پاس تھوڑا سا علمِ کتاب ہے " کے معنی پوچھے تو حضورِ اکرمؐ نے فرمایا : " وہ میرے بھائی سلیمانؑ بن داؤد کے وصی تھے (آصفؑ بن برخیا) ۔" پھر میں نے " وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (یعنی) جس کے پاس پورا علمِ کتاب ہے " یہ کون ہیں ؟ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : " ذٰلِكَ اَخِیْ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ ؑ "

یعنی : " وہ میرے بھائی علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں ۔" (احقاق الحق جلد ۳ ۔ تفسیر نور الثقلین جلد ۲ و کتب اہلِ سنت)

★ اب جسے پورے قرآن کا علم دیا گیا ہوگا اُس کے پاس کتنا علم ہوگا ۔

www.drhasanrizvi.com

لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ
وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾ ع ۲ ۱۲

﴿۲۸﴾ تاکہ معلوم ہو جائے کہ اُنھوں نے اپنے پالنے والے مالک کے پیغاموں کو پہنچا دیا۔ اور (ویسے بھی) وہ اُنھیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے، اور اُس نے ایک ایک چیز کو گن رکھا ہے۔

﴿ ﴾ (یا) وہ ہر چیز کی تعداد کو پوری پوری طرح جانتا ہے۔ ﴿۲۸﴾

* محققین نے نتیجہ نکالا کہ "قیامت کے وقت کا جاننا علومِ نبوّت میں سے نہیں ہے۔ اس لئے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو قیامت کے وقت کا علم نہ ہونا آپؐ کے نبوّت کے دعوے پر کوئی اثر نہیں کر سکتا۔ خداوندِ عالم جن علوم کو ضروری سمجھتا ہے، انبیاءِ کرامؑ کو عطا فرماتا ہے۔ اور انبیاءِ کرامؑ سے اس علم میں کسی قسم کی غلطی کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ جزئیات سے کلیات، اور جزوی باتوں سے اصولی باتوں تک پہنچ جانا، قرآن مجید کا اسلوبِ بیان ہے۔

* (تفسیر ماجدی، تفسیر کبیر) *

محققین نے اِس آیت سے یہ نتیجے نکالے :

(۱) خدا نے اپنے رسولوں، اور پیغامبروں (اور رسولؐ کے اوصیاءؑ) کو اپنے پاس سے علمِ غیب عطا فرمایا ہے، تاکہ وہ کارِ رسالت کو بھرپور طریقے سے انجام دے سکیں۔

(۲) اپنے نبیؐ پر خدا فرشتوں کو حفاظت کے لیے مقرر کرتا ہے تاکہ خدا کے پیغامات ٹھیک رسول تک

www.drhasanrizvi.com

پہنچ جائیں اور رسولِ خدا کے پیغامات ٹھیک ٹھیک خدا کے بندوں تک پہنچا سکیں ۔

* (تفسیر کبیر ۔ مجمع البیان ۔ تفہیم) *

(۳) خدا کے رسولؐ صرف پوسٹ مین نہیں ہوتے ، وہ خدا کا دیا ہوا علم غیب بھی رکھتے ہیں ، اور اُن کی حفاظت پر ملائکہ مقرر ہوتے ہیں ۔

(۴) رسولِ خداؐ پر بھی اور پیغام لانے والے فرشتوں پر بھی خدا کی قدرت اِس طرح محیط ہے کہ خدا کے پیغامات میں بال برابر کا فرق نہیں آسکتا ، خدا کے پیغامات کا حرف حرف محفوظ ہے ، فرشتے یا شیاطین اُن پیغامات میں ذرہ برابر کمی یا زیادتی نہیں کر سکتے ۔

(۵) جب آسمانوں سے پیغام کے آنے میں خدا اپنے پیغامات کی اسقدر حفاظت کا بندوبست کر رہا ہے تو پھر کیسے ممکن ہے کہ رسولؐ کی وفات کے بعد اپنے پیغامات کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہ کرے گا ، اُن پیغامات کو درباری Paid ملاؤں کے حوالے کر دے گا کہ وہ خدا کے پیغامات ظالم ، جابر بادشاہوں کی مرضی کے مطابق ادلتے بدلتے رہیں ۔ بقول ڈاکٹر اقبال :

؎ خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

؎ یہی شیخِ حرم ہے جو چُرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بوذرؓ و دلقِ اویسؓ و چادرِ زہراؑ

* (اقبال) *

* خداوندِ عالم نے جس طرح قرآن کے الفاظ کی حفاظت فرمائی ہے کہ : " اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝ " (ہم ہی نے قرآن کو اُتارا ہے اور ہم ہی خود اس کی حفاظت کرنے والے ہیں ۔)
(الحجر ۱۵ آیت ۹ پارہ ۱۴)

اسی طرح خداوندِ عالم نے قرآن کے معنی کی بھی حفاظت کا پورا پورا بندوبست فرمایا ہے ۔ اِسی لیے

www.drhasanrizvi.com

قرآن میں فرمایا کہ: "ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا" (فاطر ۳۵ آیت ۳۲ پارہ ۲۲)

یعنی: "پھر ہم نے اپنی کتاب کا وارث اُن لوگوں کو بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے خود چُنا۔"

★ نیز فرمایا: "وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ○" (سورۃ السجدہ ۳۲ آیت ۲۴ پارہ ۲۱)

یعنی، اور پھر ہم نے اُن میں امام مقرّر کیے تاکہ وہ ہمارے امر کے ساتھ ہدایت کریں، جب انھوں نے صبر کے جوہر دکھائے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔"

★ پھر قرآن نے اُن لوگوں کی طہارت کردار کا بھی اعلان فرمادیا:

"اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○" (سورۃ الاحزاب ۳۳ آیت ۳۳ پارہ ۲۲)

یعنی: "بس اللہ نے اِس بات کا ارادہ کرلیا ہے کہ اے اہلِ بیتِ رسول تم سے ہر قسم کی بُرائی اور نجاست کو دور ہی رکھے اور تمھیں ایسا پاک رکھے جو حق ہے پاک رکھنے کا۔"

★ پھر جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں تم میں دو بہت قیمتی چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ایک اللہ کی کتاب دوسری میری عترت (اولاد) میرے اہلِ بیت، جب تک تم لوگ اِن دونوں سے تعلق جوڑے رہوگے (یعنی ان کی ہدایات پر عمل کرتے رہوگے) کبھی ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ اور یہ دونوں کبھی ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر نہ لوٹ آئیں۔" (الحدیث)

★ (صحیح مسلم، صواعق محرقہ، تفسیر مجمع البیان، تفسیر نور الثقلین، تفسیر انوار النجف) ★

حاصلِ مطلب یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے آسمانوں پر چوکی پہرے کے یہ زبردست انتظامات اس لیے کیے ہیں کہ خداوندِ عالم دیکھ لے کہ اُس کے فرشتوں نے اور اُس کے پیغام لے جانے والوں نے اُس کے پیغامات من و عن، بالکل ٹھیک اُس کے بندوں تک پہنچا دیے۔ (تاکہ اتمامِ حجت ہوجائے اور کل کوئی یہ نہ کہے کہ ہمیں خبر نہ ہوسکی) ★ (شیخ الاسلام عثمانی) ★

www.drhasanrizvi.com

سُوۡرَۃُ الۡمُزَّمِّلِ مَکِّیَۃٌ

چادر لپیٹنے والے رسولؐ کے بیان سے شروع ہونے والی سورت

فضائل اور خصوصیات

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا

"جو شخص سورۃ المزمّل کو سمجھ کر پڑھے گا تو دنیا اور آخرت کی سختیاں اس سے اٹھالی جائیں گی۔

★ (تفسیر مجمع البیان جلد ۱۰) ★

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "جو شخص سورۂ مزمّل کو نمازِ عشاء یا آخرِ شب میں پڑھے گا تو، رات اور دن کے اوقات اور یہ سورت خود قیامت کے دن اس کے (پڑھنے کے) گواہ ہوں گے، اور خدا اس کو پاکیزہ زندگی اور پاکیزہ موت عطا کرے گا۔"

★ (تفسیر مجمع البیان جلد ۱۰) ★

کیونکہ اس سورت کی تعلیمات میں پاکیزگی پر خاص زور دیا گیا ہے۔ اس لیے اس سورت کو پڑھنے والا پاکیزگی کا خیال رکھتا ہے جس کے نتیجے میں اس کو پاکیزہ زندگی اور پاکیزہ موت عطا ہوتی ہے۔ (مؤلف)

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تلاوت سمجھ کر کرنی چاہیے اسی لیے حضرت امام

★ علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: "لَا تِلَاوَةَ بِلَا تَدَبُّرٍ"

یعنی: "وہ تلاوت ہی نہیں ہے جس میں غور و فکر نہ ہو۔"

★ (نہج البلاغہ) ★

www.drhasanrizvi.com

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

"جو شخص سورت مزّمل کو باقاعدگی کے ساتھ ہر روز پڑھتا رہے تو اُسے جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی، اور وہ جو نیکی اللہ تعالیٰ سے طلب کرے گا، اُس کو دی جائے گی۔

★ اور جو شخص سورۃ مزّمل کو شبِ جمعہ میں سَو مرتبہ پڑھے گا، اُس کے سَو گناہ معاف ہوں گے اور سَو نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گی۔

★ (تفسیر برہان ★ انوار النجف) ★

★ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص اس سورت کو ہمیشہ پڑھتا رہے گا، دنیا و آخرت کی بدحالی اُس سے دور کر دی جائے گی، اور جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اُس کو نصیب ہوگی۔"

(تفسیر انوار النجف)

:- از مولنا حسین بخش (جاڑہ) مجتہد رحمۃ اللہ علیہ :-

www.drhasanrizvi.com

آیاتُہا ۲۰ — رُکُوعاتُہا ۲

سُورَۃُ المُزَّمِّلِ مکیّۃ

چادر لپیٹنے والے (رسولؐ) کے بیان والی سورت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا' بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

یٰٓاَیُّہَا الْمُزَّمِّلُ ﴿۱﴾ اے کپڑے اور چادر اوڑھ کر لپیٹ کر سونے والے !

قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۲﴾ رات کو نماز میں کھڑے رہا کریں' مگر کم '

نِّصْفَہٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْہُ قَلِیْلًا ﴿۳﴾ (۳) آدھی رات' یا اس سے بھی کچھ کم کرلیا کیجیے۔

آیت (۱) کی تشریح ہمارے رسولؐ ختمی مرتبت کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ خداوندِ عالم جلّ شانہٗ نے

www.drhasanrizvi.com

ہر بڑے بڑے اولوالعزم پیغمبروںؑ کو نام لے کر پکارا: مثلاً یا آدمؑ ! یا ابراھیمؑ ! یا موسٰیؑ !

لیکن جب ہمارے رسولؐ کو پکارا تو نام لے کر کبھی نہ پکارا، بلکہ آپؐ کے منصب کے حوالے سے پکارا

جیسے: اے نبیؐ ! اے رسولؐ ! اور جب بے تکلّفی اور محبّت سے پکارا تو اے مزّمّل !

اے مدثّر ! اے کپڑوں کو لپیٹ کر لیٹنے والے ! اے چادر اوڑھ کر نماز پڑھنے والے !

"سبحان اللہ"

* (تفسیر مجمع البیان) *

گویا جس ادا میں دیکھا، اُسی حوالے سے پیار و محبّت اور بے تکلّفی سے پکارا

بہر طوری کہ خواہی جامہ می پوش ______

من انداز قدت را می شناسم ______

آیت کی تشریح : مطلب یہ ہے کہ اے رسولؐ ! ہم نے تم سے یہ مطالبہ نہیں کیا ہے کہ تم پوری رات نمازیں گذاردو، اسقدر زیادہ نمازیں نہ پڑھا کرو، بلکہ آرام بھی کیا کرو، البتہ رات کا تھوڑا سا حصہ عبادت میں خرچ کیا کرو۔

* (تفسیر کبیر، تفہیم) *

اَوْ زِدْ عَلَیْہِ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ﴿۴﴾ یا اُس سے کچھ زیادہ بڑھا لیجیے اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پوری طرح واضح کر کر پڑھا کیجیے۔

ترتیل کے معنی

ہر ہر لفظ کو منہ سے صاف صاف ادا کرنا ہوتا ہے۔

* (مفردات امام راغب) *

www.drhasanrizvi.com

★ قرآن کو آہستہ آہستہ رُک رُک کر پڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کے ہر ہر لفظ کو واضح اور صاف صاف ادا کرو۔ تاکہ ہر ہر لفظ کو انسان سمجھ سکے، اور غور کر سکے، اس لیے کہ قرآن غور و فکر کرنے ہی کے لیے اترا ہے۔

★ (لغات القرآن نعمانی) ★

★ حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا: "آیت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کو اس طرح پڑھو کہ سننے والے کو ایک ایک لفظ الگ الگ صاف صاف سُنائی دے، تاکہ وہ اچھی طرح سمجھ سکے۔"

★ (ابوبکر جصاص، تفسیر ابنِ عباس) ★

★ یہاں جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار دیا جا رہا ہے کہ چاہے آدھی رات نماز میں صَرف فرمائیں یا اس سے بھی کم، یا کچھ زیادہ لیکن اندازِ بیان بتا رہا ہے کہ ترجیح آدھی رات کے صَرف کرنے کو ہے اس کو معیار قرار دے کر کمی یا اضافہ کا اختیار دیا گیا ہے۔

پھر قرآن پڑھنے کے آداب بتلائے جا رہے ہیں کہ قرآن کو قاری ہوائی جہاز کی طرح نہ پڑھے، بلکہ آہستہ آہستہ ایک ایک لفظ زبان سے ادا کرے۔ آیتوں پر ٹھہرو تاکہ تم خود بھی اور سننے والا بھی خدا کے کلام کے مقصد کو سمجھے اور اُس پر غور کرے۔ جب اللہ کی عظمت کا بیان ہو تو اُس کے دل پر ہیبت طاری ہو، جب خدا کی رحمت کا بیان ہو تو اُس کا دل شکر کے جذبات سے بھر جائے۔ جب خدا کے غضب یا عذاب کا ذکر آئے تو دل پر خوفِ خدا چھا جائے۔ اگر احکامات ہوں تو سمجھ میں آئیں کہ کس بات سے روکا جا رہا ہے اور کس کام کے کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ قرأت کا مقصد صرف الفاظ کو زبان پر جاری کر دینا نہیں ہے، بلکہ اصل مقصد غور و فکر کی صلاحیت کو بیدار کرنا ہے۔

★ (تفسیر کبیر۔ تفہیم۔ مجمع البیان) ★

★ حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: "لا تلاوۃ بلا تدبّر" وہ تلاوت ہی نہیں جس میں تدبّر نہ ہو۔" (بحار ج ۱۳۲)

www.drhasanrizvi.com

★ حضورؐ کے صحابی انسؓ فرماتے ہیں کہ: "جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کے الفاظ کھینچ کھینچ کر پڑھتے۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو مدّ کے ساتھ کھینچ کر ادا فرماتے۔

★ (بخاری) ★

★ اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ نے فرمایا کہ: "حضورِ اکرمؐ ہر آیت کو الگ الگ پڑھا کرتے، ہر آیت پر ٹھہرتے۔ مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ پڑھ کر رُک جاتے، پھر اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ پڑھ کر رُک جاتے۔ پھر مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۔ پڑھ کر رُک جاتے۔

★ (مُسند احمد۔ ابوداؤد۔ ترمذی) ★

★ نیز فرمایا کہ: "حضورِ اکرمؐ قرآن کے ایک ایک لفظ کو واضح کر کے پڑھا کرتے تھے۔"

★ (ترمذی۔ نسائی) ★

★ حضرت حُذیفہ یمانیؓ (صحابی) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات کو میں بھی حضورِ اکرمؐ کے ساتھ نماز پڑھنے کھڑا ہوگیا، تو میں نے دیکھا جب تسبیحِ خدا کا ذکر آیا تو آپؐ تسبیح پڑھنے لگے، جہاں دعا کا موقع آتا وہاں دعائیں مانگتے، جہاں عذاب کا ذکر آتا' یا خدا سے پناہ مانگنے کا موقع آتا' تو خدا سے پناہ مانگتے۔

★ (مسلم۔ نسائی) ★

★ صحابیِ رسولؐ حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ: "ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کی نماز میں اس آیت پر پہنچے، یعنی: "اگر مالک! تو اُنھیں عذاب دے، تو وہ تیرے بندے ہیں، اور اگر اُن کو معاف کر دے تو تُو غالب بھی ہے اور حکیم بھی ہے"۔ پھر اسی آیت کو بار بار دہراتے چلے گئے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ (مُسند احمد۔ بخاری)

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام سے رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ کے معنی منقول ہیں کہ اس کو واضح اور صحیح

www.drhasanrizvi.com

اِس طرح پڑھو کہ نہ اشعار کی طرح جلدی سے پڑھو اور نہ ریگ کے دانوں کی طرح بکھیر کر پڑھو۔ بس اِس طرح پڑھو کہ اِس سے سخت دل بھی نرم ہو جائیں، اور آخرِ سورۃ تک جلدی پہنچنے کا خیال نہ کیا کرو"

★ اور فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ "جس آیت میں جنت کا ذکر ہو تو ٹھہر کر جنت کی دعاء کر لیا کرو، اور جس آیت میں دوزخ کا تذکرہ ہو تو رُک کر اُس سے پناہ مانگ لیا کرو۔

اور ابو بصیر سے روایت ہے کہ "ترتیل" کے معنی امام ؑ نے یہ فرمائے کہ حسین آواز اور اچھے لہجے سے قرآن کی تلاوت کیا کرو۔ اور جناب اُمِ سلمہؓ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ قرآن کی تلاوت میں آیت آیت پڑھ کر خاموش ہو جایا کرتے تھے، اور یہ کہ قاریٔ قرآن کو بروزِ محشر ندا آئے گی کہ قرآن کو پڑھتا جا، اور مدارجِ جنت پر چڑھتا جا۔

★ (تفسیر انوار النجف) ★

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ﴿۵﴾

(۵) بہت جلد ہم آپؐ پر ایک بھاری (عظیم) کلام اُتارنے والے ہیں۔

★ قرآن کو بھاری کلام اِس لیے کہا گیا کہ قرآن کو سمجھنا، اُس پر عمل کرنا، اُس پر فکر کرنا، اُس کی تعلیم کا مجسم نمونہ بن کر دکھانا، ساری دنیا کو قرآن سکھانا، ان کے آداب و اخلاق کی تربیت کرنا، ایک بہت اہم اور مشکل کام ہے۔

★ (تفسیر کبیر۔ تفہیم۔ مجمع البیان۔ تفسیر نمونہ) ★

★ قرآن کو ثقیل اِس لیے کہا گیا ہے کہ اِس پر پابندی سے عمل کرنا عام طبائع پر ثقیل ہوتا ہے۔ یا یہ کہ یہ کلام ایک وزنی کلام ہے عام کلاموں کی طرح نہیں ہے، یا یہ کہ روزِ قیامت میزانِ عمل میں یہ کلام وزنی ثابت ہوگا۔ ۵

۵ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا ؕ﴿۶﴾

(۶) حقیقت یہ ہے کہ رات کا اُٹھنا نفس پر قابو پانے کے لیے بہت کارگر اور مؤثّر بھی ہوتا ہے اور قرآن کو ٹھیک پڑھنے کے لیے زیادہ موزوں بھی (یا) کلام کو زیادہ مضبوط بنانے کا سبب ہوتا ہے۔

نمازِ تہجّد کی اہمیت

رات کے سنّاٹے میں ذکر و عبادت میں دل بہت زیادہ لگتا ہے اور تلاوت میں بلا کا لطف آتا ہے۔ * (تفسیر ماجدی) *

* مطلب یہ ہے کہ: اے رسولؐ! آپ آدھی رات یا اس سے کم اوقات نمازوں میں گذاریں، تاکہ آپؐ کی اُمّت کو خدا سے لَو لگانے کا شوق بیدار رہے۔ سارے دین کی روح خدا سے قلبی تعلق پیدا کرنا ہے۔

سارے فقہاء متفق ہیں کہ اُمّت کے لیے نمازِ تہجّد واجب نہیں، نبی ختمی مرتبتؐ کے لیے فرض ہے۔ مگر اُمّت کے لیے اس کا ثواب بے پناہ زیادہ ہے۔

* (ابوبکر جصّاص، بحر، فصل الخطاب) *

؎ کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی۔ * (اقبال) *

"نَاشِئَةَ" کے معنی رات کو اُٹھنا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ: اس لفظ کا اطلاق صرف رات کے اٹھنے پر ہی نہیں ہوتا، بلکہ سو کر اُٹھنے پر بھی ہوتا ہے۔

* (بقول مجاہد اور حضرت عائشہ از مفردات امام راغب) *

* رات کو دل، سونا اور آرام کرنا چاہتا ہے اس لیے اُس وقت اُٹھ کر نماز کے لیے خدا کے سامنے

www.drhasanrizvi.com

کھڑا ہونا نفس سے مجاہدہ کرنا ہے، نفس سے جنگ کرنا ہے۔ نفس پر قابو پانے کی کوشش کرنا ہے۔ اس طرح انسان اپنے جسم و ذہن پر کنٹرول حاصل کر لیتا ہے، اور پھر اپنے اوقات، طاقت اور صلاحیتوں کو خدا کی راہ میں استعمال کر سکتا ہے۔

* دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ رات کے وقت دل زبان کے ساتھ ساتھ سوچا چلا جاتا ہے۔ اس لیے کہ اُس وقت بندے اور خدا کے درمیان کوئی دوسرا حائل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اُس وقت وہ جو کچھ خدا سے کہتا ہے وہ اُس کے دل کی آواز ہوتی ہے۔ وہ دل و دماغ سے خدا کا کلام پڑھتا ہے۔

* تیسرے معنی یہ بھی ہیں کہ رات کو اُٹھنے والا صرف خدا کی تعظیم شکر اور تعلق ہی کی وجہ سے اُٹھے گا کیوں کہ اُس وقت دکھاوے کا سوال ہی نہیں، اس لیے وہ عمل اخلاص سے ہوگا۔

* چوتھے معنی یہ ہیں کہ رات کو اُٹھ کر نماز پڑھنا انسان کے اندر ثابت قدمی پیدا کرتا ہے۔ پھر وہ خدا کی راہ میں مضبوطی کے ساتھ چل سکتا ہے، اور مشکلات کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم۔ مجمع البیان، تفسیر نمونہ) *

اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبۡحًا طَوِیۡلًا ﴿۷﴾

(۷) حقیقتاً دن میں آپ کے لیے بہت سی مصروفیات ہیں،

وَ اذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلۡ اِلَیۡهِ تَبۡتِیۡلًا ﴿۸﴾

(۸) اس لیے رات کو اپنے پالنے والے مالک کو یاد کیا کیجیے، اور (اس وقت) سب سے کٹ کر اُسی کے ہو رہا کیجیے (یا) اسی کی طرف پوری لو لگائے رکھیے۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۹

(۹) (کیوں کہ) وہی مشرق اور مغرب کا مالک ہے۔ اُس کے سوا کوئی خدا "معبود" نہیں، لہذا اُسی کو اپنا وکیل بنائیے (یعنی) اُسی پر مکمل بھروسہ کیجیے اور اپنے تمام معاملات اُسی کے سپرد کر دیجیے

آیت ۷ کی تشریح: "سَبۡحًا" کے معنی مشغول ہونا، تیزی سے تیرنا۔ ہوا میں تیزی سے گزرنا۔ دوسرے معنی : لمبے لمبے کاموں میں مشغول ہونا ہے۔ یہاں بھی دوسرے معنی مراد ہیں۔

★ (مفردات امام راغب) ★

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ : اِس آیت سے مراد یہ ہے کہ: "اے رسولؐ ! آپؐ کو دن میں سونے اور ضروری لمبے کام انجام دینے کی بہت بڑی گنجائش ہے۔"

★ (تفسیر صافی ، تفسیر قمی) ★

★ "سبح" کے دوسرے معنی "فراغت" کے ہیں۔ (لغات القرآن نعمانی)

آیت ۹ کی تشریح : "وکیل" کے معنی جس پر اعتماد یا بھروسہ کر کے انسان اپنا معاملہ اُس کے حوالے کر دے اردو میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں آتا ہے۔

★ آیت کا مطلب یہ ہے کہ: "اے رسولؐ ! تم مخالفتوں کی پرواہ نہ کرو، بلکہ اپنا معاملہ خدا کے حوالے کر کے مطمئن ہو جاؤ، خدا کو اپنا وکیل بنا لو۔ وہ خدا جو مشرق و مغرب کا مالک ہے (تفسیر کبیر، تفہیم، مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ (۱۰) اور وہ لوگ جو اُلٹی سیدھی
وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ⑩ باتیں بنا رہے ہیں اُن پر صبر کیا کیجئے
اور بہت اچھے طریقے اور شرافت کے ساتھ اُن سے الگ ہو جائیے۔

مشرکوں کی ایذا رسانیوں پر صبر کیجیے

اِس آیت کا پیغام یہ ہے کہ جو لوگ حق بات کو کسی طرح نہ مانیں، اُن سے تعلقات ضرور توڑ لیے جائیں مگر نفرت اور حقارت کے ساتھ نہیں، بلکہ خیر خواہی کے ساتھ۔ * (تفسیر ماجدی) *

* ان مشرکوں کو کچھ دن کی مہلت دے دیجیے، اور آپ کارِ تبلیغ انجام دیتے رہیے، اِن کی سزا میں جلدی نہ کیجیے، جب وقت آئے گا، اور اُن کی مہلتِ عمل ختم ہو جائے گی تو ہم خود اُن سے خوب اچھی طرح نمٹ لیں گے۔ * (فصل الخطاب) *

* آیت کا آخری مطلب یہ ہے کہ اے رسولؐ! مکے والوں اور قریشیوں کو بکنے دیں آپؐ اُن کے منھ نہ لگیں، اُن کی بیہودگیوں کو یکسر نظر انداز کر دیں۔ کسی بدتمیزی کا جواب نہ دیں، اور یہ علیحدگی بھی جھنجلاہٹ کے ساتھ نہ ہو، بلکہ اس طرح کی علیحدگی اختیار فرمائیں جیسے ایک شریف آدمی بازاری آدمی کو اول فول بکتے سن کر منھ پھیر لیتا ہے اور اپنے دل پر میل تک آنے نہیں دیتا۔

اِن ہدایتوں سے یہ نتیجہ نکالنا بالکل غلط ہے کہ رسولِ اکرمؐ کا طرزِ عمل اِس کے خلاف تھا، تاریخ گواہ ہے کہ آپؐ کا طرزِ عمل پہلے دن سے یہی تھا۔ یہ شریفانہ نرم طرزِ عمل کسی کمزوری یا مجبوری کی بناء پر نہیں ہے، بلکہ یہ اِس لیے ہے کہ خدا خود یہی چاہتا ہے کہ رسولؐ نہایت شریفانہ طرزِ کار اختیار فرمائیں۔

* (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم۔ تفسیر نمونہ) *

www.drhasanrizvi.com

وَذَرۡنِیۡ وَالۡمُكَذِّبِیۡنَ اُولِی النَّعۡمَةِ وَمَهِّلۡهُمۡ قَلِیۡلًا ﴿۱۱﴾

(۱۱) اور اِن جُھٹلانے والے دولتمندوں سے نمٹ لینے کا کام مجھ پر چھوڑ دیجیے، بس اُنھیں تھوڑی سی مہلت اور دے دیجیے۔

اِنَّ لَدَیۡنَاۤ اَنۡكَالًا وَّجَحِیۡمًا ﴿۱۲﴾

(۱۲) اِن کے لیے ہمارے پاس حقیقتاً بھاری بھاری بیڑیاں ہیں، اور بھڑکتی دہکتی آگ ہے۔

---

* جہنم میں بھاری بھاری لمبی لمبی بیڑیاں مجرموں کے پیروں میں اس لیے نہیں ڈالی جائیں گی کہ وہ بھاگ نہ سکیں۔ بھاگنے کا تو وہاں کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (اور بھاگ کر جائے گا بھی کہاں؟) یہ بیڑیاں اُن کو ذلیل کرنے اور تکلیف دینے کے لیے پیروں میں ڈالی جائیں گی، کیوں کہ یہ لوگ دنیا میں انبیاء، اولیاء اور نیک لوگوں کو ہر طرح ذلیل بھی کرتے تھے اور طرح طرح کی تکلیفیں بھی دیتے تھے۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

* (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم) *

"وَذَرۡنِیۡ" ذَرۡ اور دَعۡ کے معنی ایک ہیں، اِن کا صرف مضارع یَذَرُ وَ یَدَعُ استعمال ہوا کرتا ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ: مجھے اور اِن ناز پروردہ کافروں کو چھوڑ دیجیے۔ یعنی اِن کا معاملہ میرے حوالے کر دیجیے اور جلد بازی کی ضرورت نہیں بیشک لمبی ڈھیل دیجیے کیوں کہ یہ لوگ میری گرفت سے بچ نہیں سکتے۔ "جَحِیۡمًا" بھڑکتی ہوئی آگ کو کہتے ہیں اور جہنم کے ایک طبقے کا نام بھی جحیم ہے۔ ط

ط (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳﴾ اور گلے میں پھنس کر رک جانے والا کھانا ہے، اور سخت تکلیف دینے والی سزا ہے۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَ كَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿۱۴﴾ (یہ سب) اُس دن ہوگا جب زمین اور پہاڑ کانپ رہے ہوں گے اور (بڑے بڑے) پہاڑ ایسے ہوجائیں گے جیسے ریت کے ڈھیر ہوں جو بکھرے ہی چلے جارہے ہیں۔

اِن آیتوں کا پیغام: یہ ہے کہ اگر خدا چاہے تو دنیا ہی میں حق کے منکروں کو سزا دے سکتا ہے، لیکن اگر پوری دنیا کی مہلت عمل اور بڑھا دی جائے، پھر بھی اے حق کے دشمنو! تم ہرگز یہ نہ سمجھ لینا کہ تم خدا کی سزا سے بچ نکلے۔ اگر پوری دنیا بھی ختم ہوجائے اور تم زندہ رہ کر عیش اُڑاتے رہو، مگر تمھارے لیے آخرت کا سخت ترین عذاب خدا کے پاس بالکل تیار ہے۔ بہرحال تم کسی طرح خدا کی سزا سے بچ نہیں سکتے۔ (فصل الخطاب)

★ اندازہ فرمائیں، یہ بات رسولِ اکرمؐ سے ایک ایسی مغرور و متکبر، دولتمند طاقتور قوم کے سامنے کہلوائی جارہی ہے جو آخرت اور حشر نشر کو مذاق سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتے، وہ آخرت کے تصور کو اپنی روشن خالی کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ سمجھتے ہیں۔

★ (تفسیر ماجدی) ★

www.drhasanrizvi.com

★ قیامت کے دن زبردست زلزلوں سے پہاڑ کے اجزا ایک دوسرے سے الگ ہو کر ریت کے ٹیلے بن جائیں گے، پھر ہوا اُن ٹیلوں کو اُڑا لے جائے گی اور آخر میں ساری زمین چٹیل میدان بن جائے گی۔ قرآن میں دوسری جگہ فرمایا: " وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا ۝ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَّا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا ۝ " (سورۂ طٰہٰ آیت ۱۰۵ تا ۱۰۷ پارہ ۱۶)

یعنی: " لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ آخر ان پہاڑوں کا کیا بنے گا؟ کہہ دیجیے کہ میرا مالک ان کو دھول بنا کر اُڑا دے گا، اور زمین کو ایسا ہموار چٹیل میدان بنا دے گا کہ تم اس میں کسی قسم کا کوئی بل یا سلوٹ نہ دیکھو گے۔ (القرآن سورۂ طٰہٰ)

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿١٥﴾

(۱۵) ہم نے تمہاری طرف ایک رسولؐ تم پر گواہ (نگراں) بنا کر بھیجا ہے، جیسے ہم نے فرعون کی طرف ایک رسولؑ بھیجا تھا۔

گواہ بنانے کا مطلب۔ رسولؐ کو گواہ بنا کر بھیجنے کا مطلب یہ بھی ہے کہ (۱) آپؐ دنیا والوں کے سامنے اپنے قول و عمل سے حق کی گواہی دیں۔

(۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کی عدالت سجے گی اُس وقت آپؐ یہ گواہی دیں کہ میں نے دنیا والوں کے سامنے حق کو ہر طرح سے پیش کر دیا تھا اور سمجھانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی۔

★ (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم۔ تفسیر نمونہ) ★

www.drhasanrizvi.com

فَعَصٰی فِرۡعَوۡنُ الرَّسُوۡلَ (۱۶) فرعون نے اس رسول کا کہنا
فَاَخَذۡنٰهُ اَخۡذًا وَّبِيۡلًا ﴿۱۶﴾ نہ مانا تو ہم نے اُسے بڑی سختی کے
ساتھ پکڑ لیا۔

فَكَيۡفَ تَتَّقُوۡنَ اِنۡ كَفَرۡتُمۡ (۱۷) تو تم اُس دن کیسے بچ سکو گے
يَوۡمًا يَّجۡعَلُ الۡوِلۡدَانَ شِيۡبَا ۖ ﴿۱۷﴾ جو دن بچّوں کو بوڑھا کردے گا (یعنی
سخت تکلیف دہ اور پریشان کرنے والا
دن ہوگا)

اِۨلسَّمَآءُ مُنۡفَطِرٌۢ بِهٖ‌ ؕ كَانَ (۱۸) اور جس کی سختی سے آسمان تک پھٹا
وَعۡدُهٗ مَفۡعُوۡلًا ﴿۱۸﴾ جا رہا ہوگا، اور یہ اُس کا وعدہ ہے
جو ضرور پورا ہو کر ہی رہے گا۔

★ "الوِلدَانَ شِيبًا": جو بچوں کو بوڑھا کردے " انتہائی شدت اور سختی اور تکلیف کے اظہار کے لیے عربی بولا جاتا ہے۔ اور خداوند عالم کا یہ فرمانا کہ " آسمان قیامت کے دن قیامت کی سختی سے پھٹ جائے گا۔" (الامان الحفیظ)

تو اِس آیت میں ب کا حرف (مُنفَطِرٌ بِهٖ) سبب کو بیان کرنے کے لیے آیا ہے۔

www.drhasanrizvi.com

یعنی : قیامت کی سختیوں کے سبب سے آسمان پھٹ جائے گا۔ (گویا یہ ب بائے سببیہ ہے)

٭ (مدارک، ابنِ کثیر) ٭

٭ مطلب یہ ہے کہ تمھیں خدا کی سزا سے ڈرتے رہنا چاہیئے کیوں کہ اگر تم نے ہمارے بھیجے ہوئے رسولوںؐ کی بات نہ مانی تو تمھیں سب سے پہلے تو فرعون کی طرح دنیا ہی میں اس کا بُرا انجام دیکھنا پڑے گا، اور اگر بالفرضِ محال تم کو دنیا میں تمھارے کرتوت اور تکذیبِ انبیاءؑ کی سزا نہ دی گئی تو آخرت کی شدید ترین سزا سے کیسے بچ نکلو گے۔

٭ (تفسیر نمونہ۔ تفسیر کبیر۔ تفہیم) ٭

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ (۱۹) حقیقتاً یہ (قرآن) ایک بہت
شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾ بڑی نصیحت ہے (یعنی) تمھاری ع ۱۴
بھلائی چاہتا ہے۔ تو اب جو چاہے وہ اپنے پالنے والے مالک کی طرف جانے کا راستہ اختیار کر لے۔

٭ مطلب یہ ہے کہ قرآن ہدایت کا سامان تو سب کے لیے ہے، مگر اس سے فائدہ صرف اور صرف وہی لوگ اُٹھائیں گے جو اس سے فائدہ اُٹھانے کا ارادہ کریں گے۔

٭ (تفسیر کبیر۔ فصل الخطاب) ٭

٭ محققین اور متکلّمین (فلسفۂ مذہب کے ماہرین) نے اِس آیت سے یہ نتیجہ نکالا کہ انسان اپنے افعال میں مختار ہے۔ بالکل مجبور نہیں۔

٭ (تفسیر مجمع البیان) ٭

www.drhasanrizvi.com

* صوفیاء نے اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا کہ ایسا سالک جو خدا یا آخرت کا طالب ہو کبھی محروم نہیں رہتا۔ * (تفسیر ماجدی) *

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ
ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ
مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ
تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ
عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ
فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ
يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ
وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا
حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ
عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ ع ۲ ۱۷
حقیقت یہ ہے کہ آپ کا پالنے والا مالک

www.drhasanrizvi.com

خوب جانتا ہے کہ آپؐ تقریباً کبھی دو تہائی رات اور کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات نماز میں کھڑے رہتے ہیں، اور اُن میں سے بھی ایک گروہ ایسا ہی کرتا ہے، جو آپؐ کے ساتھ ہیں۔ اللہ ہی رات اور دن کے اوقات کا حساب رکھتا ہے، اُسے معلوم ہے کہ تم لوگ اوقات پر پوری طرح حاوی نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا اُس نے تم پر مہربانی فرمائی۔ تو اب قرآن پڑھو جتنا آسانی کے ساتھ ممکن ہو اتنا پڑھ لیا کرو۔ کیوں کہ اُسے معلوم ہے کہ تم میں سے کچھ تو بیمار ہو جاتے ہیں اور کچھ دوسرے لوگ سفر میں اللہ کے فضل و کرم (روزی) کو تلاش کرتے ہیں۔ اور کچھ دوسرے لوگ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ لہٰذا جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے اُتنا پڑھ لیا کرو، اور نماز کو پابندی کے ساتھ ادا کرتے رہو، اور زکوٰۃ دیا کرو، اور اللہ کو اچھا قرضہ دیتے رہو (اس لیے کہ) جو کچھ بھلائی کا ذخیرہ تم اپنے لیے آگے بھیج دو گے، اُسے اللہ کے پاس موجود پاؤ گے، وہی (تمھارے لیے) سب سے زیادہ اچھا ہے (کیوں کہ) اُس کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے اور (اس لیے) اللہ سے معافی مانگتے رہا کرو،

www.drhasanrizvi.com

حقیقتاً اللہ بہت معاف کرنے والا، اپنی رحمتوں میں ڈھک لینے والا، اور بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں نمازِ تہجد میں کمی کی گئی ہے

* روایت میں ہے کہ پہلے حکم کے بعد دوسرا حکم سال بھر کے بعد آیا۔ جس میں نمازِ تہجد فرض سے نفل کردی گئی

* (مسند احمد، مسلم، ابوداؤد، ابن جریر، ابن ابی حاتم) *

* لیکن سعیدؒ بن جبیر کا بیان ہے کہ یہ دوسرا حکم دس سال بعد آیا۔ * (ابنِ جریر۔ ابنِ ابی حاتم)

* عام مفسرین کے نزدیک دوسرا قول صحیح ہے۔

پہلے حکم آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا زیادہ کھڑے ہو کر رات کو نماز پڑھنے کا تھا۔ چوں کہ نماز کی آیت میں وقت کا اندازہ نہیں ہوتا تھا، اور گھڑیاں بھی نہ تھیں، اس لیے آسان حکم آیا کہ: "تم پر ہم نے مہربانی فرمائی اب جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو۔"

* (تفسیر کبیر، تفہیم، مجمع البیان، تفسیر نمونہ) *

اگرچہ آیت کے الفاظ ایسے ہیں جیسے کہ فریضہ ہے، مگر اُمت کا اتفاق ہے کہ نمازِ تہجد فرض نہیں نفل ہے
جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کتنی نمازیں فرض ہیں؟ تو فرمایا: "تم پر دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں۔"

پھر پوچھا گیا کہ: "کیا اس کے علاوہ بھی کوئی چیز ہم پر لازم ہے"؟

فرمایا: "نہیں سوا اس کے کہ تم اپنی خوشی سے کچھ (نمازیں) پڑھو۔"

* (بخاری، مسلم) *

www.drhasanrizvi.com

اعتراض کیا گیا ہے کہ جب نمازِ تہجد فرض نہیں ہے اور نفل ہے، تو اس نماز میں قرآن کا پڑھنا کیسے فرض ہو گیا؟۔

جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نفل نماز پڑھتا ہے، اپنی مرضی ہے، تو پھر اُس پر نماز کی تمام شرائط کا پورا کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص یہ نہیں کر سکتا کہ نفل نماز بغیر وضو یا طہارت کے پڑھ لے۔ یا بغیر رکوع و سجود کے پڑھ لے۔

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم۔ مجمع البیان) *

(نتائج و تعلیمات)

* اِس آیت نے رزق کی تلاش اور جہاد کے لیے یا کسی بیماری، مجبوری پر نمازِ تہجد کو معاف کر دیا ہے۔ یا اس میں کمی کر دی ہے۔

اِس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں جائز طریقوں سے روزی کمانا کتنی بڑی فضیلت رکھتا ہے۔

* جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص مسلمانوں کے شہر میں غلہ لے کر آیا اور بازار کے بھاؤ پر اُسے بیچ دیا، اُس کو اللہ کا قُرب حاصل ہو گا۔" پھر آپؐ نے یہی آیت پڑھی۔

* (ابن مردویہ) *

* جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب فرمایا کرتے تھے کہ:

"اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے بعد اگر کسی حالت میں ہمیں جان دینا محبوب ہے تو یہ حالت ہے کہ ہم حلال روزی کماتے ہوئے کسی پہاڑی درّے سے گزر رہے ہوں اور وہاں موت آجائے۔" پھر یہی آیت تلاوت کرتے۔

* (بیہقی فی شعب الایمان) *

* آیت کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ: تم جو مال آخرت کے اجر کو حاصل کرنے کے لیے خرچ

www.drhasanrizvi.com

کرو گے تو وہ تمہارے زیادہ کام آئے گا۔"

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن اپنے اصحاب سے پوچھا: "تم میں سے کون ہے جس کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ پسند ہے؟"

★ اصحاب نے عرض کی: یارسول اللہؐ! ہم میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جسے اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ عزیز ہو۔"

★ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "سوچ لو، تم کیا کہہ رہے ہو؟"

★ سب نے عرض کی: "ہمارا حال واقعاً یہی ہے۔"

★ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا: "تمہارا اپنا مال تو بس وہی ہے جو تم نے اپنی آخرت کی زندگی کے لیے آگے بھیج دیا۔ اب جو کچھ مال تم نے خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے روک رکھا، وہ (تمہارا نہیں) تمہارے وارث کا مال ہے۔

★ (بخاری۔ نسائی، مسند ابو یعلیٰ) ★

★ شروع میں حکم تھا کہ: دو تہائی کے قریب یا آدھی رات یا ایک تہائی رات کھڑے ہوکر نماز پڑھیں، مگر بعد میں کمی کردی گئی۔

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "دو تہائی، آدھی رات یا ایک تہائی رات کھڑے ہو کر نمازِ تہجد پڑھنے کا حکم اس آیت سے منسوخ ہوگیا کہ "فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ" یعنی: جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکو، پڑھ لیا کرو۔"

★ (تفسیر نور الثقلین جلد ۵) ★

★ پھر اس آیت میں اس آسان حکم بھیجنے کی تین وجوہات بیان فرمائی ہیں۔ (۱) بیماری، یہ جسمانی پہلو ہے اور صحتِ جسمانی کی اہمیت کو بتاتا ہے۔ (۲) مالی اور تجارتی کاموں کی اہمیت کو بتاتا ہے، اور

www.drhasanrizvi.com

(۳) جہاد فی سبیل اللہ۔
اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حلال روزی کمانا، خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے برابر ثواب رکھتا ہے۔

* فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا "حلال روزی کمانے والا خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے"۔ (الحدیث)

چار اہم احکامات:

اس آیت میں خاص طور پر چار ایسی باتوں کا حکم دیا گیا ہے جو انسان کی زندگی کے بنانے میں نہایت اہم مقام رکھتی ہیں۔

(۱) نمازِ واجب (فریضہ) کا ادا کرنا۔ گویا خدا سے ہر وقت مربوط رہنا ہے۔

(۲) زکوٰۃِ واجب ادا کرنا۔

(۳) قرض حسنہ دینا۔ یعنی زکوٰۃِ واجبہ کے علاوہ انفاق و خیرات کرنا۔

(۴) استغفار۔ پھر اِن کے آخر میں استغفار کرنے کا حکم دیا گیا۔ شاید اس لیے کہ اِن کاموں میں کوئی کمی رہ جائے یا اِن کے انجام دینے سے تم میں تکبر نہ پیدا ہو جائے۔

* (تفسیر نمونہ) *

* خداوندِ عالم کا فرمانا کہ "اب قرآن پڑھو جتنا آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو۔" اس کے بارے میں فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ اِن آیتوں کے اُترنے سے پہلے لوگ رات بھر عبادت کرتے رہتے تھے اس لیے کہ اُن کو یہ پتہ ہی نہ چلتا تھا کہ آدھی رات کب ہوئی، اور دو تہائی رات کب ہوتی؟ اِس پر یہ آیت اُتری کہ: "خدا نے جان لیا کہ تم لوگ ہرگز رات کے اوقات کا شمار نہ رکھ سکو گے (اس لیے) وہ تم پر مہربان ہوا، اس لیے اب قرآن میں سے جتنا آسانی سے تم پڑھ سکتے ہو اُتنا پڑھ لیا کرو۔"

* (تفسیر صافی، تفسیر قمی) *

www.drhasanrizvi.com

قرآن کتنا پڑھنا چاہیے؟ — قرآن اتنا پڑھو جتنا کہ آسانی سے پڑھ سکتے ہو۔

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام علی ابنِ موسیٰ الرضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ فرمایا:
"قرآن اتنا پڑھو جس سے خشوعِ قلب (یعنی دل میں خدا کا خوف) پیدا ہو، اور دل گندے اور غلط خیالات اور عقیدوں سے پاک ہو جائے، اور قلبی سکون حاصل ہو۔"

★ (تفسیر مجمع البیان) ★

★ خداوندِ عالم کا فرمانا کہ: "وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ"
یعنی: "اور کچھ لوگ سفر میں اللہ کے فضل و کرم کو تلاش کرتے ہیں۔" یہاں خدا کے فضل و کرم سے مراد (۱) حلال روزی کمانا بھی ہے۔ (۲) اور علم حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا بھی مراد ہے۔

★ (تفسیر صافی) ★

★ علم حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا، حلال روزی کمانے کے لیے سفر کرنے سے افضل ہے۔
اس لیے کہ: جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال کے زیادہ ہونے کی دعا نہیں فرمائی لیکن علم کے زیادہ ہونے کے لیے دعا فرمائی: "رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا: مالک میرے علم میں اضافہ فرما۔" (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۴ پارہ ۱۶)

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے قرآن نے فرمایا: "یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ"
رسول کے بھیجنے کا مقصد ہی کتاب و حکمت کی تعلیم دینا تھا۔" (سورۃ الجمعۃ آیت ۲ پارہ ۲۸)

★ خود امامتِ کبریٰ کی سب سے بڑی علامت بھی علم ہی کو قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا:
"وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ وَکَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ ۝"
(اور ہم نے ان میں امام مقرر کیے۔ تاکہ وہ ہدایت کریں ہمارے امر کے ساتھ جب انھوں نے صبر کیا، اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھنے والے تھے۔" (سورۃ السجدہ آیت ۲۴ پارہ ۲۱) علماء نے لکھا کہ صبر عمل کے کمال کو کہتے ہیں اور یقین علم کے کمال کو۔

www.drhasanrizvi.com

سُورَةُ المُدَثِّر مَكِّيَّةٌ

چادر اوڑھ کر لیٹنے والے رسولؐ کے ذکر سے شروع ہونے والی سورت

فضائل اور خصوصیات

☆ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص سورۃ المدثر کو پڑھے گا اُس کو اُن تمام لوگوں کی تعداد سے دس گنا برابر نیکیاں دی جائیں گی جنھوں نے مکہ میں جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق یا تکذیب کی تھی۔"

* (تفسیر مجمع البیان جلد ۱) *

☆ فرزند رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا:

"جو شخص سورۃ المدثر کو واجب نمازوں میں پڑھے گا تو خداوند عالم پر اُس کا یہ حق بن جائے گا کہ اُس کو پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ آپؐ کے پڑوس میں، آپؐ کے درجے میں قرار دے۔ اور اُس کو اُس کی دنیوی زندگی میں کسی قسم کی بدبختی، رنج اور تکلیف نہ ہونے دے۔"

* (تفسیر مجمع البیان جلد ۱) *

* اتنے عظیم نتائج صرف اور صرف اُسی وقت ممکن ہیں جب انسان اِس سورۃ کے مضامین اور مطالب کو سمجھ کر پڑھے، تاکہ اُس کا قلبی تعلق رسولِ اکرمؐ سے مرتب ہو سکے، پھر وہ اُن پر عمل کر کے اعلیٰ مدارج حاصل کر سکے، طوطے کی طرح بے سمجھے پڑھنے سے نہ قلبی تعلق قائم ہو سکتا ہے، نہ اِس قدر اجر و ثواب مل سکتا ہے۔

علامہ (تفسیر نور)

www.drhasanrizvi.com

آیاتھا ۵۶

سورۃ المدثر مکیۃ

رکوعاتھا ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

یٰایھا المدثر ۝۱ اے چادر اوڑھ کر لیٹنے والے (رسولؐ)!

قم فانذر ۝۲ اٹھیئے اور (لوگوں کو برے کاموں کے برے انجام سے) ڈرائیے۔
(یعنی: غافلوں کو خدا کی طرف بلائیے۔)

شانِ نزول (۱) مشرکینِ مکہ نے مل کر طے کیا کہ رسولؐ کو کس طرح بدنام کریں۔؟ کسی نے کہا کہ

www.drhasanrizvi.com

کاہن مشہور کردو۔ کسی نے کہا: مجنون مشہور کردو۔ کسی نے کہا: شاعر کہہ کر بدنام کردو۔ سب سے آخر میں سب کے سب اس نتیجے پر پہنچے کہ رسولؐ کو جادوگر کہہ کر بدنام کرو۔ کیوں کہ جادوگر لوگ بیوی اور شوہر، باپ اور بیٹے، اور عزیزوں کے درمیان جدائی ڈال دیتے ہیں، اور محمدؐ بھی یہی کام کررہے ہیں۔

جب یہ بات پیغمبرِ اکرمؐ نے سُنی تو سخت صدمہ ہوا۔ غمگین ہو کر واپس ہوئے اور بستر پر لیٹ گئے۔ اُس وقت یہ آیات اُتریں۔

(۲) دوسری روایت جناب جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے ہے کہ:

" جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں غارِ حرا میں تھا کہ ایک آواز بلند ہوئی: "اے محمدؐ! تم خدا کے رسولؐ ہو"۔ میں نے دائیں بائیں دیکھا، کوئی چیز نظر نہ آئی، جب اوپر دیکھا تو ایک فرشتے کو عرش پر آسمان اور زمین کے درمیان دیکھا۔ میں خدیجہؓ کی طرف لوٹ آیا اور کہا مجھ پر کپڑا ڈال دو۔ ٹھنڈا پانی مجھ پر ڈال دو۔ اُس وقت جبرئیلؑ اُترے اور یہ آیات لے کر آئے۔

(۳) پیغمبرِ اکرمؐ سو رہے تھے، چادر اوڑھے ہوئے تھے کہ جبرئیلؑ نے آپؐ کو اُٹھایا اور یہ آیات سنائیں۔

(۴) کپڑے سے مراد ظاہر کپڑے نہیں ہیں بلکہ لباسِ نبوّت و رسالت ہے۔ جیسے لباس التقویٰ تقوے کا لباس کہا جاتا ہے۔

(۵) مدثّر سے مراد علیحدگی اور تنہائی میں چادر اوڑھ کر لیٹنے والے۔

مطلب یہ ہے کہ گوشہ نشینی چھوڑو اور دین کی تبلیغ کرو۔

* (تفسیر مجمع البیان، نور الثقلین، تفسیر نمونہ) *

" نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیریؑ "

(اقبالؒ)

www.drhasanrizvi.com

وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴿۳﴾ ۳ اور اپنے پالنے والے مالک کی بڑائی کا چرچا کیجیے۔

★ خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "اپنے پالنے والے مالک کی بڑائی کا اعلان کیجیے"

اِس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ بتوں کو پوج رہے ہیں، اُنھیں بتائیے کہ اِن بتوں میں کوئی بڑائی نہیں ہے۔ ساری بڑائیاں خداوندِ عالم کے لیے ہیں۔ تمھارے ذہنوں میں کسی کے لیے جو بڑائی کا تصوّر ہے، اُس تصوّر سے بھی کہیں بلند اور بڑی ذات خداوندِ عالم کی ہے۔

یہاں پر خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ خدا فلاں فلاں سے بڑا ہے۔ اگر ایسا فرماتا تو اُس کی عظمت محدود ہو جاتی۔

★ (فصل الخطاب) ★

ہر نبیؐ کا اوّلین کام | یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے پالنے والے مالک یعنی اللہ کی بڑائی کو بیان کرتا ہے انسانی ترقی کا ہر سلسلہ اسی معرفتِ الٰہی سے ہوتا ہے۔ جب انسان خدا کو پہچانتا ہے تو سب سے پہلی اور آخری بات وہ یہی سمجھتا ہے کہ خدا کی بڑائی کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ لوگ جن کو بڑا مان رہے ہیں وہ سب چھوٹے ہیں۔ بڑائی صرف اور صرف اللہ کے لیے ہے۔ اِسی لیے نماز شروع بھی اَللّٰہُ اَکْبَرُ سے ہوتی ہے۔ (اور ختم بھی اَللّٰہُ اَکْبَرُ پر ہوتی ہے) ہر نبیؐ نے اپنا کام اِسی نعرہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ سے شروع کیا۔

★ (تفہیم، تفسیرِ کبیر) ★

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں ∴ مجھے ہے حکمِ اذاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند ∴ بہار ہو کہ خزاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

(اقبال)

www.drhasanrizvi.com

★ اللہ کی بڑائی کے بیان کرنے میں یہ پیغام بھی دے دیا کہ اے رسولؐ! تم جس قوم کے خلاف کھڑے ہو رہے ہو، اُن کی طاقت کی پرواہ نہ کرو، سب سے بڑی طاقت اور ذات اللہ کی ہے جو تمھارے ساتھ ہے۔ " دشمن اگر قوی است نگہباں قوی تر است "

یعنی: اگر دشمن طاقتور ہے تو بچانے والا اُس سے کہیں زیادہ طاقت والا ہے۔

★ (مؤلف) ★

" کَبِّرْ " سے صرف اللہُ اَکْبَرُ کہنا مراد نہیں ہے، بلکہ اِس سے مراد یہ ہے کہ دل و دماغ اور اپنے وجود میں خدا کو سب سے بڑا سمجھو، ہر بات میں اُس کی بڑائی کا لحاظ رکھو، اُس کو ہر وصف کمال سے متصف اور ہر عیب و نقص سے پاک جانو۔ بلکہ اُس کو اتنا بڑا سمجھو کہ اُس کی تعریف کرنا ہی ناممکن سمجھو۔

★ (تفسیر نمونہ) ★

★ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: " تمام حمد اُس اللہ کے لیے ہے جس کی مدح تک بولنے والوں کی رسائی نہیں، جس کی نعمتوں کو گننے والے گن نہیں سکتے، نہ کوشش کرنے والے اُس کا حق ادا کر سکے ہیں، نہ بلند پرواز ہمتیں اُسے پا سکتی ہیں، نہ عقل و فہم کی گہرائیاں اُس کی تہ تک پہنچ سکتی ہیں اُس کی کمالِ ذات کی کوئی حد معین نہیں، نہ اُس کے لیے توصیفی الفاظ ہیں، نہ اُس کی ابتدا کے لیے کوئی وقت ہے جسے شمار میں لایا جا سکے، نہ اُس کی کوئی مدت ہے جو کہیں پر ختم ہو جائے۔۔۔۔

کمالِ معرفت اُس کی تصدیق ہے، کمالِ تصدیق توحید ہے، کمالِ توحید اخلاص ہے اور کمالِ اخلاص یہ ہے کہ اُس کی ذات سے صفتوں کی نفی کی جائے۔ کیوں کہ ہر صفت اپنے موصوف کی غیر ہوتی ہے۔۔۔ "

(نہج البلاغہ خطبہ ۱)

" اے برتر از قیاس و گمان و خیال و وہم ∴ وز ہر چہ گفتہ ایم و شنیدہ ایم و خواندہ ایم۔ (سعدی)"

اے خدا تجھ کو ہی زیبا ہے بڑائی تیری ∴ بے نیازی تو کسی نے بھی نہ پائی تیری (انیس)

www.drhasanrizvi.com

اللہ کی بڑائی یہ ہے کہ وہ ہمارے قیاس و گمان تک سے بلند ہے۔ "تکبیر" کا لفظ تسبیح سے بھی زیادہ وسعت رکھتا ہے۔ اللہ کی آیات، احسانات، مخلوقات پر جس قدر غور کرو گے خدا کی بڑائی ذہن میں آئے گی اور اُس کا اظہار اللّٰہُ اَکْبَرُ کی تسبیح دل سے پڑھ کر، کرنا چاہیئے۔

* (مؤلف) *

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿۴﴾ (۴) اور اپنے کپڑے پاک رکھیئے۔

* خداوندِ عالم کا جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے یہ فرمانا کہ: "اپنے کپڑے پاک رکھیئے۔"

* عربی محاورے میں کپڑے پاک رکھنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنے دامن کو ہر قسم کی بُرائی کے داغ سے صاف رکھیئے۔

* (ابنِ کثیر۔ روح المعانی۔ جصّاص، مدارک، معالم۔ تفسیرِ کبیر) *

اور اُردو محاورے میں بھی یہی معانی آتے ہیں بقولِ شاعر

ے اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت ۔ دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بندِ قبا دیکھ

پاک باز عورتوں کو پاک دامن عورت کہا جاتا ہے۔

* (مؤلف) *

* فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ: "خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ "اپنے کپڑوں کو پاک رکھیے" اِس کا مطلب یہ بھی ہے کہ کپڑوں کو (زمین سے) اُٹھائے رکھو اُن کو زمین پر گھسیٹ کر نہ چلو۔"

* (تفسیر صافی بحوالہ کافی) *

* فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام نے فرمایا: "اِس کا مطلب یہ بھی ہے کہ: تم اپنے

www.drhasanrizvi.com

کپڑوں کے دامن کو کم کر دو۔" (یعنی اتنا لمبا نہ رکھو کہ زمین پر گھسٹنے لگے اور نجس ہو جائے)

* (مجمع البیان) *

* جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: "کپڑوں کا دھونا وہم اور غم کو دور کرتا ہے اور یہ نماز کے لیے پاک صاف کرنے والا کام ہے۔ کپڑوں کو پاک رکھنے کا مطلب دامن کو اٹھائے رکھنا ہے۔"

* (تفسیر مجمع البیان، تفسیر قمی) *

* "کپڑے پاک رکھو" کے کئی معنی ہو سکتے ہیں (۱) جسم اور لباس کی پاکیزگی سے روح اور عقل کی پاکیزگی کا گہرا تعلق ہے۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: "طہارت نصفِ ایمان ہے۔" یہ طہارت آج کی مہذب قوموں کو نصیب نہیں۔ فقہ کی کتابوں کا آغاز "کتاب الطہارت" سے ہوتا ہے۔" (المدثر)

(۲) دوسرے معنی یہ ہیں کہ تم اپنا لباس سنوار کر رکھو۔

اِس میں تصوّف کے غلط تصوّرات کو دور کر دیا گیا کہ "مقدس لوگوں کا معیار گندہ لباس ہوتا تھا، اُجلے لباس کا مطلب دنیا داری تھا۔" یہاں بتایا گیا کہ اللہ والوں کے لیے ضروری ہے کہ اُن کی ظاہری حالت بھی پاکیزہ اور نفیس ہونی چاہیئے تاکہ لوگ اُس کو عزّت کی نگاہ سے دیکھیں، اُس سے دور نہ بھاگیں۔

(۳) لباس کو اخلاقی عیوب سے پاک رکھو۔ غرور و تکبّر والا لباس نہ پہنو، شان شوکت کا شائبہ نہ ہو۔ لباس کو دیکھ کر انسان کے بارے میں پہلا اندازہ ہوتا ہے۔ رئیسوں، نوابوں، سرداروں کے لباس الگ ہوتے ہیں، چھچھورے، کم ظرف لوگ بھی اپنے لباس سے پہچانے جاتے ہیں۔ (انگریزی لباس الگ ہوتا ہے اور اسلامی لباس الگ ہوتا ہے۔ جیسے پادری، پوپ کا لباس الگ ہوتا ہے۔ اور مسلمان عالم دین کا لباس مختلف)

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم۔ مجمع البیان۔ تفسیر نمونہ) *

(۴) پاک لباس سے پاکدامن بھی مراد ہے کہ اپنے دامن کو بُرے کاموں سے داغدار نہ بناؤ۔ عرب جب

www.drhasanrizvi.com

کہتے ہیں کہ "فلانٌ طاهر الثیاب" (یعنی، فلاں کے کپڑے پاک ہیں۔ یعنی وہ پاکدامن، پاکیزہ کردار انسان ہے۔ اور جب کہتے ہیں کہ "فلانٌ دنس الثیاب" فلاں کے کپڑے گندے ہیں۔ یعنی فلاں بدمعاملہ، ناقابلِ اعتبار آدمی ہے۔

* (مفردات امام راغب) *

* (۵) لباس سے مراد انسان کا اپنا عمل بھی ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ ہر شخص کے اعمال مثل اُس کے لباس کے ہیں کہ اُس کے ظاہر و باطن کو بتاتے ہیں۔

* (۶) بعض نے کہا لباس سے مراد دل۔ دماغ، روح اور جان ہے۔ ان کو پاک رکھو۔ مگر اس میں ظاہری لباس بھی شامل ہے۔ صاف لباس ہی کے اندر صاف دل و دماغ، صاف روح اور صاف جان ہوتی ہے۔ (تفسیر نمونہ)

* فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "فَطَهِّرْ کے معنی فَقَصِّرْ یعنی: "اپنے لباس کو چھوٹا رکھو" (تاکہ پاک صاف رہے اور غرور و تکبر قریب نہ آئے۔ کیوں کہ عرب لوگ اپنے لباس کو زمین پر لٹکا کر کھینچتے ہوئے تکبر سے چلتے تھے)

* (تفسیر مجمع البیان جلد ۱۰) *

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝۵ (۵) اور گندگی یا نجاست سے بچتے رہیئے۔

"رُجز" سے مراد ہر قسم کی گندگی اور نجاست ہے جس میں بُت پرستی اور شرک کرنا اولین معنی میں گندگی ہیں۔ * (قاموس۔ لسان) *

"رُجز" کے معنی اضطراب اور تزلزل کے بھی ہوتے ہیں۔ * (مفردات امام راغب) *

اِس میں ہر قسم کا گناہ، جیسے شرک۔ کفر۔ بُت پرستی، شیطانی خیالات اور عذابِ الٰہی تک شامل ہیں۔ جو

www.drhasanrizvi.com

انسان کے اضطراب اور تباہی کا سبب بنتے ہیں۔ اس لیے بعض مفسّرین نے "رُجز" کا ترجمہ عذاب کیا ہے۔

★ (تفسیر المیزان - فی ظلال القرآن) ★

★ قرآن میں بھی "رجز" کا لفظ عذاب کے لیے آیا ہے مثلاً: "وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ"
یعنی: اور جب اُن پر عذاب آیا۔ "(سورۃ الاعراف آیت ۱۳۴ پارہ ۹) "فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ"
یعنی: "پس جب ہم نے اُن پر عذاب کو ٹال دیا" (سورۃ الاعراف آیت ۱۳۵ پارہ ۹)

★ عربی ادب میں "رجز" اور رِجس گندگی کے معنی میں آتے ہیں۔

★ (تفسیر کبیر امام رازی) ★

★ ہمارے رسولؐ رسالت کے اعلان سے پہلے بھی گندگی، شرک، کفر، شیطانی اعمال و خیالات سے دور ہی رہتے تھے جو تاریخ سے متّفقہ طور پر ثابت ہے۔ اب جو حکم دیا جا رہا ہے وہ اُمّت کے لیے ہے۔ رسولؐ کو ذریعہ بنایا گیا ہے۔ (اور یہ بتانے کے لیے کہ خداوند عالم خود بھی پاکیزگی اور صفائی کو پسند فرماتا ہے۔)

★ (تفسیر نمونہ) ★

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝٦ اور زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لیے احسان نہ کیا کیجیے۔ (یعنی کسی سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لیے اُس کے ساتھ نیکی نہ کیجیے) (یا) یہ کہ لوگوں پر احسان نہ جتائیے، اور اپنی نگاہ میں اپنے اچھے کام کو کبھی زیادہ نہ سمجھیے۔

"**لَا تَمْنُنْ**" "مَنّت" کے مادّے سے ہے۔ یعنی احسان جتانا۔ اپنی عطا کو بڑی چیز سمجھنا۔ اپنی خدمتوں کو بڑا سمجھ کر اجر طلب کرنا۔ جب انسان اپنی خدمات یا کاموں یا عطاؤں کو بڑا سمجھتا ہے تو

www.drhasanrizvi.com

بڑے اجر و انعام کی توقعات باندھتا ہے۔ اور یہ عمل خدا کے سامنے بندے کو ذلیل کر دیتا ہے۔
بندگی کی شان یہ ہے کہ رسولِ اکرمؐ جیسا عبادت گزار انسان یہ کہتا رہا "مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ"
"مالک! ہم آپ کی عبادت کا حق ادا ہی نہ کر سکے"۔

* (تفسیر نمونہ) *

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا:
"جو اچھا کام تم اللہ کے لیے کرتے ہو، اُس کو ہرگز زیادہ نہ سمجھو"۔

* (تفسیر نور الثقلین جلد ۵ - تفسیر برہان جلد ۴) *

★ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ: "میں ہر روز سَو دفعہ خدا سے معافیاں طلب کرتا ہوں"۔

* (الحدیث) *

★ ظاہر ہے کہ رسولِ اکرمؐ کونسا گناہ کرتے تھے؟ آپؐ کا استغفار یہ تھا کہ آپؐ ایک طرف تو خدا کی عطاؤں کو دیکھتے تھے، دوسری طرف اپنی عبادتوں کی کمی کو محسوس فرماتے ہیں۔ اس لیے اِس احساسِ کمی پر معافیاں طلب فرماتے تھے کہ میں ویسی خدمت نہ کر سکا جیسی عظیم عطائیں اور بخششیں تو نے مجھ پر فرمائیں۔

* (فصل الخطاب) *

★ محققین نے نتیجہ نکالا: اپنے اعمال کو بہت زیادہ اچھا سمجھنا اور اُن کی وجہ سے لوگوں کی تعریف سننے کی اُمیدیں باندھے رکھنا شریعت کے خلاف ہے۔

* (تفسیر ماجدی) *

دوسری تفسیر یہاں یہ بھی بتایا گیا کہ صرف ظاہری کپڑوں کی طہارت کافی نہیں ہوتی ہے یہ تو طہارت کی ابتداء ہے۔ اصل طہارت نفس، قلب، دل و نگاہ، نیتوں اور اعمال کی طہارت ہوتی ہے۔ کیونکہ اِس کے لیے کافی زحمتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ اسی لیے اگلی آیت میں صبر و برداشت سے کام

www.drhasanrizvi.com

لینے کا حکم دیا۔

؎ زباں سے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل ؛ دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں ٭ (اقبال)

پھر یہاں صبر کا حکم دینے سے معلوم ہوا کہ صبر کے معنی گردن جھکانا نہیں ہوتے بلکہ ثباتِ قدم کے ساتھ حق پر قائم رہنا صبر ہوتا ہے۔ ٭ (تفسیر ماجدی) ٭

؎ وفاداری بشرطِ استواری اصلِ ایماں ہے

٭ حاصلِ کلام یہ ہے کہ راہِ حق میں اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے صبر و برداشت سے کام لیجیے اور حق پر قائم رہیے۔ ٭ (معالم - ابنِ کثیر)

ہر نبیؑ کو جو ابتدائی ہدایات: دی جاتی ہیں وہ ان مذکورہ چھ آیتوں میں بیان ہوئی ہیں، دین کی تبلیغ میں اس سے بہتر کوئی ہدایات نہیں ہو سکتیں۔ مختصر اور جامع:

(۱) "قُم" کھڑے ہو، ہمت کرو، "فَاَنذِرْ" اور لوگوں کو بُرے انجام سے ڈراؤ۔

(۲) "وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ" اللہ کی بڑائی کو بیان کرو اور ثابت کرو، دوسرے جھوٹے خدائی کے دعویداروں کی بڑائی کے دعوؤں کو ٹھکرا دو۔

(۳) "وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ" اپنی نیت، خیالات، اقوال، اعمال، لباس پاک صاف رکھو۔

(۴) "وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ" ہر قسم کی نجاستوں سے خود کو دور رکھو۔

(۵) "وَلَا تَمْنُن تَسْتَكْثِرُ" اور ذاتی فائدوں کے لیے دوسروں پر احسان نہ کرو، اور احسان صرف اللہ کو خوش کرنے کے لیے کرو، اور اپنے احسانات کو بہت بڑا نہ سمجھو

(۶) "وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ" اور اپنے رب کی خاطر صبر کرو۔ مشکلات کا مقابلہ کرو

٭ (تفسیر کبیر۔ تفہیم۔ تفسیر نمونہ) ٭

www.drhasanrizvi.com

وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝ (۷) اور اپنے پالنے والے مالک کی خاطر صبر و برداشت سے کام لیجیے۔

تبلیغ دین میں صبر و برداشت

مطلب یہ ہے کہ: اے رسولؐ! یہ پیامِ توحید کی تبلیغ کا کام جو تمہارے سپرد کیا جا رہا ہے اس کے پہنچانے میں تمہیں سخت مشکلات اور مخالفتوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا سارا عرب تمہارے مقابلے پر اُٹھ کھڑا ہو گا۔ اِس لیے آپؐ کو اپنے مالک کی خاطر صبر سے کام لینا ہو گا۔

؎ گفتارِ صدق مایۂ آزاری شود ؛ چوں حرفِ حق بلند شود داری شود (عرفیؔ)

؎ عرفیؔ تو میاندیش زغوغائے رقیباں ؛ آوازِ سگاں کم نکند رزقِ گدا را (عرفیؔ)

★ خوف، دوستی، دشمنی، محبت، رشتہ داریاں، ہر چیز تمہارے راستے میں حائل ہوگی، مگر تمہیں اپنے موقف پر مضبوطی سے قائم رہنا ہو گا۔ (وفاداری بشرطِ استواری اصلِ ایماں ہے)

★ امیرالمومنین حضرت امام علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"صبر کی ایمان کے ساتھ وہی حیثیت ہے جو سر کی حیثیت جسم کے ساتھ ہوتی ہے۔"

★ (نہج البلاغہ۔ کلماتِ قصار ۸۲) ★

★ گویا صبر کرنا، ایمان کا سر ہے۔ یعنی ایمان کی چوٹی بھی ہے، اور لازمی شرط بھی۔ کیوں کہ ایمان لانا حقیقتوں کو ماننا ہے، صداقتوں کی تصدیق کرنا ہے۔ اور یہ کام بلاؤں کو دعوت دینا ہے۔

★ نیز جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: "صبر کے چار شعبے ہیں۔ شوق، خوف، زہد، انتظار۔

www.drhasanrizvi.com

شوق : یعنی جس کو جنّت کا شوق ہے وہ سرکش خواہشات سے کنارہ کش رہتا ہے۔

خوف : یعنی جو آتشِ دوزخ سے خوف رکھتا ہے، وہ گناہوں، گناہکاریوں سے بچتا ہے۔

زُہد : یعنی جو دنیا سے زُہد و پرہیز کرتا ہے وہ مصیبتوں کو آسان اور ہلکا سمجھتا ہے۔

انتظار: یعنی جو موت کا انتظار کرتا ہے، وہ نیک کاموں میں جلدی کرتا ہے۔

(نہج البلاغہ کلماتِ قصار)

حدیثِ قُدسی : جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ خداوندِ عالم نے اپنی حدیث میں فرمایا :

"میں جس وقت اپنے کسی بندے پر اُس کے بدن، مال یا اولاد پر مصیبت ڈالتا ہوں، اور وہ اُس پر صبرِ جمیل سے قائم اور اُس کا مقابلہ (با مردی سے) کرتا ہے تو مجھے شرم آتی ہے کہ قیامت کے روز اُس کے اعمال تولنے کے لیے (عدل کی) ترازو نصب کروں یا اُس کا نامۂ اعمال کھولوں۔"

★ (تفسیر روح المعانی جلد ۲۹) ★

★ نیز حضورِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "روزِ قیامت خداوندِ عالم کی جانب سے ایک ندا آئے گی کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو صبر کرتے تھے"۔ اس آواز کو سُن کر ایک گروہ آئے گا جس کے استقبال کے لیے فرشتے آگے بڑھیں گے اور اُن لوگوں سے سوال کریں گے۔ "تم نے کس چیز پر صبر کیا تھا؟ وہ کہیں گے: "ہم نے خدا کی اطاعت پر صبر کیا، ترکِ گناہ پر صبر کیا، اور مصائب کی مشقت برداشت کی، ان سب چیزوں پر صبر کیا۔" تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ ندا دے گا کہ یہ بندگانِ خدا سچ کہتے ہیں۔ انھیں بے حساب کتاب میری بہشت میں جانے دو۔" ★ (روح الحیات صہ ۲۲۹ علامہ مجلسیؒ) ★

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ: "اگر کوئی مومن مصیبت و بلا میں گرفتار ہو اور وہ اُس پر صبر کرے تو خداوندِ عالم اُس کو ہزار شہیدوں کا ثواب بخشے گا۔"

★ (روح الحیات صہ ۲۲۹ علامہ مجلسیؒ) ★

www.drhasanrizvi.com

فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ⑧ (کیوں کہ) جب صور پھونکا جائے گا۔

فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ (۹) تو وہ دن بڑا ہی سخت دن

عَسِيْرٌ ⑨ ہوگا۔

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ (۱۰) حق کے "منکر" کافروں" پر وہ

يَسِيْرٍ ⑩ کوئی معمولی یا ہلکا (دن) نہ ہوگا۔

"نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ" (جب صور میں پھونک ماری جائے گی)

یعنی: امام غائبؑ کے کانوں میں ندا پہنچے گی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ناقور کے معنی ندا کے ہیں۔ اور ظہورِ امام قائمؑ کے دن حضرت جبریلؑ آسمان سے ندا دیں گے۔ پس وہ دن حضرت امام علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام کی ولایت کا انکار کرنے والوں کے لیے نہایت سخت دن ہوگا۔

* (تفسیر برہان۔ تفسیر انوار النجف)

* آیت ۹ کا مطلب یہ ہے کہ: "(اے کافرو، مشرکو!) تم جو یہ بدمعاشیاں کر رہے ہو، کرلو، اگر دنیا میں تمھارا کام بن بھی گیا، مگر تم اُس بُرے دن کے انجام سے کیسے بچ سکو گے جب صور پھونکا جائے گا، اور اعمال کی جزا و سزا دی جائے گی۔ * (تفسیر کبیر۔ تفہیم) *

* آیت ۱۰ سے محققین نے یہ نتیجہ نکالا کہ قیامت کا دن ایمان والوں کے لیے ہلکا اور حق کے منکروں کے لیے سخت ہوگا۔ یہ سختی منکروں کے لیے مستقل ہوگی، ایسی سختی جو کبھی نرمی میں نہ بدلے گی۔

* (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم۔ تفسیر نمونہ) *

www.drhasanrizvi.com

ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ﴿۱۱﴾

(۱۱) (خوب اچھی طرح سے نمٹنے کے لیے) مجھے اور اُس شخص کو چھوڑ دو جسے میں نے بالکل اکیلا پیدا کیا۔

"وَحِیْدًا" (یعنی مراد ولید بن مغیرہ ہے) مگر یہ خطاب حضور اکرمؐ سے ہے۔

★ مطلب یہ ہے کہ: اے نبیؐ! مکّے کے کافروں کی کانفرنس میں جس شخص (ولید بن مغیرہ) نے تمھیں بدنام کرنے کے لیے یہ مشورہ دیا تھا کہ تمام عرب سے آنے والے حاجیوں میں تمھیں جادوگر مشہور کر دیا جائے اُس کا معاملہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔ اُس سے نمٹنا اب تمھارا نہیں، میرا کام ہے، تمھیں اِس کی فکر کی ضرورت نہیں۔

میں نے جب اُس کو پیدا کیا تھا، تو نہ اُس کے پاس مال تھا، نہ اولاد۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ میں نے اکیلا اُس کو پیدا کیا تھا، جن خداؤں کا وہ کلمہ پڑھ رہا ہے وہ اُس کے پیدا کرنے میں میرے شریک نہ تھے۔ اب کیوں کہ میں نے ہی اکیلا اُس کو پیدا کیا تھا، اِس لیے میں اکیلا ہی اُس سے نمٹ لوں گا۔

★ (تفسیر کبیر۔ تفہیم۔ تفسیر نمونہ) ★

ولید اور وحید: ولید خود کو وحید کہا کرتا تھا۔ یعنی میں بے مثل، لاجواب ہوں۔ عربوں میں میرا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ وہ احمق اپنے لیے کہا کرتا تھا: "انا الوحید ابن الوحید لیس لی فی العرب نظیر" یعنی: میں وحیدِ عصر ہوں، وحیدِ عصر کا بیٹا ہوں، عرب میں کوئی نہ میرا مثل و نظیر ہے نہ میرے باپ کا۔

★ (تفسیر کبیر۔ کشّاف، مراغی) ★

★ اِسی لیے خداوندِ عالم نے بھی اُسکے لیے وحید کا لفظ طنزاً استعمال فرمایا۔ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

" خَلَقْتُ وَحِیْدًا " اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ: "میں نے تنہا ہی اُس کو پیدا کیا ہے"۔ دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ: "جب وہ پیدا ہوا تو تنہا تھا۔ اور یہ ولید بن مغیرہ کے متعلق ہے۔

★ اور صادقین (امام محمد باقر اور امام جعفر صادق) علیہما السلام سے مروی ہے کہ: آیت میں: "وحید" کے معنی "ولد الزّنا" کے ہیں۔ چناں چہ ہشام بن ولید بن مغیرہ کی اولاد میں سے ایک شخص نے فخریہ کہا کہ "میں، وحید کی اولاد سے ہوں۔" اِس پر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

" اگر اُس کو "وحید" کے معنی کا پتہ ہوتا تو اِس پر فخر نہ کرتا"۔

راوی نے پوچھا کہ: "وحید" کے معنی کیا ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: "وحید" اُس کو کہتے ہیں جس کے باپ کا پتہ نہ ہو۔" ★ (انوار النجف) ★

اور تفسیر بُرہان میں ہے کہ اس کی وجہ تسمیہ وحید اِس لیے ہوئی کہ اس نے تمام قریشیوں سے غلافِ بیت اللہ کے متعلق کہا تھا کہ ایک سال تم سب مل کر اس کا غلاف دیا کرو، اور ایک سال میں "وحید"۔ یعنی اکیلا اِس پر غلاف چڑھاؤں گا۔ اور اِس (وحید) کے مالدار ہونے کا قرآن نے خود ذکر فرمایا کہ: "وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا" (اور ہم اُس کو زیادہ مال دیا)

★ اور ایک روایت میں "وحید" سے مراد (معنی) شیطان کے ہیں۔ کیوں کہ شیطان بھی ماں اور باپ کے بغیر ہی پیدا ہوا ہے۔

★ (تفسیر بُرہان۔ تفسیر انوار النجف) ★

وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ﴿۱۲﴾ پھر اُس کو بہت سا پھیلا ہوا مال دیا۔

وَّبَنِیْنَ شُهُوْدًا ﴿۱۳﴾ (۱۳) نیز اُس کو بیٹے بھی دیے جو ہر وقت اُس کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں۔

www.drhasanrizvi.com

وَمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ﴿۱۴﴾ پھر ہر طرح کی آسانیوں اور آسائشوں کا سامان بھی فراہم کردیا (یا) حکومت اور اقتدار کی راہ بھی ہموار کردی۔

ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ﴿۱۵﴾ اِس پر بھی وہ لالچ رکھتا ہے کہ میں اُسے اور زیادہ دوں۔

كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا (۱۶) ہرگز نہیں۔ وہ ہماری باتوں، دلیلوں، نشانیوں اور آیتوں سے جان

عَنِيْدًا ﴿۱۶﴾ بوجھ کر دشمنی کرتا ہے۔

سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿۱۷﴾ تو میں اُسے بہت جلد ایک سخت چڑھائی پر چڑھاؤں گا (یعنی) عنقریب اُسے بہت سخت سزا کے راستے پر لے جاؤں گا۔ (۱۷)

آیت ۱۲-۱۳: ولید بن مغیرہ کے دس بارہ لڑکے تھے جن میں سے ایک خالد بن ولید تاریخ میں مشہور ہوا اس کے تمام بیٹے اُس کے سامنے حاضر رہتے تھے۔ کیوں کہ وہ بہت دولتمند تھا بیٹوں کو کام کاج کی ضرورت نہ تھی۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اُس کے بیٹے بڑے بااثر تھے جو محفلوں میں اُس کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے تھے

* (تفہیم - تفسیر کبیر) *

www.drhasanrizvi.com

آیت ۱۵ میں "یَطۡمَعُ" کا مطلب یہ ہے کہ اتنا کچھ مال دولت ہوتے ہوئے بھی اُس کی حرص وطمع ختم نہیں ہوئی۔ اب بھی وہ اور مال حاصل کرنے کے چکر میں لگا رہتا ہے۔

حسن بصری نے دوسرا مطلب بیان کیا کہ: "وہ کہا کرتا تھا کہ اگر محمدؐ کی بات سچ ہے کہ دوسری زندگی بھی ہے اور وہاں جنّت ہے، تو وہ جنّت بھی میرے ہی لیے بنائی گئی ہے۔"

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم۔ تفسیر نمونہ) *

آیت ۱۷ میں "صَعُوۡدًا" کے معنی[1] کیوں کہ بلند چوٹیوں پر جانا مشکل کام ہوتا ہے اس لیے ہر مشکل کام کو بھی صعود کہتے ہیں اور[2] عذاب الٰہی کو بھی کہتے ہیں کہ اُس کا جھیلنا سخت ترین مشکل کام ہے۔

*(۳) ایک روایت میں ہے کہ "صعود" جہنّم میں آگ کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ جہنّمیوں کو مجبور کیا جائے گا کہ اُس پر چڑھیں۔ جہنّمی چڑھے گا تو بار بار نیچے آگرے گا۔

*(۴) ایک تفسیر یہ ہے کہ اُس میں ولید کی دنیوی مشکلات اور عذاب کی طرف اشارہ ہے، اس لیے کہ آخری عمر میں وہ اپنے مال و اولاد سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا اور اُس کا دیوالیہ نکل گیا تھا۔

* (تفسیر نمونہ۔ تفسیر کبیر) *

ولید بن مغیرہ کا حشر نشر:

* منقول ہے کہ جہنّم میں ایک صاف پتھر کی چٹان ہوگی جس پر "ولید" کو چڑھنے کا حکم ہوگا کچھ فرشتے لوہے کی زنجیروں سے باندھ کر اُس کو اوپر کھینچیں گے اور کچھ فرشتے لوہے کے گرزوں سے اُس کو پیچھے سے ماریں گے، جب اس حالت میں اوپر چوٹی پر پہنچے گا تو چھوڑ دیں گے اور وہ دھڑام سے جہنّم کی تہ پر جا گرے گا۔ فرشتے پھر اُس کو اُسی صورت سے مارتے پیٹتے۔ کھینچ کھینچ کر اوپر لے جائیں گے، پھر وہاں سے اُسے چھوڑ دیں گے اور وہ پھر جہنّم کی تہ پر دھڑام سے جا گرے گا۔ اور یہ چڑھائی چالیس برس کی چڑھائی ہوگی پس وہ اُسی عذاب میں مبتلا رہے گا۔ (العیاذُ باللہ)

؎ حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں قدرت کی تعزیریں۔ * (تفسیر انوار النجف) *

www.drhasanrizvi.com

اِنَّہٗ فَکَّرَ وَ قَدَّرَ ۙ﴿۱۸﴾ اُس (ولید بدبخت) نے سوچا اور
اندازہ کیا کہ کیا بات کہے
فَقُتِلَ کَیۡفَ قَدَّرَ ۙ﴿۱۹﴾ اُس پر خدا کی مار پھٹکار ہو کہ اُس نے
کیسا غضب کا اندازہ کیا ۔
ثُمَّ قُتِلَ کَیۡفَ قَدَّرَ ﴿۲۰﴾ ہاں پھر خدا کی مار پھٹکار ہو اُس پر
کہ اُس نے کیسا بُرا اندازہ کر کے کیسی
بات بنانے کی کوشش کی ،
ثُمَّ نَظَرَ ۙ﴿۲۱﴾ (۲۱) پھر اُس نے غور سے (لوگوں کو) دیکھا ،
ثُمَّ عَبَسَ وَ بَسَرَ ۙ﴿۲۲﴾ پھر اُس نے اپنا منھ بنا کر سکیڑا اور
نفرت بھری صورت بنائی ۔
ثُمَّ اَدۡبَرَ وَ اسۡتَکۡبَرَ ۙ﴿۲۳﴾ پھر پیٹھ پھیر کر پلٹا اور اپنے آپ کو
بہت بڑی چیز سمجھا ، (پھر بھونکا)
فَقَالَ اِنۡ ہٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ یُّؤۡثَرُ ۙ﴿۲۴﴾ یہ قرآن "تو صرف ایک جادو ہے" وہ بھی
لوگوں سے سُنا سُنایا ہوا۔

www.drhasanrizvi.com

اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾ یہ تو بس ایک انسانی کلام ہے

سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ بہت جلد ہی میں اُسے جہنّم میں جھونک دوں گا۔

ولید اور ابوجہل کا مکالمہ

ولید بن مغیرہ قرآن سن کر اُس کے کلامِ الٰہی ہونے کا قائل ہو چکا تھا، اِس لیے کہ جب عربوں نے اُس کے سامنے کہا کہ محمدؐ کاہن ہیں۔ یہ سن کر ولید نے کہا تھا کہ: نہیں، خدا کی قسم وہ کاہن نہیں۔ ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے جیسی باتیں وہ گنگناتے ہیں اور جس طرح کے فقرے وہ جوڑتے ہیں، قرآن کا اُن سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔

پھر لوگوں نے مشورہ کیا کہ "محمدؐ کو مجنون مشہور کر دیتے ہیں"۔ ولید بولا: "وہ مجنون نہیں ہیں۔ قرآن میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

اِس پر لوگوں نے کہا: "اچھا پھر ہم محمدؐ کو شاعر مشہور کیے دیتے ہیں۔"

ولید نے کہا: "ہم شعر کی تمام قسموں سے واقف ہیں، قرآن پر شاعری کا ہرگز اطلاق نہیں ہوتا"

اِس پر لوگوں نے کہا: "اچھا ہم محمدؐ کو جادوگر مشہور کیے دیتے ہیں"

ولید نے کہا: "محمدؐ پر یہ بات بھی چسپاں نہیں ہوتی، جادوگروں کے جنتر منتروں کو ہم خوب جانتے ہیں، وہ بے معنی، بے موزوں کلام ہوتا ہے جبکہ قرآن میں بڑی حلاوت ہے، اُس کی جڑ بہت گہری، اُس کی ڈالیاں بڑی ثمردار ہیں۔"

یہ سُن کر ابوجہل ولید کے سر ہو گیا اور بولا کہ: "تیری قوم تجھ سے راضی نہ ہوگی جب تک کہ

www.drhasanrizvi.com

تو محمدؐ کے واسطے کوئی بُری بات نہ کہے گا۔

اِس پر ولید نے کہا: "مجھے سوچ لینے دو۔"

پھر اُس نے لوگوں کی طرف دیکھا۔ لوگوں کے تیور دیکھ کر پیشانی سُکیڑی، پھر منھ بنایا، دماغ پر زور دیا، پھر پلٹا اور تکبّر کے عالم میں بولا: "یہ قرآن کچھ نہیں ہے، بس ایک جادو ہے جو سرچڑھ کر بول رہا ہے۔ بس تم عربوں سے یہی کہو کہ یہ شخص جادوگر ہے، اِس لیے کہ یہ ایسا کلام پیش کر رہا ہے جو آدمی کو اُس کے ماں باپ، بھائی بہن، بیوی بچّوں، دوستوں خاندان والوں سے جُدا کر دیتا ہے۔"

ولید کی اِس بات کو سب نے قبول کر لیا۔ اور یہ منصوبہ بنالیا کہ اب جو حاجی بھی آئے گا قریش وفود ہر ایک کو یہی سمجھائیں گے کہ محمدؐ جادوگر ہیں، اُنھوں نے بھائی کو بھائی سے جدا کر دیا ہے لہٰذا اُس سے بچ کر رہنا۔

* (ابنِ جریر بروایت عکرمہ۔ تفسیر کبیر۔ مجمع البیان
تفسیر نمونہ۔ انوار النجف، قرطبی، مراغی، المیزان
فی ظلال القرآن) *

شانِ نزول: آیت کے الفاظ کسی خاص آدمی کی طرف اشارہ اور نشاندہی کر رہے ہیں۔

* علامہ طبرسیؒ نے لکھا: "قریش دار الندوۃ (مشاورتی چوپال) میں جمع ہوئے اور مسئلہ یہ درپیش تھا کہ حج کا زمانہ آرہا ہے، تمام قبائل کے لوگ مکّہ آئیں گے، اب کیا کیا جائے کہ محمدؐ کی تبلیغ کا اُن پر اثر نہ ہو۔ بہت غور و فکر کے بعد یہ طے پایا کہ آج سے ہم محمدؐ کو جادوگر کہا کریں گے۔" ولید نے پوچھا: کیوں؟ لوگوں نے کہا اِس لیے کہ وہ دوستوں کو دشمن بنا دیتا ہے، عزیزوں کو عزیزوں سے چھڑا دیتا ہے اور یہ کام جادوگر ہی کیا کرتے ہیں۔

ولید بولا: ٹھیک ہے۔ اب اُس کو جادوگر مشہور کر دو۔" اب جو بھی رسولِ اکرمؐ سے ملتا، جادوگر کہہ کر خطاب کرتا۔ اِسی پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ * (تفسیر مجمع البیان - سیرت ابنِ ہشام) *

www.drhasanrizvi.com

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ اور تم کیا جانو کہ جہنم کیا چیز ہوتی ہے

لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ نہ باقی رکھے اور نہ چھوڑے،

لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ انسان کی کھال کو جلا جلا کر کالا کر دینے والی۔

جہنم کی صفت

جہنم کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ رحم نہیں کرتی کیوں کہ وہ غضب الٰہی کی مظہر ہے۔ اس لیے وہ جہنمیوں کو طرح طرح کی اذیتیں، اور سزائیں دیے بغیر نہیں چھوڑتی، نہ وہ زندہ ہی رہنے دیتی ہے نہ مرنے ہی دیتی ہے۔ (الحفیظ الامان)

* (تفسیر مجمع البیان) *

اسی بات کو قرآن میں دوسری جگہ یوں فرمایا: "ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى"
(سورۃ الاعلیٰ آیت ۱۳ پارہ ۳۰)
یعنی (پھر نہ وہ جہنم میں مرے گا، اور نہ زندہ رہے گا۔)

* ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ: وہ کسی جہنمی عذاب کے مستحق کو باقی نہ چھوڑے گی۔ کوئی ظالم، جابر جہنم کے عذاب سے بچ نہ سکے گا جسے خدا عذاب دینا چاہے گا وہ جہنم کی پکڑ سے نہ بچے گا۔

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم۔ مجمع البیان) *

آیت ۲۹ کی تشریح: یہ کہنے کے بعد کہ جہنم جلائے بغیر نہ چھوڑے گی، پھر یہ فرمانا کہ جہنم کھال جھلسا دینے والی ہے۔ بظاہر یہ بیان غیر ضروری سا معلوم ہوتا ہے لیکن سزا کا یہ خاص بیان اس لیے کیا گیا ہے کہ آدمی کی شخصیت کو نکھار دینے والی چیز اس کے چہرے اور جسم کی کھال ہوا کرتی ہے۔ اگر چہرے کی کھال جل جائے تو حسین ترین آدمی انتہائی بدشکل ہو جاتا ہے، جلی ہوئی کھال دیکھ کر ہر شخص اس سے

www.drhasanrizvi.com

گھمن کھاتا ہے۔ بتایا جارہا ہے کہ تم آج اپنی شخصیت پر پھولے پھر رہے ہو، جب ولید بن مغیرہ جیسے طرّم خانوں کے منھ جہنّم سے جھلسا دیے جائیں گے تب اُن کا لوگوں کے سامنے کیا حشر ہوگا؟ ساری اکڑ مکڑ نکل جائے گی، اور ساری طرّم خانی نالی میں بہ جائے گی۔ "بُرے کام کا بُرا انجام"!!

* (تفسیر کبیر - مجمع البیان - تفسیر نمونہ، تفہیم) *

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾ اُس پر اُنیس [19] کام کرنے والے فرشتے مقرر ہیں۔

جب جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی کہ جہنّم کے کارکنوں (فرشتوں) کی تعداد صرف اُنیس [19] ہوگی تو کفار نے مذاق اُڑانا شروع کردیا۔ کہنے لگے کہ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ آدم سے لے کر قیامت تک کے ظالم، جابر، کافر، مشرک، بڑے بڑے گنہگار جہنّم میں ہوں گے، اور دوسری طرف یہ کہا جارہا ہے کہ اتنی بڑی تعداد کو سنبھالنے والے صرف ۱۹ کارکن ہوں گے۔

اِس پر قریش کے سرداروں نے بڑے زور کا قہقہہ مارا۔ ابوجہل بولا بھائیو! کیا تم اتنے گئے گزرے ہو کہ تم میں سے دس دس ملکر بھی ایک جہنّم کے کارکن سے نہ نمٹ سکو گے؟

ایک پہلوان صاحب بولے: "۱۷ سے تو میں اکیلا ہی نمٹ لوں گا۔ باقی دو کو تم سب ملکر سنبھال لینا۔"

اِس کا جواب اگلی آیت میں دیا گیا ہے کہ: اے احمقو! وہ ۱۹ فرشتے ہوں گے، تم اُن کا قیاس انسانی قوتوں پر کر رہے ہو۔ تمھیں پتہ نہیں کہ اللہ نے کیسی کیسی زبردست طاقت والے فرشتے پیدا کیے ہیں۔

(تفسیر کبیر - تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

انیس ۱۹ سے مراد

بعض نے لکھا: یہ فرشتوں کے ۱۹ گروہوں کی طرف اشارہ ہے جو عذاب پر مامور ہیں، نہ کہ ۱۹ فرشتوں کی طرف۔ کیوں کہ بعد میں فرمایا: "اللہ کے لشکروں کی تعداد کوئی نہیں جانتا۔"

* بعض نے لکھا کہ ۱۹ کا عدد اس لیے انتخاب فرمایا کہ ۱۹ کا عدد اکائیوں میں سے بڑا عدد ہے (۹ کا عدد) اور دہائیوں میں سب سے چھوٹا عدد ۱۰ کا عدد ہے۔

* بعض نے لکھا کہ تمام برے اخلاق کی جڑیں ۱۹ بنیادی صفات کی طرف لوٹتی ہیں اس لیے کہ جہنم کے ۱۹ طبقے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔

* (تفسیر نمونہ - تفسیر کبیر) *

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ	(۳۱) ہم نے صرف فرشتوں کو جہنم
اِلَّا مَلٰٓئِکَۃً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا	پر کام کرنے والا بنایا ہے اور اُن کی
عِدَّتَہُمْ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلَّذِیْنَ	تعداد کو کافروں کے امتحان لینے کا ذریعہ
کَفَرُوْا ۙ لِیَسْتَیْقِنَ الَّذِیْنَ	بنا دیا ہے، تاکہ جنھیں پہلے کتاب دی
اُوْتُوا الْکِتٰبَ وَیَزْدَادَ الَّذِیْنَ	جا چکی ہے انھیں (اس قرآن اور نبیؐ
اٰمَنُوْٓا اِیْمَانًا وَّلَا یَرْتَابَ	کی سچائی پر) یقین آجائے، اور جو
الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ وَ	(اس پر) ایمان لا چکے ہیں ان کے ایمان میں
الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِیَقُوْلَ	اور اضافہ ہو جائے اور تاکہ اہلِ کتاب اور مومنین

www.drhasanrizvi.com

الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ	کسی قسم کے شک میں نہ رہیں، اور
وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ	دل کی بیماری رکھنے والے (منافق)
اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ	اور حق کے منکر (کافر) یہ کہیں کہ
یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ	آخر اللہ کا ایسی عجیب بات کہنے
وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ	کا کیا مطلب ہے؟ اس طرح اللہ
وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ	جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیا
اِلَّا هُوَ ؕ وَمَا هِیَ اِلَّا	کرتا ہے، اور جسے چاہتا ہے
ذِكْرٰی لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾	ہدایت عطا کرتا ہے۔ اور تمہارے

ع ۱ ۱۵

پالنے والے مالک کے لشکروں کو خود اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور اس (جہنم) کا ذکر اُس کے سوا اور کسی غرض سے نہیں کیا گیا کہ انسان ہوش میں آکر سوچے سمجھے اور سبق لے ﴿۳۱﴾

★ خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "تاکہ اہلِ کتاب کو یقین آجائے"۔ یہ اس لیے فرمایا کہ اہلِ کتاب جانتے تھے کہ خداوندِ عالم نے جہنم پر ۱۹ سپاہی مقرر فرمائے ہیں۔

www.drhasanrizvi.com

★ اور خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "تاکہ ایمان لانے والوں کا ایمان بڑھے"۔ کیوں کہ جسقدر قرآن کی آیتیں اُترتی ہیں، وہ صاحبانِ ایمان کے ایمان کو بڑھاتی ہیں اور جسقدر مومن آزمائشوں سے گذرتا جاتا ہے اُس کا اللہ اور رسولؐ پر ایمان اور بڑھتا جاتا ہے۔

★ (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم، تفسیر نمونہ) ★

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب !
یہ جو چلتی ہے تجھے اونچا اُڑانے کے لیے ★ (اقبالؔ) ★

★ "دل کے بیماروں" سے مراد منافق اور شکّی لوگ ہوتے ہیں۔ یہی لوگ اللہ کے کلام پر اعتراضات جڑتے رہتے ہیں، اور اللہ کے کلام کو اپنی تنگ عقل کے خلاف ثابت کرنے کی ناکام کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ اگر وہ خدا کی قدرت کو سمجھ لیں تو اُن کی سمجھ میں یہ بات آجائے گی کہ

(۱) خدا کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے کہ وہ ہم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرلے۔

(۲) سب کا بالکل ٹھیک حساب لے کر جزا، سزا دے سکے۔

(۳) اور صرف ۱۹ اپنے فرشتوں کے ذریعہ پوری جہنّم کو کنڑول کرسکے۔

★ (مؤلف)

خدا اپنے بندوں کا امتحان اس طرح بھی لیتا ہے کہ جو کوئی بات بیان کرتا ہے تو جو لوگ صحیح عقل اور صحیح مذاق کے مالک ہوتے ہیں اور مثبت سوچ رکھتے ہیں، وہ بات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، اور ہدایت پاجاتے ہیں۔

رہے شکّی، منافق، ہٹ دھرم، حق دشمن، کج فہم، متکبّر، مفاد پرست قسم کے لوگ تو خدا کا کلام سن کر اُس پر (۱) اعتراضات جڑتے ہیں (۲) اُس کے ٹیڑھے مطلب نکالتے ہیں، اور اس طرح حق سے بھاگنے کا ایک نیا بہانہ تراش لیتے ہیں۔ لیکن حق پرست لوگ خدا کے کلام سے ہدایت پا ہیں

www.drhasanrizvi.com

اور خدا اُن کی توفیقات میں اور اضافے فرماتا ہے۔ کیوں کہ وہ حق پسند اور واقعات پر غور و فکر کرنے والے ہوتے ہیں۔

اور دوسرے قسم کے لوگ، جو خدا کے کلام کو اپنی مرضی سے اُلٹا سُلٹا مطلب پہناتے ہیں اور اِس طرح خود ہدایت کے راستے پر چلنا نہیں چاہتے، تو پھر خدا بھی اُن کو اُن کے غلط راستوں پر جانے دیتا ہے، کیوں کہ اللہ گمراہ پسندوں کو غلط راستوں پر بضد ہو کر جانے والوں کو زبردستی حق کا راستہ نہیں دکھاتا۔ کیوں کہ اگر خدا ایسا کرے تو دنیا میں کسی کا امتحان نہ ہو سکے۔ دنیا میں خدا کا اصول یہی ہے کہ جو حق پسند ہوگا، خدا اُس کو حق کا راستہ دکھا دے گا، اور جو حق پسند نہیں ہوگا، خدا اُس کو گمراہوں کے راستے پر جانے کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔

٭ (تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم) ٭

٭ بعض نے لکھا کہ: یہودیوں نے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے جہنم کے خازنین کی تعداد پوچھی۔ اُنھوں نے جواباً فرمایا کہ خدا اور اُس کا رسولؐ جانتے ہیں۔ اس پر یہ آیت اُتری کہ جہنم پر ۱۹ (گروہ) مقرر کیے گئے ہیں۔

٭ (بیہقی۔ ابن حاتم۔ ابن مردویہ۔ مراغی جلد ۲۹) ٭

٭ کیوں کہ ۱۹ کا ذکر آیا تو دھوکہ ہو سکتا تھا، اِس لیے بعد میں فرما دیا کہ اللہ کے لشکر بے حد و بیحساب ہیں۔ اُن کی تعداد تمھارے مالک کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

٭ بعض روایات میں آیا ہے کہ زمین اور آسمانوں کو خدا نے اپنے لشکروں (فرشتوں) سے بھر رکھا ہے، یہاں تک کہ تمام عالم ہستی میں کہیں پاؤں رکھنے کی بھی جگہ نہیں ہے مگر وہاں خدا کا ایک فرشتہ تسبیح میں مشغول ہے۔

٭ خدا کا یہ فرمانا کہ "یہ انسان کے لیے تذکرہ (نصیحت) ہے" تو اِس سے مراد (۱) جہنم کے خازن بھی ہیں (۲) خود جہنم بھی ہے (۳) خدا کے لشکر بھی ہیں (۴) قرآن بھی مراد ہے۔ ٭ (تفسیر نمونہ) ٭

www.drhasanrizvi.com

اللہ کے لشکر

★ جناب امیر المومنین، ابوالائمہ حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: "خداوندِ تعالیٰ نے آسمانوں کو ایک دوسرے سے الگ الگ کیا اور اُن کو مختلف قسم کے فرشتوں سے بھر دیا، اُن فرشتوں کا ایک گروہ ہمیشہ سجدوں ہی میں رہتا ہے، رکوع نہیں کرتا،

ایک گروہ ہمیشہ رُکوع ہی میں رہتا ہے اور سر نہیں اُٹھاتا،

ایک گروہ ہمیشہ کھڑے رہ کر عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتا ہے، اور اپنی جگہ نہیں بدلتا،

ایک گروہ ہر وقت تسبیحِ الٰہی ہی کرتا رہتا ہے، اور کبھی نہیں تھکتا، نہ اُن پر کبھی نیند غالب آتی ہے، اور نہ بھول چوک اُن کی عقل پر غالب آسکتی ہے، اُن کے جسم کبھی سستی کی طرف مائل نہیں ہوتے

پھر اُن کا ایک دوسرا بڑا گروہ ہے جو اللہ جل جلالہٗ کی وحی کا امین ہے جو اللہ کے پیغمبروںؑ کی طرف اللہ کی زبان ہے۔ یہ گروہ مسلسل اللہ عزّ اسمہٗ کے فرامین لے کر اُس کا پیغام پہنچانے والوں کے پاس آتا جاتا رہتا ہے۔

کچھ فرشتے ایسے ہیں جو بندوں کے محافظ اور جنّت کے دروازوں کے نگہباں و پاسبان ہیں، کچھ اُن میں ایسے بھی جن کے قدم زمین کی تہ (تحت الثریٰ) میں جمے ہوئے ہیں، اُن کے پہلو اطرافِ عالم سے بھی آگے اِدھر اُدھر بڑھ گئے ہیں، اور اُن کے شانے عرش کے پایوں سے ملے ہوئے ہیں۔ عرش کے سامنے اُن کی نظریں جھکی ہوئی ہیں اور اُس کے نیچے اپنے پروں میں لپٹے ہوئے ہیں، اور اُن میں اور دوسری مخلوق میں عزّت کے حجاب اور قدرت کے سراپردے حائل ہیں۔ وہ شکل و صورت کے ساتھ اپنے ربّ کا تصوّر تک نہیں کرتے، نہ اُس پر مخلوق کی صفتیں طاری کرتے ہیں، نہ اشباہ و نظائر سے اُس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔"

★ (نہج البلاغہ خطبہ اوّل) ★

www.drhasanrizvi.com

كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝٣٢ ہرگز نہیں (یعنی جہنّم کوئی ہوائی بات نہیں جس کا احمقوں کی طرح مذاق اُڑایا جائے) قسم ہے چاند کی،

وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ۝٣٣ (۳۳) اور رات کی، جب وہ پیٹھ پھیر کر چلی جاتی ہے،

وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ۝٣٤ اور صبح کی، جب وہ چمکتی ہے،

إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ۝٣٥ کہ یہ (جہنّم) بہت ہی بڑی چیزوں میں سے ایک چیز ہے۔

"كَلَّا" : کیوں کہ ذکر جہنّم کا ہو رہا تھا اور یہ لوگ جہنّم کا مذاق اُڑا رہے تھے، اِس لیے: خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "ہرگز نہیں" اِس کا تعلق اُس مذاق کے ساتھ ہے یعنی جہنّم کا مذاق اُڑانا ہرگز نہیں چاہیے۔ پھر فرمایا کہ "یہ (جہنّم) بہت بڑی چیز ہے۔" اِس سے جہنّم کی شدّت کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جہنّم کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کو مذاق کر کے ٹال دیا جائے۔

* (تفسیر ماجدی، فصل الخطاب) *

آیت ۳۳-۳۴ : رات کو تمام حقیقتیں چھپی رہتی ہیں اور دن میں حقیقتیں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اِس لیے اِس رات سے مراد دنیا کی زندگی ہے اور دنیا کا ختم ہو جانا، اور آخرت کا ظاہر ہونا صبح نمودار ہونے کی طرح ہے۔ * (تفسیر ماجدی) *

آیت ۳۵ کی تشریح : مطلب یہ ہے کہ جس طرح چاند، سورج، رات، دن خداوندِ عالم کی قدرت کی عظیم علامتیں،

www.drhasanrizvi.com

نشانیاں اور دلیلیں ہیں، بالکل اُسی طرح جہنّم بھی اللہ کی قدرت کی ایک عظیم نشانی ہے۔ اگر خدا چاند کو پیدا کرسکتا ہے تو جہنّم بھی پیدا کرسکتا ہے۔ اب اگر مثلاً چاند، سورج تم نے نہ دیکھے ہوتے، اور کوئی کہتا کہ خدا نے چاند سورج پیدا کردیے ہیں تو کیا یہ سُن کر تم اِسی طرح ٹھٹھے مارتے جس طرح یہ سُن کر ٹھٹھے مارتے ہو کہ خدا نے جہنّم پیدا کی ہے۔ جو خدا ساری کائنات بنا سکتا ہے، وہ جہنّم کو کیوں نہیں بنا سکتا؟ جو تم جیسوں کو بنا سکتا ہے، وہ تم جیسوں کا ٹھکانا کیوں نہیں بنا سکتا ہے؟ جہاں خدا نے لاکھوں، کروڑوں، اربوں، کھربوں ستارے، سیارے پیدا کردیے ہیں، وہاں جہنّم بھی خدا کی ایک مخلوق ہے، جو خدا کی قدرت اور ہیبت کی ایک علامت اور دلیل ہے۔

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم۔ مجمع البیان) *

نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾ (۳۶) یہ انسانوں کے لیے سخت ڈراوا ہے۔

لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿٣٧﴾ (۳۷) اب تم میں سے جو چاہے، وہ (نیکیوں کی طرف) آگے بڑھے یا پیچھے رہ جائے۔

لِمَن شَاءَ مِنكُمْ : اِس آیت نے انسان کے ارادے اور اختیار کو واضح طور پر ثابت کردیا ہے

* علمائے اہلِ سنّت نے لکھا کہ اہلِ سنّت ارادۂ عبد کی نفی نہیں کرتے بلکہ اُس کا عین اثبات کرتے ہیں۔ کیوں کہ انسان اپنے ارادے کا خالق ہے۔ * (تفسیر ماجدی) *

* جب خدا کے عذاب سے ڈرایا جاچکا تو اَب اختیار دے دیا گیا کہ چاہو تو آگے بڑھ کر حق کو مان لو اور چاہو تو حق سے ہٹ کر پیچھے رہ جاؤ۔ یہ اجازت بھی ہے اور اختیار بھی ہے۔ * (مؤلف) *

www.drhasanrizvi.com

★ رہا یہ کہنا کہ یہ جہنّم والوں کے لیے ہے ۔ یہ اِس لیے غلط ہے کہ بھلا جہنّم میں یہ اختیار کہاں مل سکتا ہے کہ کوئی آگے پیچھے ہو سکے ۔ بلکہ اِس اختیار کا تعلّق دنیا میں ایمان لانے یا نہ لانے ، خدا کی اطاعت کرنے یا معصیت کرنے سے ہے جس کی وجہ سے جنّت یا جہنّم ملتی ہے ۔

اصل میں یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ بات انسان کے خود اپنے اختیار ہی میں ہے کہ وہ چاہے تو اطاعت کی طرف آگے بڑھے اور چاہے تو اطاعت نہ کرے اور پیچھے رہ جائے ۔

★ (فصل الخطاب) ★

ؔ ترا جہاں ہے وہی جس کو تو کرے پیدا ۔ ۔ نہ سنگ و خشت و شجر ، جو تری نگاہ میں ہیں

ؔ ـــــــ عمل سے زندگی بنتی ہے جنّت بھی جہنّم بھی

ـــــــ یہ خاکی اپنی فطرت میں ، نہ نوری ہے نہ ناری ہے ★ (اقبال) ★

★ آیت کا آخری مطلب یہ ہے کہ ہم نے تمھیں تمھارے بُرے کاموں کے بُرے انجام سے ڈرا یا اب جس کا جی چاہے اُس بُرے انجام سے ڈر کر بھلائی کے راستے پر چلے ، اور جس کا جی چاہے حق کے راستے سے پیچھے ہٹ جائے ـــــــ (چاہے جنّتی بن جائے چاہے جہنّم کو پسند کرلے)

★ (تفہیم) ★

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے منقول ہے کہ :

" جو شخص بھی ہماری ولایت کی طرف بڑھ جائے گا ، وہ جہنّم سے ہٹ جائے گا ـــــــ اور جو شخص بھی ہماری ولایت سے پیچھے ہٹے گا ، وہ جہنّم کی طرف بڑھ جائے گا ۔" ـــــــ (تفسیر انوار النجف) ـــــــ

★ اور جو خدا کا فرماں بردار ہے وہ ہمارا دوست ہے ، جو خدا کا نافرمان ہے وہ ہمارا دشمن ہے اور ہماری ولایت اطاعتِ خدا اور ورع و پرہیزگاری میں ہے (از امام محمد باقرؑ اصول کافی)

www.drhasanrizvi.com

كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ (۳۸) (کیوں کہ) ہر شخص اپنے کاموں

رَهِينَةٌ ۙ (۳۸) کی کمائی کے بدلے رہن رکھا ہوا ہے۔

(یعنی ہر شخص کے اچھے یا بُرے انجام کا دار و مدار خود اُس کے اپنے کاموں پر ہے)

☆ ہر آدمی اپنے اعمال کا گروی ہے یعنی اپنے اعمال میں پھنسا ہوا ہے جس طرح کوئی زیور قرض کے عوض قرض دینے والے کے پاس گروی رکھدیا جاتا ہے، تو وہ زیور پھنس جاتا ہے جب تک قرضہ واپس نہ کیا جائے، وہ زیور آزاد نہیں ہوتا، بالکل اسی طرح آدمی اپنے گناہوں میں پھنسا ہوا ہے، یا تو اُس کے گناہ خدا معاف کردے، تب وہ آزاد ہوتا ہے، یا پھر وہ اپنے گناہوں کی سزا پاکر آزاد ہوتا ہے اسی طرح انسان یا تو توبہ کرکے اپنی اصلاح کرلے تو خدا اُس کے گناہ معاف کردیتا ہے اور وہ اپنے گناہوں کے چنگل سے آزاد ہوجاتا ہے، ورنہ اپنے گناہوں کی سزا پاکر آزاد ہوتا ہے

* (مؤلف) *

*۔ بعض ماہرین نے رہن کے معنی ساتھ ساتھ رہنے کے لکھے ہیں یعنی ہر انسان اپنے کیے ہوئے اعمال کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ * (لسان العرب) *

؎ سر عرش کانپ اٹھا دلِ عصمتِ ملائک ؛ جو میں ساتھ لے کے پہنچا حشم گناہگاری

* (جوش) *

إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ۛ (۳۹) دائیں طرف والوں کے سوا

---

*۔ جن لوگوں کو اُن کا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ اصحاب یمین ہوں گے۔ اُن کے

www.drhasanrizvi.com

نیک اعمال اُن کے بُرے اعمال پر غالب تھے، اسی لئے اُن کے نیک کاموں نے دین کی زنجیروں کو توڑ دیا۔ اس لیے وہ اپنے گناہوں کے قیدی نہ ہوں گے بلکہ بے حساب جنّت میں داخل ہوں گے۔

* (مجمع البیان ، روح البیان ، تفسیر نمونہ) *

* دائیں طرف والے لوگوں کے بارے میں خود قرآن نے مختلف مقامات پر ذکر فرمایا ہے۔

"فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝"

(سورۃ القارعۃ آیت ۶-۷ ، پارہ ۳۰)

(یعنی: جس کی نیکیوں کا پلّہ بھاری ہوگا، وہ اپنی من بھاتی زندگی میں ہوگا، ایسی زندگی میں جسے وہ راضی ہوگا۔)

* اور جن لوگوں کی نیکیاں وزنی ہوں گی، اُن کی بُرائیاں از خود ختم ہو جائیں گی۔ خداوندِ عالم نے فرمایا: "اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۝" (سورۃ ہود آیت ۱۱۴ پارہ ۱۲)

(یعنی: یقیناً نیکیاں، بُرائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔)

جس طرح روشنی اندھیروں کو ختم کر دیتی ہے، اسی طرح غالب نیکیاں بُرائیوں کو ختم کر دیں گی

دوسری جگہ فرمایا: "فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝" (سورۃ انشقاق آیت ۸ پارہ ۳۰)

یعنی: "پس وہ شخص جس کا نامۂ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اُس کا حساب آسان ہوگا۔"

* مشہور سنّی مفسّر قرطبی نے امام محمّد باقرؑ سے اس آیت کی تفسیر لکھی کہ امام محمّد باقرؑ نے فرمایا:

"ہم اور ہمارے شیعہ (پیروکار) اصحابِ یمین (دائیں طرف والے) ہیں اور جو شخص ہم اہلبیتِ رسولؐ سے دشمنی رکھتا ہے، وہ اپنے اعمال کی قید میں ہے۔"

* (تفسیر قرطبی جلد ۱۰، تفسیر مجمع البیان، نور الثقلین ص ۶۸۷) *

* جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا"

یعنی: خدا اُس سے خود محبت کرتا ہے جو حسینؑ سے محبت کرتا ہے۔ (ترمذی شریف)

www.drhasanrizvi.com

فِیْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝۴۰ جو جنتوں کے گھنے سرسبز و شاداب باغوں میں پوچھ رہے ہوں گے،

عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۴۱ مجرموں سے،

مَا سَلَكَكُمْ فِیْ سَقَرَ ۝۴۲ کہ تمھیں کیا چیز جہنّم میں لے گئی؟

قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝۴۳ مجرم کہیں گے: "ہم نمازیوں میں شامل نہ تھے۔

(ایک روایت کے مطابق یہاں نماز پڑھنے سے مراد نماز واجبہ کا ادا کرنا ہے۔) * (تفسیر صافی) *

وَ لَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۝۴۴ اور ہم غریب مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔

وَ كُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ۝۴۵ اور حق کے خلاف بیہودہ باتیں بنانے والوں کے ساتھ مل کر ہم بھی اُلٹی سیدھی باتیں بنانے اور (حق کے خلاف) چرچے کرنے لگتے تھے۔

وَ كُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝۴۶ اور ہم بدلے کے دن کو جھوٹ کہا کرتے تھے

www.drhasanrizvi.com

حَتّٰۤی اَتٰىنَا الۡیَقِیۡنُ ﴿۴۷﴾ یہاں تک کہ یہ یقینی چیز (موت یا جہنّم) ہمارے سامنے آگئی۔

آیت ۴۳ میں ہے کہ "ہم نماز گذاروں میں سے نہ تھے"

حضرت امام علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام نے فرمایا: "نماز کو بہت زیادہ اہمیت دو، اُس کی پوری حفاظت کرو۔ اُس کو کثرت سے ادا کرو۔ نماز کے ذریعہ خدا کے قریب (یعنی خدا کی رضامندی کے قریب) ہوتے چلے جاؤ۔ نماز کو اُس کے مقررہ اوقات پر ادا کرنا مومنوں پر واجب ہے۔ کیا تم نے دوزخیوں کا یہ جواب نہیں سنا (جب اُن کو جہنّم میں داخل کیا جارہا تھا تو) اُن سے جنّتی لوگوں نے پوچھا: "تمھیں کیا چیز جہنّم کی طرف لے گئی"؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ: "لَمۡ نَكُ مِنَ الۡمُصَلِّیۡنَ" "ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے"۔

* (نہج البلاغہ) *

* جہنّمیوں کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ افسوس ہم اُن لوگوں میں سے دنیا میں نہ تھے جنہوں نے دنیا کی زندگی میں خدا اور کتابِ خدا کو مان کر خدا، رسولؐ اور خدا کی مخلوق کا حق ادا کیا۔

یاد رہے کہ پانچوں وقت کی نمازیں کوئی شخص اُس وقت تک پابندی سے پڑھ ہی نہیں سکتا جب تک وہ واقعتاً دل سے خدا، رسولؐ اور آخرت کو نہ مانتا ہو۔

اسی لیے نماز کو ایمان کی دلیل اور علامت قرار دیا، اور نماز نہ پڑھنے کو جہنّم میں جانے کی علامت اور دلیل قرار دیا۔ اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ ظاہری زبانی، کلامی ایمان لا کر آدمی جہنّم سے نہیں بچ سکتا جب تک وہ باقاعدگی سے نماز نہ پڑھتا ہو۔

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم) *

www.drhasanrizvi.com

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(۱) "نماز دین کا ستون ہے، جو شخص اسے چھوڑ دے گا، وہ اپنے دین کو گرانے والا ہے۔"

(۲) "جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے گا وہ اسّی حقب جہنم میں رہے گا" اور ایک حقب اسّی سال کا ہوتا ہے۔

(۳) حضرتؐ نے فرمایا: "اے مسلمانو! تم یہودیوں اور نصاریٰ پر سلام کر لینا لیکن میری امت کے یہودیوں پر سلام بھی نہ کرنا۔" لوگوں نے پوچھا: "یا رسول اللہ! آپؐ کی امت کے یہودی کون ہیں؟" فرمایا: "جو لوگ اذان اور اقامت سن کر نمازِ جماعت میں شامل نہ ہوں۔"

(۴) آنحضرتؐ نے فرمایا: "جو بے نمازی کی ایک لقمہ کھانے اور ایک گھونٹ پانی سے اعانت کرے گا تو گویا، وہ سب انبیاءؑ کا قاتل ہے کہ پہلے ان میں سے حضرت آدمؑ اور آخری محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔"

(۵) آنحضرتؐ نے فرمایا: "جو شخص نمازِ پنجگانہ کو وقت پر پڑھے گا تو اُس کے لیے پروانۂ بروزِ قیامت اور نور، اور دلیل عطا ہوتی ہے، اور جو حفاظت سے نہ پڑھے، اُس کے لیے نہ ہی نجات نہ نور، نہ برہان اور نہ ہی قیامت کے دن ایمان ہوگا۔"

(۶) نیز فرمایا: "جو شخص نمازِ صبح پڑھ کر طلوعِ آفتاب تک تعقیبات میں بیٹھا رہے تو خداوندِ عالم فردوس میں اُس کو ستّر محل سونے یا چاندی کے عطا فرمائے گا۔"

★ (از حدیثِ قدسی و چہل حدیث) ★

(۷) نیز فرمایا: "نماز مومن کی معراج ہے۔" (الحدیث)

(۸) " " روزِ قیامت سب سے پہلے نماز کے بارے میں پوچھا جائے گا" (الحدیث)

(۹) " " "اگر نماز قبول ہوگئی تو سارے نیک اعمال قبول ہوں گے، اور اگر نماز رد کر دی گئی تو اس کے سوا (سارے اعمالِ صالح) رد کر دیے جائیں گے۔ (الحدیث)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۴۴ : " وَ لَمۡ نَکُ نُطۡعِمُ الۡمِسۡکِیۡنَ " اِس سے معلوم ہوا کہ کسی کو بھوکا دیکھ کر قدرت رکھتے ہوئے، کھانا نہ کھلانا، جہنمیوں کی واضح علامت ہے، اور یہی واحد گناہ انسان کو جہنم میں لے جانے کے لیے بہت کافی ہے۔ کیوں کہ ایسا آدمی ذرہ برابر خدا کا خوف نہیں رکھتا، نہ خدا کے حقوق کا خیال کرتا ہے، وہ ننگِ انسانیت ہے، خدا کا انتہائی ناشکرا اور مخلوق پر انتہائی بے رحم اور ظالم ہے۔

٭ (مؤلف) ٭

آیت ۴۵ : " وَ کُنَّا نَخُوۡضُ مَعَ الۡخَآئِضِیۡنَ " مطلب یہ ہے کہ ہم دنیا میں بیہودہ، فضول، گندی باتوں میں لگے رہتے تھے، سارا زور انہی غلط کاموں پر صرف کرتے تھے۔"

٭ (لغات القرآن نعمانی جلد ۲) ٭

" نَخُوۡضُ " یعنی "بیہودہ باتوں میں گھسنا"۔ اصل "خوض" کے معنی پانی میں گھسنے کے ہوتے ہیں۔ مگر بطور استعارہ سب کاموں میں پوری طرح (دلچسپی سے) گھسنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

٭ (لغات القرآن نعمانی جلد ۲) ٭

آیت ۴۷ : " حَتّٰۤی اَتٰىنَا الۡیَقِیۡنُ " یعنی : مرتے دم تک ہم اسی حق دشمنی پر قائم رہے۔ حق کے خلاف باتیں بناتے رہے، اور روزِ جزا کو جھٹلاتے رہے، یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی۔ اور وہ چیز ہمارے سامنے آگئی جس کے آنے کا ہمیں یقین نہ تھا۔ حالاں کہ اُس کا آنا یقینی ہے اور وہ موت ہے اور آخرت کی دوسری زندگی ہے۔ جب موت آتی ہے تو توبہ قبول نہیں ہوتی۔ ٭ (تفسیر کبیر۔ تفہیم) ٭

فَمَا تَنۡفَعُهُمۡ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِیۡنَ ؕ (۴۸) اب یہ ایسے لوگ ہیں کہ انھیں سفارش کرنے والوں کی سفارش کچھ فائدہ نہ پہنچائے گی۔

٭ اِس آیت سے مومنین کے حق میں شفاعت کا ہونا ثابت ہو گیا۔ ٭ (تفسیر کبیر امام رازی) ٭

www.drhasanrizvi.com

لیں شفاعت نے مری بڑھ کے بلائیں کیا کیا
عرقِ شرم سے ڈوبا جو گنہگار آیا
* (اقبال) *

یہ اس آیت سے یہ واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ جو مجرم نہ ہوں گے (یعنی)
(۱) نمازیں پابندیٔ وقت کے ساتھ پڑھتے ہوں گے (۲) غریبوں، مسکینوں کو کھانا کھلایا کرتے ہوں گے
(۳) حق کے خلاف بیہودہ باتیں نہ بناتے ہوں گے۔ (۴) بدلے کے دن کو حقیقت اور سچ مانتے ہوں گے
اُن کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت فائدہ پہنچائے گی۔
* (مؤلف) *

شفاعت کے معنی : شفاعت، شفع کے مادّے سے ہے جس کے معنی ایک کو دوسری چیز سے ملا دینا ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس کی شفاعت کی جارہی ہے اُس نے کچھ راستہ تو خود اپنے قدموں سے طے کیا، مگر جب سخت نشیب و فراز آئے تو آگے نہ چل سکا، تو اب شفاعت کرنے والے نے ہاتھ تھاما، اور بقیہ راستہ طے کرا دیا۔"
* (مفرداتِ امام راغب) *

* شفاعت کا لفظ "شفع" سے بنا ہے۔ پرانے زمانے میں ترازو کے دو پلڑے اگر برابر نہ ہوتے تھے، تو پتھر کا ایک ٹکڑا ہلکے پلڑے کی طرف باندھ دیا کرتے، تاکہ اُس کا وزن بڑھ کر برابر ہو جائے۔ اُس پتھر کے ٹکڑے یا پرانے سکّوں کو، جو پلڑے کے ساتھ باندھے جاتے تھے "شفع" کہتے ہیں۔

اِس لیے شفاعت یہ ہے کہ اگر نیکیوں کے پلّے میں کچھ کمی رہ گئی ہے تو اُس کمی کو شفاعت کرنے والے اپنی نیکیاں دے کر پورا کریں گے۔" (آغا پویا؟)

شفاعت کون کرے گا ؟ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جنّت کے بارے میں سب سے پہلا شفاعت کرنے والا میں ہوں گا۔" (صحیح مسلم جلد ۱)

www.drhasanrizvi.com

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں (اقبال)

(۲) تمام انبیاء کرامؑ اپنی اپنی اُمتوں کی شفاعت کریں گے۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " انبیاء کرامؑ تمام اُن لوگوں کے بارے میں شفاعت کریں گے جو سچے دل سے خدا کی یکتائی کی گواہی دے چکے ہوں گے۔ انبیاء کرامؑ اُن کو جہنّم سے باہر نکال لیں گے۔"

* (مُسند احمد جلد ۲) *

(۳) فرشتے بھی مومنین کی شفاعت کریں گے۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
" قیامت کے دن ملائکہ، انبیاءؑ اور شہداء شفاعت کریں گے۔"

* (مُسند احمد جلد ۲) *

(۴) ائمہ اہلبیتؑ اپنے پیروکاروں کی شفاعت کریں گے۔
حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: " لنا شفاعۃ ولاھل مودتنا شفاعۃ "
(یعنی) ہمارے پاس حقِ شفاعت ہے، بلکہ ہمارے دوستوں کے پاس بھی شفاعت کرنے کا حق ہے۔"

* (خصال شیخ صدوقؒ صـ ۶۲۴) *

(۵) علمائے حق اور شہدائے راہِ حق بھی شفاعت کریں گے۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
" یشفع یوم القیامۃ الانبیاء ثم العلماء، ثم الشھداء "
یعنی: قیامت کے دن سب سے پہلے انبیاء شفاعت کریں گے، پھر علماء اور اُن کے بعد شہداء شفاعت کریں گے۔"

* (سنن ابن ماجہ جلد ۲ صـ ۱۴۴۳) *

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " شہید کی شفاعت اُس کے خاندان کے ستّر افراد تک قبول ہوگی۔" (سُنن ابو داؤد جلد)

www.drhasanrizvi.com

★ یہ تو کم سے کم ہے ، ورنہ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ :
" شہدار کی شفاعت ستر ہزار افراد تک کے لیے قابلِ قبول ہوگی "
★ (بحار الانوار جلد ۱۰۰) ★

(۶)
★ خود قرآن بھی روزِ قیامت اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا ۔
حضرت امام علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السّلام نے فرمایا :
" تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن ایسا شفاعت کرنے والا ہے جس کی شفاعت مقبول اور ایسا کلام کرنے والا ہے (جس کی ہر بات) تصدیق شدہ ہے ۔ قیامت کے دن جس کی یہ شفاعت کرے گا ، وہ اُس کے حق میں مانی جائے گی ، اور جس کے عیوب بتائے گا تو اُس کے بارے میں بھی اِس کے قول کی تصدیق کی جائے گی ۔ ۔ ۔ "
★ (نہج البلاغہ ۔ از خطبہ ۱۷۶) ★

(۱) جن لوگوں نے قرآن کی خدمت کی ہوگی (۲) اُس کو سمجھ کر پڑھا ہوگا ۔ (۳) اور اُس پر عمل کرنے کی کوشش کی ہوگی ، قرآن اُن کی شفاعت کرے گا ۔

(۷)
★ جن لوگوں نے اسلام میں طویل عمر گزاری ہوگی ، وہ بھی شفاعت کریں گے ۔
جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : " جب انسان نوّے ۹۰ سال کا ہو جاتا ہے (جبکہ وہ ایمان کے راستے پر قائم رہا ہوتا ہے) تو خداوندِ کریم اُس کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے ، اور اُس کے گھر والوں کے لیے اُس کی شفاعت بھی قبول کی جائے گی ۔ "
★ (مُسند احمد ۔ جلد ۲) ★

(۸)
★ روزہ دار بھی شفاعت کریں گے ۔ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :
" روزہ دار اور قرآن قیامت کے دن شفاعت کریں گے ۔ " ★ (مُسند احمد جلد ۲) ★

www.drhasanrizvi.com

(۹) ★ بعض نیک اعمال بھی شفاعت کریں گے۔ مثلاً "جن لوگوں نے امانتوں کی حفاظت کی ہوگی، امانتیں بھی اُن کی شفاعت کریں گی۔"

* (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲) *

(۱۰) ★ آخر میں خداوندِ کریم و رحیم بھی مومنین کی شفاعت فرمائیں گے:۔

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت کے دن انبیاءؑ، فرشتے، مومنین جب شفاعت کر چکیں گے تو خداوندِ کریم فرمائے گا: اب خود میری شفاعت باقی رہ گئی ہے۔" (چناں خدا بھی شفاعت کریگا)

پس شفاعت نے مری بڑھ کے بلائیں کیا کیا
عَرَقِ شرم سے ڈوبا جو گنہگار آیا

* (اقبالؔ) *

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿۴۹﴾ (۴۹) آخر ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ ایسی زبردست نصیحت سے بھی منھ موڑ رہے ہیں۔

كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ جیسے وہ جنگلی گدھے ہیں۔

فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾ جو کسی شیر سے ڈر کر اور بدک کر بھاگ کھڑے ہوں۔

www.drhasanrizvi.com

بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾

(۵۲) بلکہ اُن میں کا ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ خود اُن کو (براہِ راست) کھلی ہوئی کتابیں (اُتار کر) دی جائیں

كَلَّا ؕ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۵۳﴾

(یہ) ہرگز نہیں (ہوگا) بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) وہ بعد میں آنے والی زندگی (کی سزا) سے نہیں ڈرتے۔

آیت ۵۱: "فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ" ایسے حق دشمنوں کو جو حق کے نام سے ڈر کر بدکتے ہوں، وحشی، جنگلی گدھا کہنا، کتنا فصیح ہے۔ اِس لیے کہ جنگلی گدھے ذرا سی آہٹ پر بدکتے اور بھاگنے لگتے ہیں۔ اب ایسے گدھے جب شیر کو دیکھ لیں گے تو اُن کی بدحواسی کا کیا حال ہوگا؟ اِس کا اندازہ اِس مذکورہ بالا تشبیہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ حق کے نام سے بُری طرح متنفر ہیں۔

* (معالم۔ ابن کثیر بقول ابنِ عباس و زید بن مسلم و عبدالرحمٰن) *

* اہلِ عرب بے تحاشا بدحواس ہوکر بھاگنے والے کو جنگلی گدھوں سے تشبیہ دیتے ہیں جو شیر کی بُو یا آہٹ سنکر ہی بدحواس ہوکر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم۔ مفردات) *

آیت ۵۲: "صُحُفًا مُّنَشَّرَةً" قریش کا ہر سردار اس قدر متکبر تھا کہ ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ خدا ہم میں سے ہر ہر شخص کے نام بنام الگ الگ خط لکھے کہ میں نے محمدؐ کو اپنا رسولؐ بناکر تمہارے پاس بھیجا ہے

www.drhasanrizvi.com

تم اُنؑ کی اطاعت کرو۔ اور وہ خط ایسے ہوں کہ اُن کو دیکھ کر یقین بھی آجائے کہ وہ خداوندِ عالم ہی کے بھیجے ہوئے خطوط ہیں۔

★ دوسری جگہ قرآن نے بتایا کہ مکّہ کا ایک ایک سردار اس قدر متکبر ہے کہ وہ کہتا ہے کہ:
" وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ "

یعنی: جب اُن کے پاس کوئی آیت، نشانی آتی تو وہ کہتے کہ "ہم اُس وقت تک محمدؐ کو نہ مانیں گے جب تک کہ وہی چیز جو رسولوںؑ کو دی گئی ہے، ہمیں نہ دی جائے" (سورۃ الانعام آیت ۱۲۴ پارہ ۸)

★ دوسری جگہ اُن کا یہ مطالبہ بھی تھا کہ جس کو قرآن نے بیان فرمایا کہ: " وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ "

یعنی: "اے رسولؐ! آپؐ ہمارے سامنے آسمان پر چڑھیں، پھر بھی ہم آپؐ کے چڑھنے کو ہرگز نہ مانیں گے جب تک کہ آپؐ ایک تحریری نوشتہ (کتاب) ہم پر نہ نازل کردیں، جسے ہم پڑھ سکیں۔"... (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۹۳ پارہ ۱۵)

★ (تفسیر کبیر۔ تفہیم) ★

آیت ۵۳: " لَا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ " اِس آیت میں حق کے منکروں کا اصل عیب بتایا جارہا ہے۔ پہلے یہ بتایا گیا کہ اُن کی یہ ساری باتیں جو وہ حق کے خلاف بنا رہے ہیں صرف ایک بہانہ ہے حق کو نہ ماننے کا۔ اُن کا اصل عیب یہ ہے کہ وہ اتنی چھوٹی عقل والے ہیں کہ اِس مادّی دنیا کی زندگی سے آگے کسی دوسری زندگی کا تصوّر تک نہیں کرسکتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آخرت کی دوسری زندگی کو نہیں مانتے۔ اسی لیے وہ کسی حق بات کو سننے، سمجھنے، غور و فکر کرنے تک کو تیار نہیں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ دنیا کے مال، دولت، اولاد، قبیلے، قوت و طاقت پر اکڑتے، تکبّر کرتے ہیں۔

★ (تفسیر ماجدی / فصل الخطاب) ★

www.drhasanrizvi.com

كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿۵۴﴾ (ایسا احمقانہ مطالبہ) ہرگز نہیں (پورا کیا جائے گا، یہ قرآن) تو ایک نصیحت اور سبق ہے۔

فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۵۵﴾ جو چاہے اِسے یاد رکھے اور سبق سیکھے۔

* "کَلَّا" یعنی ہرگز ہرگز نہیں۔ یعنی حق کے منکروں کی خواہشیں کبھی ہرگز پوری نہ ہوں گی۔ مطلب یہ ہے کہ اُن حق دشمنوں کے لایعنی مطالبات کو پورا کرنا خداوندِ عالم کا کام نہیں ہے، اس لئے کہ یہ ساری فرمائشیں اور مطالبات صرف حق کو نہ ماننے کے بہانے ہیں۔ اب کیوں کہ اتمامِ حجت ہو چکی یعنی جو بات پہنچانی اور سمجھانی تھی، وہ پوری پوری طرح پہنچا دی گئی، سمجھا دی گئی، جو کچھ نصیحت کی جانی چاہیئے تھی، کی جا چکی۔ اب چاہیں یہ حق کو مانیں، چاہیں نہ مانیں۔ اب تو بس جزاء، سزا کا مرحلہ ہوگا۔ کیوں کہ اتمامِ حجت کے بعد جزاء، سزا ہی ہوا کرتی ہے۔ احمقانہ مطالبات پورے نہیں کیے جاتے۔ بس ہو چکی نماز مصلیٰ اُٹھایئے۔ * (فصل الخطاب) *

"کَلَّا" یعنی۔ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ تمھارے ایسے احمقانہ مطالبات کبھی پورے نہیں کیے جائیں گے۔ (تفسیر کبیر۔ تفہیم)

"کَلَّا" یعنی۔ ان کی منشاء ہرگز پوری نہیں ہو سکتی، اور خدا اُن کی خواہشات کا پابند نہیں ہے۔ جب حقیقت اُن کے سامنے کھل چکی ہے تو اُن کا انکار کرنا، اور الگ کتاب مانگنا یہ سب بہانے ہیں۔ * (تفسیر انوار النجف) *

آیت ۵۵: متکلمین نے اِس آیت سے انسان کے اختیار کو ثابت کیا ہے۔ * (تفسیر ماجدی۔ فصل الخطاب) *

www.drhasanrizvi.com

وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّآ أَنْ يَشَآءَ اللّٰهُ ۚ هُوَ أَهْلُ التَّقْوٰى وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾

(۵۶) اور وہ نہ تو یاد رکھیں گے، اور نہ سبق لیں گے، جب تک کہ اللہ کو منظور نہ ہوگا (یعنی اُن کی ضد اور احمقانہ مطالبات کی وجہ سے اللہ کی توفیقات اُن کے شاملِ حال ہونے والی نہیں۔ اِس لیے وہ نہ تو قرآن کو یاد رکھیں گے، اور نہ اُس سے کبھی سبق لیں گے) (حالاں کہ) اللہ اِس بات کا حقدار ہے کہ اُس (کی ناراضگی اور سزا) سے ڈرا جائے۔ اور اللہ اِس بات کا بھی اہل ہے کہ (اُس سے ڈرنے والے "متقین کو" معاف کرکے اپنی رحمتوں سے ڈھک لے۔

✲ حدیثِ قدسی میں خداوندِ عالم فرماتا ہے: "میں ہی اِس قابل ہوں کہ میرا بندہ مجھ سے ڈرے (یعنی میری ناراضگی اور میری سزاؤں سے ڈرتا رہے) اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ پھر جب میرا بندہ مجھ سے ڈرتا ہے (میری عظمت کو جان کر) تو پھر میری شان یہ ہے کہ میں اُس کے گناہوں کو معاف کرکے اُس کو اپنی رحمتوں میں ڈھک لیا کرتا ہوں۔"

(حدیثِ قدسی تفسیر صافی)

✲ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ خداوندِ کریم حدیثِ قدسی میں ارشاد فرماتا ہے کہ

www.drhasanrizvi.com

"میں اپنی عزت و جلال کی قسم کھاتا ہوں کہ میں اپنے کسی بندے کو نہ دو خوف دوں گا' اور نہ دو امن دوں گا۔ اگر وہ دنیا میں مجھ سے ڈرے گا' تو اُس کو آخرت میں خوف نہ دوں گا۔ (امن ہی امن دوں گا) اور اگر دنیا میں مجھ سے بے خوف رہے گا تو آخرت میں خوف دلاؤں گا" (سخت سزائیں دے کر)

* (اصولِ کافی) *

نیز امام علیہ السلام سے ہی روایت ہے کہ خداوندِ کریم حدیثِ قدسی میں یہ بھی فرماتا ہے:

"میں اپنی عزت و جلال کی قسم کھاتا ہوں کہ جن لوگوں نے میری توحید کا دل سے اقرار کرلیا' میں اُن کو جہنم کی آگ سے کبھی عذاب نہ دوں گا۔"

(تفسیرِ صافی بحوالہ التوحید صدوق)

نتائج و تعلیمات

(۱) ★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ "نصیحت حاصل کرنا خود آدمی کے اپنے اختیار میں ہے' مگر یہ کام صرف اُس کی اپنی قوت یا مرضی سے نہیں ہو سکتا' جب بندہ نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے' اور اُس کے لیے وہ کوشش بھی کرے تو پھر خداوندِ عالم کا فضل و کرم اُس کا ہاتھ تھام لیتا ہے۔ پھر خدائے کریم کی توفیقات اُس کے شاملِ حال ہوجاتی ہیں۔ پھر وہ نصیحت قبول کرکے اپنی اصلاح کرلیتا ہے۔

(۲) آخری مطلب یہ نکلا کہ کوئی نیک کام بھی ہم صرف اپنی قوت کے بل پر نہیں کرسکتے۔ صرف بندے کی مرضی کافی نہیں ہوتی۔ ہر کام صرف اُسی وقت مکمل ہوتا ہے جب خدا کی مرضی ہماری مرضی کے ساتھ مل جائے۔ اگر دنیا میں ہر شخص کو خدا یہ قدرت دے دیتا کہ وہ جو کچھ کرنا چاہے کرگذرے' تو ساری دنیا کا نظام درہم و برہم ہوجاتا۔ کائینات کا نظم اِسی لیے چل رہا ہے کہ اللہ کی مشیّت (مرضی و ارادہ) ساری مشیتوں پر غالب اور حاوی ہے۔ انسان اُسی وقت کچھ کرسکتا ہے جب خدا چاہے اور اُس کو اجازت دے۔ یہی معاملہ ہدایت پانے اور گمراہ ہونے کا بھی ہے۔ انسان اگر خود ہدایت حاصل کرنا چاہے تو نہیں پاسکتا۔ انسان کو ہدایت اُس وقت ملتی ہے جب خدا اُس کی اُس خواہش کو پورا کرنے کی اجازت دیتا ہے

www.drhasanrizvi.com

(۴) اسی طرح گمراہیوں میں بھی انسان اُسی وقت جا پھنستا ہے جب خدا اُسے گمراہیوں میں چھوڑ دیا کرتا ہے مگر خدا کی شان یہ ہے کہ وہ ہر اُس شخص کو جو ہدایت پر چلنا چاہتا ہے، ہدایت پر چلنے کی توفیقات عطا فرماتا ہے، اور جو غلط راستوں پر چلنے پر مُصِر رہتا ہے، پھر خدا بھی اُس کو اُس کی اپنائی ہوئی گمراہیوں میں چھوڑ دیتا ہے۔

(۵) آخر میں خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: خدا اِس بات کا حقدار ہے کہ اُس (کی ناراضگی) سے ڈرا جائے۔" مطلب یہ ہے کہ اللہ کو اِس بات کی کوئی ضرورت نہیں پڑی ہے کہ تم اُس کی ناراضگی سے ڈرو۔ مگر انسان کی بندگی کا تقاضا اور فائدہ اسی میں ہے کہ وہ حق کی ناراضگی سے ڈرے۔ اُس کی رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کرے، اور اُس کی مرضی کے خلاف نہ چلے۔

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم۔ مجمع البیان۔ تفسیر نمونہ) *

* حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے اپنے مالک کی بارگاہ میں عرض کی:

"مالک! میں تیری عبادت، نہ تو جنّت کی لالچ میں کرتا ہوں، نہ دوزخ کے خوف سے کرتا ہوں، بلکہ اس لیے کرتا ہوں کہ اَنْتَ اَھْلٌ لِّلْعِبَادَۃِ تو اہل ہے، یا لائق ہے اِس بات کا، کہ تیری غلامی کی جائے۔ یعنی: تجھے غلامی کرنے کا مستحق (اہل) سمجھتا ہوں"

* (نہج البلاغہ) *

سوداگری نہیں، یہ عبادت خدا کی ہے ۔۔۔ اے بے خبر! جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

* (اقبالؔ) *

* مطلب یہ ہے کہ اگر تم خدا کی ناراضگی سے نہ بچو گے تو خدا کا کوئی نقصان نہ کرو گے، اللہ کو تمھاری اطاعت کی کوئی ضرورت نہیں ہے، نہ تمھاری معصیت خدا کا کوئی نقصان کرسکتی ہے۔ تمھیں نصیحت اِس وجہ سے کی جارہی ہے کہ اللہ کا یہ حق ہے کہ اُس کی غلامی یعنی عاجزانہ، غیر مشروط اطاعت کی جائے اور

www.drhasanrizvi.com

اُس کی مرضی کے خلاف نہ چلا جائے۔

اور آخر میں خداوندِ عالم کا خود کو یہ فرمانا کہ: "وہ اِس بات کا اہل ہے کہ معاف کردے" اِس کا مطلب یہ ہے کہ انسان نے کتنی ہی غلطیاں، نادانیاں کی ہوں، جب وہ دل سے اپنی غلطیاں مان کر اپنی اصلاح کرلیتا ہے، تو خدا اُس کو اپنے دامنِ رحمت میں لے لیا کرتا ہے کیوں کہ خدا کو اپنے بندوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے، نہ وہاں جذبۂ انتقام کام کر رہا ہے، اِس لیے وہ ہر وقت اپنے بندوں کے گناہ معاف کرنے کو تیار ہے۔

* (تفسیر کبیر - تفہیم) *

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں ∴ راہ دکھلائیں کسے؟ رہ روِ منزل ہی نہیں
تربیت عام تو ہے، جوہرِ قابل ہی نہیں ∴ جس سے تعمیر ہو آدمؑ کی یہ وہ گِل ہی نہیں

* فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ خداوندِ عالم نے حدیثِ قدسی میں فرمایا: "میں اِس لائق ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے اور میں اِس لائق ہوں کہ اگر میرا بندہ کسی کو میرا شریک نہ قرار دے، تو میں اُس کو جنّت میں داخل کردوں"۔

* (تفسیر برہان جلد ۲ صفحہ ۴۲۵) *

* فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام علی رضا علیہ السّلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السّلام کے حوالوں سے روایت فرمایا ہے کہ خدا فرماتا ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حِصْنِیْ فَمَنْ قَالَهَا دَخَلَ فِیْ حِصْنِیْ وَمَنْ دَخَلَ فِیْ حِصْنِیْ اَمِنَ مِنْ عَذَابِیْ، پھر فرمایا: بِشُرُوطِهَا وَشُرُوْطِهَا وَاَنَا مِنْ شُرُوْطِهَا۔" یعنی: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میرا قلعہ ہے پس جو یہ کہے گا وہ میرے قلعے میں داخل ہوگیا، اور جو میرے قلعے ہوگیا وہ میرے عذاب سے امن میں ہوگا۔ پھر امامؑ نے فرمایا۔ یہ فرمان شرائط کے ساتھ ہے، اور اُن شرائط میں سے ایک میں ہوں یعنی میری امامت کا قائل ہو تو عذابِ خدا سے امان میں رہے گا

(عیون الاخبار الرضاؑ)

www.drhasanrizvi.com

یعنی : توحید کا یہ تقاضا ہے کہ خدائے بزرگ و برتر کی اطاعت کی جائے اور خدا کی اطاعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ماننے کے بعد اور ائمہ اہلبیتؑ کو مانے بغیر نہیں ہو سکتی ، اس لیے کہ ائمہ اہل بیتؑ ہی سے رسولِ خداؐ کا علم اور احکامات ٹھیک ٹھیک مل سکتے ہیں ۔

* (مؤلف) *

* اگرچہ تقویٰ یہاں مفعول کے معنی میں آیا ہے ۔ یعنی : خدا اس کا اہل ہے کہ ہم اُس کی ناراضگی سے بچیں ۔

مگر یہ احتمال بھی ہے کہ تقویٰ فاعل کے معنی میں ہو ۔ یعنی خدا اہلِ تقویٰ ہے یعنی : خدا ہر قسم کے ظلم اور غلط کام سے بچتا ہے ۔

حقیقت میں یہی تقویٰ کا اعلیٰ ترین مقام خدا کے لیے ہے ۔

تقویٰ سب سے بڑی خوبی ہے اور خدا تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہے ۔ اور بندوں میں جو تقویٰ ، (یعنی برائیوں سے بچنا) ہے وہ غیر منتہاہی تقویٰ کی ایک ہلکی سی جھلک ہے ۔

البتہ خداوندِ عالم کے بارے میں تقویٰ اسم فاعل کی حیثیت سے بہت کم استعمال ہوا ہے ۔

* (تفسیر نمونہ) *

" قرآن مجید ہدایت (کا ذریعہ) ہے متقین کے لیے ۔ "

www.drhasanrizvi.com

سُوْرَۃُ الْقِیٰمَۃِ مَکِّیَّۃٌ

فضائل اور خصوصیات

جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص سورۃ قیامۃ کو پڑھے گا، تو میں اور جبرئیل اُس کے لیے قیامت کے دن یہ گواہی دیں گے کہ وہ قیامت کے دن کو دل سے مانتا تھا اور اس دن اُس کا چہرہ تمام لوگوں سے زیادہ چمکدار ہوگا۔"

☆ (تفسیر مجمع البیان جلد ۱۰) ☆

نوٹ: قیامت کو دل سے وہی مانے گا جو قرآن کو سمجھ کر پڑھے گا۔ طوطے کی طرح بے سمجھے پڑھنے والے کسی چیز کو دل سے نہیں مان سکتا۔ (مؤلف) ☆

☆ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص سورۃ لا اقسم (سورۂ قیامۃ) کو پابندی کے ساتھ پڑھے گا" اور اس پر عمل کرے گا (ظاہر ہے کہ بغیر سمجھے پڑھنے والا اس پر عمل نہیں کرسکتا۔ اس لیے مطلب سمجھ کر پڑھے گا) تو خداوندِ عالم قیامت کے دن اُس کو اس سورۃ کے ساتھ ساتھ قبر سے نکالے گا اور اُس کا چہرہ خوبصورت ہوگا۔ اور یہ سورۃ مسلسل اُس کو خوشخبری دیتی رہے گی یہاں تک کہ وہ پلِ صراط اور میزان سے گذر جائے گا۔"

(مجمع البیان جلد ۱۰)

www.drhasanrizvi.com

آیاتھا ٤٠

سُورَةُ الْقِيٰمَةِ مَكِّيَّةٌ

رکوعاتھا ٢

قیامت کے ذکر اور قسم سے شروع ہونے والی سورت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝١ نہیں، میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔

"لَا" نہیں۔ لَا کا لفظ یہاں قسم کے ساتھ تاکید کے لیے آیا ہے۔ اہلِ عرب میں اس کا استعمال عام ہے۔ * (کشاف۔ ابنِ کثیر) *

★ مطلب یہ ہے کہ قیامت ایک ایسی عظیم حقیقت ہے کہ جس کی قسم کھائی جا سکتی ہے مگر تم کیوں کہ اتنی بڑی حقیقت کو مانتے ہی نہیں ہو، اس لیے تمھارے سامنے اس کی قسم کھانا بیکار ہے۔ * (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

★ آیت کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ مخاطبینِ اوّل یعنی مکّے والے آخرت آنے کا انکار کر رہے تھے اُن سے کہا جا رہا ہے۔ " نہیں نہیں، تمہارا انکار غلط ہے۔ غلط ہے۔ قیامت آکر رہے گی۔ اس لئے میں روزِ قیامت کی قسم کھاتا ہوں۔ یہ ایسے ہے کہ جیسے کوئی شکی شخص کہے کہ مجھے اپنے ہونے پر شک ہے اور اُس سے کہا جائے، خود تیرے وجود کی قسم کہ تُو موجود ہے۔ یعنی تیرا ہونا اِس بات کا ثبوت ہے کہ تو ہے۔ اسی طرح قیامت ایسی محکم چیز ہے کہ خود قیامت کی قسم کھا کر کہا جائے کہ قیامت ضرور واقع ہوگی۔ یعنی ایک دن یہ سارا انظامِ عالم درہم برہم ہو جائے گا اور ہر شخص اپنے عمل کا حساب دے گا۔

★ (تفہیم - تفسیر کبیر) ★

وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝۲

(۲) اور نہیں، میں قسم کھاتا ہوں (بُرائیوں پر) ملامت کرنے والے نفس کی۔

★ ملامت کرنے والے نفس کو اُردو میں "ضمیر" اور انگریزی میں Conscious کہتے ہیں۔

یہ انسان پر خدا کا عظیم احسان ہے، اسی کی وجہ سے باشعور شریف آدمی بُرائیوں سے بچتا ہے یا بُرائی کر کے شرمندہ ہوتا ہے، اور نیکیوں کو انجام دے کر خوش اور مطمئن ہوتا ہے۔ فلاسفہ اِس کو باطنی نبی کہتے ہیں۔ ★ (ابنِ کثیر) ★

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب .:. گرہ کُشا ہے نہ رازی، نہ صاحبِ کشّاف

★ (اقبالؔ) ★

★ خداوندِ عالم نے "نفسِ لوّامہ" یعنی ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھائی ہے، اِسی کو ضمیر کہتے ہیں۔

www.drhasanrizvi.com

جب انسان کوئی بُرا کام کرتا ہے یا کرنا چاہتا ہے تو انسان کے اندر ضمیر اُس کو ملامت کرتا ہے اِس سے ثابت ہوا کہ انسان اپنے ضمیر کے اندر بھلائی، بُرائی کا احساس رکھتا ہے۔ یہی احساس اُس کو بُرائی پر روکتا ٹوکتا، ملامت کرتا ہے۔

یہ بات صریحی دلیل ہے کہ انسان صرف حیوان نہیں ہے، بلکہ اُس کے اندر ایک اخلاقی حس ہے اُس میں فطری طور پر بھلائی، بُرائی کا فرق موجود ہے۔ ہر انسان خود اپنے ضمیر کے اندر اپنے آپ کو اچھے بُرے اعمال کا ذمہ دار سمجھتا ہے۔ انسان کے اندر اس ملامت کرنے والے نفس کا موجود ہونا ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔ یہی حقیقت ثابت کرتی ہے کہ انسان کو اچھے، بُرے اعمال کی جزا و سزا ضرور ملنی چاہیئے۔ یہ مقصد مرنے کے بعد دوسری زندگی کے بغیر پورا نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ دوسری زندگی کے بغیر ہم اپنی نیکیوں کا پورا پورا بدلہ اور بُرائیوں کی پوری سزا نہیں پا سکتے۔

اگر انسان یہ سمجھتا ہے کہ اُس کے اندر اخلاقی حس موجود ہے، تو پھر وہ حیات بعد الموت کا انکار نہیں کرسکتا۔ تناسخ کا فلسفہ فطرت کے اِس مطالبے کا جواب نہیں۔ کیوں کہ اگر مرنے کے بعد پھر انسان دنیا میں جنم لیتا ہے تو پھر کچھ اعمال کرتا ہے، جو پھر جزا و سزا کے متقاضی ہیں۔ پھر لامتناہی سلسلہ چل پڑتا ہے جس کا حساب کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اِس لیئے فطرت کا یہ تقاضا صرف اِسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے کہ ساری نوعِ انسانی کا خاتمہ ہونے کے بعد اُن کو دوبارہ زندہ کیا جائے اور اُن کو اُن کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک حساب لے کر پوری جزا یا سزا دی جائے۔

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم) *

* قیامت کے آنے کا سب سے بڑا ثبوت خود انسان کے وجود کے اندر وجدان یا ضمیر کا وجود ہے جو نیک کام کر کے خوش ہوتا ہے اور بُرے کام پر نفس کو سزا دیتا ہے۔ جب عالمِ صغیر یعنی جسمِ انسانی میں ایک محکمۂ عدالت اور نظامِ عدالت موجود ہے تو کیسے ممکن ہے کہ عالمِ اکبر میں کوئی محکمۂ عدل موجود نہ ہو؟

www.drhasanrizvi.com

یہی وہ مقام ہے کہ جہاں ہم وجدانِ اخلاقی کے وجود سے قیامت کے وجود کی ٹوہ لگاتے ہیں۔

نفسِ لوّامہ سے کیا مراد ہے: (۱) اخلاقی وجدان یعنی ضمیر، جو بُرے کام کرنے پر انسان کو ملامت کرتا ہے۔ اور تلافی و اصلاح پر اُبھارتا ہے۔

(۲) دوسرے معنی یہ ہیں کہ قیامت کے دن انسان خود پر ملامت کرے گا۔ مومنین خود کو ملامت اس لیے کریں گے کہ کم اچھے عمل کیوں کیے زیادہ کیوں نہ کیے۔ کافر، کفر و شرک پر ملامت کریں گے۔

(۳) تیسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد صرف کافروں کا نفس ہے۔

مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن کی قسم اور نفسِ لوّامہ، یعنی ملامت کرنے والے نفس کی قسم تم قیامت میں ضرور اُٹھائے جاؤ گے اور اپنے اپنے اعمال کا بدلہ پاؤ گے۔ قیامت کے دن کی قسم کھا کر قیامت کی اہمیت اور اُس کے وجود کے یقینی ہونے کو ثابت کر دیا۔

٭ (تفسیر نمونہ) ٭

٭ ایک قول یہ ہے کہ آیت میں نفسِ لوّامہ سے مراد صرف نفسِ مومن مراد ہے۔ جو اپنے آپ کو ہر وقت خوفِ خدا کی تلقین کرتا ہے اور حبِّ دنیا پر ملامت کرتا ہے۔ (کافر کے نفس کی خدا کیوں قسم کھائے گا)

(از تفسیر انوار النجف)

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝۳

(۳) کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اُس کی ہڈیوں کو اکٹھا نہیں کر سکیں گے

٭ اب کیوں کہ انسان کے اندر اخلاقی حِس موجود ہے اِس لیے دوسری زندگی حساب کتاب کے لیے ہونا ضروری ہے، تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ سیکڑوں، ہزاروں سال پہلے

www.drhasanrizvi.com

مرنے والے بوسیدہ ہڈیوں والے کیسے دوبارہ زندہ ہو سکتے ہیں ؟

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ " کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم اُس کی ہڈیاں کبھی جمع نہ کر سکیں گے ؟

مطلب یہ ہے کہ ہم یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ یہ اجزاء جو مرنے کے بعد بکھر چکے ہیں از خود جمع ہو جائیں گے ، بلکہ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم خود اُن کو جمع کریں گے ۔ کیا وہ خدا جو خالقِ کائنات ہے اس کام سے عاجز ہو سکتا ہے ؟ جب وہ خدا تمہارے اعضاء کو عدم سے وجود میں لا سکتا ہے ، وہ تمہارے مرنے کے بعد تمہارے اعضاء کو کیوں جمع نہیں کر سکتا ۔ ؟

* (تفسیر کبیر ۔ تفہیم ۔ مجمع البیان) *

شانِ نزولِ آیت : مشرکین میں سے ایک شخص رسولِ خداؐ کا پڑوسی تھا ، آکر آنحضرتؐ سے پوچھنے لگا کہ : " قیامت کس طرح آئے گی ؟ کب آئے گی ؟ خدا ہڈیوں کو کیسے جمع کرے گا ؟ یہ ممکن نہیں ۔

اس پر یہ آیت اُتری ۔ اور جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا : " خداوندا ! مجھے میرے پڑوسی کے شر سے محفوظ رکھ ۔ "

* (مراغی ، تفسیر روح المعانی ، تفسیر صافی) *

بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ④

(۴) کیوں نہیں (کر سکیں گے) ہم تو اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اُس کی انگلی کی ایک ایک پور تک کو بالکل ٹھیک (دوبارہ) بنا دیں ۔

مطلب یہ ہے کہ تمہاری بڑی بڑی ہڈیوں کو جمع کر کے تمہارا ڈھانچہ پھر دوبارہ کھڑا کر دینا تو درکنار ، ہم تو اس بات پر بھی قادر ہیں کہ تمہارے نازک ترین اجزاء حتیٰ کہ تمہاری انگلیوں کے پوروں کو بھی پھر ویسا ہی بنا دیں گے ۔

(تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

"بَنَان" کے معنی انگلیاں بھی ہیں اور انگلیوں کے سرے یعنی پورے بھی ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ خدا نہ صرف ہڈیوں کو جمع کرے گا، بلکہ ہر انسان کو بالکل پہلی حالت میں پلٹائے گا کہ انگلیوں کے پوروں تک کو پہلے جیسا بنا دے گا۔

* (تفسیر نمونہ) *

بَلْ يُرِيدُ الْإِنسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ ۝٥ (۵) بلکہ انسان (قیامت کا انکار صرف اس لیئے کرتا ہے کہ وہ) چاہتا ہے کہ آئندہ کی زندگی میں خوب گناہ اور بدکاریاں کرے۔

---

* اصل میں حق اور قیامت کے منکر یہ چاہتے ہیں کہ وہ اللہ کی زمین پر جنگلی بیل کی طرح آزاد پھرتے رہیں۔ ہر قسم کا ظلم، جور، فسق و فجور، بدکرداریاں، بدمعاشیاں کرتے رہیں۔ اُن کو آئندہ بھی عیاشی کرنے کی کھلی چھٹی مل جائے اور اُن کو کبھی یہ خیال تک نہ آئے کہ ایک دن اُن کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ اصل بات یہ نہیں ہے کہ اُن کو اُن کی عقل آخرت کو ماننے سے روک رہی ہے، بلکہ اصل میں یہ اُن کی بُری خواہشات ہیں جو اُن کو آخرت کو ماننے سے روک رہی ہیں۔

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم) *

* انسان قیامت کا انکار اس لیے نہیں کرتا کہ اُس کی سمجھ میں نہیں آیا۔ یہ تو بہانہ ہے۔

اصل وجہ یہ ہے کہ انسان چاہتا ہے خوب عیش کرے۔ کسی کے سامنے جوابدہ نہ ہو۔ آج بھی جو قیامت کا انکار انسان کرتا ہے، وہ کسی عقلی دلیل کی بنیاد پر نہیں کرتا، بلکہ اُس کی خواہش یہ چاہتی ہے کہ اُسے آزاد چھوڑ دیا جائے۔ * (تفسیر نمونہ) *

www.drhasanrizvi.com

یَسۡـَٔلُ اَیَّانَ یَوۡمُ الۡقِیٰمَۃِ ؕ ﴿۶﴾ اس لئے پوچھتا ہے کہ: "آخر کب آئے گا
قیامت کا دن"؟

فَاِذَا بَرِقَ الۡبَصَرُ ۙ ﴿۷﴾ جب نگاہ بالکل چندھیا جائے گی،

وَ خَسَفَ الۡقَمَرُ ۙ ﴿۸﴾ اور چاند کو گہن لگے گا یا جب
چاند بے نور ہو جائے گا،

وَ جُمِعَ الشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ ۙ ﴿۹﴾ اور سورج اور چاند ملا دیے جائیں گے

یَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ یَوۡمَئِذٍ (۱۰) آدمی کہے گا: "کس جگہ بھاگوں؟
پھر
اَیۡنَ الۡمَفَرُّ ﴿ۚ۱۰﴾ (یا) کہاں ہے بھاگنے کی جگہ؟

کَلَّا لَا وَزَرَ ﴿ؕ۱۱﴾ ہرگز نہیں (بھاگ سکتا) کوئی پناہ
لینے کی جگہ نہ ہوگی۔

اِلٰی رَبِّکَ یَوۡمَئِذِ ۣالۡمُسۡتَقَرُّ ﴿ؕ۱۲﴾ اُس دن صرف تیرے پالنے والے
مالک کی طرف پہنچ کر ٹھہرنا ہوگا،

٭ آیت ۹: "وَ جُمِعَ الشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ" اور سورج اور چاند ملا دیے جائیں گے۔

یعنی: مطلب یہ ہے کہ یہ نظامِ تکوینی قیامت کے دن بالکل الٹ جائے گا۔ جو چیزیں آج ناممکن معلوم ہوتی ہیں

www.drhasanrizvi.com

وہ ممکن ہوجائیں گی۔ مثلاً چاند سورج بے نور ہوجائیں گے۔ * (مجمع البیان) *

* اِس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نظامِ شمسی اسقدر ابتر ہوجائے کہ چاند اپنے مدار سے ہٹ کر سورج کے مدار میں داخل ہوجائے گا۔ * (تفسیر ماجدی) *

تفسیرِ اہلِ بیتؑ حضرت امام مہدی علیہ السّلام سے پوچھا گیا کہ "چاند اور سورج کو کب اکٹھا کردیا جائے گا"؟ آپؑ نے فرمایا: "جب تمھارے اور کعبے کے درمیان رکاوٹ ڈالدی جائے گی۔ یعنی تمھیں کعبہ جانے سے روک دیا جائے گا، اُس وقت سورج اور چاند اکٹھے ہوجائیں گے۔ اور ستارے اِن دونوں کے گرد گھومنے لگیں گے۔"

پوچھا گیا: "یہ کب ہوگا"؟

فرمایا: "جب دابۃُ الارض صفا و مروہ (کی پہاڑیوں) کے درمیان ظاہر ہوگا، اُس کے ہاتھ میں حضرتِ موسٰیؑ کا عصا، اور حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی ہوگی، وہ لوگوں کو ہنکا کر میدانِ حشر کی طرف لے جاتے گا۔"

* (تفسیر صافی بحوالہ کتاب الغیبۃ) *

عام تفسیر: قیامت کے پہلے مرحلے میں نظامِ عالم درہم ہوجائے گا۔ چاند سورج تارے بے نور ہوجائیں گے۔ زمین یکایک اُلٹی چل پڑے گی۔ چاند سورج دونوں بیک وقت مغرب سے طلوع ہوں گے۔ یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ چاند زمین کی گرفت سے نکل کر سورج میں جاپڑے گا۔ ممکن ہے کوئی اور مفہوم بھی ہو جسے ہم نہ سمجھ سکتے ہوں۔

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم) *

چاند سورج کا ایک جگہ جمع ہوجانا سے مراد ــــــ دونوں کا بے نور ہوجانا بھی ہے۔

* (تفسیر مجمع البیان) *

www.drhasanrizvi.com

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ (۱۳)

(۱۳) اُس دن انسان کو اُس کا سب اگلا پچھلا، کیا کرایا بتا دیا جائے گا۔

★ خداوندِ عالم کا یہ فرمانا: " اُس دن انسان کو اُس کا سب اگلا پچھلا کیا کرایا بتا دیا جائیگا:"
یعنی: انسان کو قیامت کے دن یہ بھی بتا دیا جائے گا کہ اُس نے کون کونسی نیکیاں، بُرائیاں کما کما کر آگے بھیجی تھیں۔ اُس کو یہ بھی بتا دیا جائے گا کہ اُس نے اپنے اچھے بُرے اعمال کے کیا کیا اثرات دنیا میں چھوڑے تھے۔ اُس کو یہ بھی بتا دیا جائے گا کہ اُس کو کیا کرنا چاہیئے تھا مگر اُس نے کیا کیا ہے؟ غرض جو کچھ اُس نے دنیا میں کیا تھا، تا کہ پورا حساب کتاب اُس کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔

★ (تفسیر کبیر۔ تفہیم۔ تفسیر نمونہ) ★

★ اِس آیت کی کئی تفسیریں کی گئی ہیں:

(۱) پہلی تفسیر یہ ہے کہ: مراد اعمال ہیں جو اُس نے مرنے سے پہلے کیے اور آگے بھیجے یا پھر وہ آثار ہیں، اچھے یا بُرے، جو مرنے کے بعد بھی باقی رہ جاتے ہیں یعنی نیک یا بُری مثالیں، طریقے تحریریں، اولادیں، جن کے آثار و نتائج اُس کو مرنے کے بعد ملیں گے۔

(۲) دوسری تفسیر یہ ہے کہ وہ اعمال جو وہ پہلے بجا لایا تھا اور وہ اعمال جو وہ باقی رہنے والی عمر میں انجام دے گا، سارے اعمال سے اُس کو باخبر کیا جائے گا۔

(۳) تیسری تفسیر یہ ہے کہ مال مراد ہے جو اُس نے اللہ کی راہ میں پہلے خرچ کر کے آگے بھیجا اور جو مال

www.drhasanrizvi.com

جو اُس نے وارثوں کے لیے چھوڑا۔

(۴) کچھ نے لکھا کہ مراد وہ گناہ ہیں جو پہلے کیے تھے اور وہ اطاعتیں جن کو بعد میں کرنے کو سوچا تھا یا بعد میں کی تھیں۔

★ (تفسیر نمونہ) ★

★ فرزند رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "قیامت کے دن (یا موت کے دن) انسان کو اُس خیر و شر سے باخبر کیا جائے جسے اُس نے مقدم رکھا تھا یا مؤخر کیا تھا۔ اُن طریقوں کو بھی بتایا جائے گا جو اُس کے بعد لوگوں نے اپنائے۔ اگر وہ بُری سنت یا طریقے تھے تو عمل کرنے والوں کے گناہوں کے برابر اُس کے بھی گناہوں میں اضافہ کیا جائے گا۔

اور اگر اُس نے اچھی سنت یا طریقہ چھوڑا تھا تو اُس کو اُن لوگوں جیسے اجر و ثواب ملیں گے جنھوں نے اُن طریقوں پر عمل کیا ہوگا۔ جبکہ اُن کے اجر و ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی۔"

★ (تفسیر برہان جلد ۴۔ تفسیر قرطبی جلد ۱۰) ★

بَلِ الۡاِنۡسَانُ عَلٰی نَفۡسِهٖ بَصِیۡرَةٌ ﴿۱۴﴾ (۱۴) بلکہ انسان اپنا حال خوب اچھی طرح سے جانتا ہے۔

★ مطلب یہ ہے کہ انسان خود اپنے اعمال پر گواہ ہے۔ کیوں کہ وہ خود اپنے اعمال کو دیکھتا ہے اور جانتا ہے۔ اس لیے حقیقتاً انسان اپنے بارے میں کوئی خبر سننے کا محتاج نہیں۔ (بشرطیکہ انصاف کا کام لے)

★ (تفسیر صافی) ★

★ فرزند رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: ←

www.drhasanrizvi.com

"تم میں سے ہر ایک اپنی اپنی نیکی کو تو ظاہر کرتا ہے اور اپنی برائی کو دوسروں سے چھپاتا ہے، مگر کیا ایسا نہیں ہے کہ جب کوئی شخص اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ یعنی اپنی حالت پر غور کرتا ہے) تو خوب سمجھتا ہے کہ میں جیسا خود کو ظاہر کر رہا ہوں، ویسا ہوں نہیں۔"

★ (تفسیر صافی) ★

اتنی نہ بڑھا پاکیِ داماں کی حکایت ∴ دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بندِ قبا دیکھ

★ اور قیامت میں ہر شخص پر اُس کے اعمال کا حساب کتاب اس قدر واضح ہوگا کہ قرآن میں فرمایا:

"اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ؕ" (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۴ پارہ ۱۵)

یعنی: "اپنے نامۂ اعمال کو پڑھ لے۔ آج تو خود اپنا حساب کرنے یا حساب لینے کے لیے خود ہی کافی ہے۔"

(القرآن ۱۵/۱۷/۱۴)

★ فرزندِ رسولؐ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک صحابیٔ امامؑ نے پوچھا: "بیماری کا معیار کیا ہے؟ جس پر روزہ کا افطار (یا روزہ نہ رکھنا) جائز ہے۔؟"

امامؑ نے فرمایا: "انسان اپنی حالت پر سب سے زیادہ آگاہ ہے۔ وہ خود بہتر جانتا ہے کہ اُس میں کتنی طاقت ہے؟" (روزہ رکھ سکتا ہے یا نہیں) پس آپؑ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

★ (من لایحضرہ الفقیہ جلد ۲، تفسیر انوار النجف) ★

وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ؕ ﴿۱۵﴾ چاہے وہ کتنے ہی بہانے بنائے۔

★ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن مجرم کو اُس کے جرائم بتانا اِس لیے ضروری ہوگا تاکہ انصاف کے تقاضے پورے کیے جاسکیں، ورنہ ہر انسان خود جانتا ہے کہ وہ کیا ہے؟ وہ بتائے جانے کا محتاج

www.drhasanrizvi.com

بھی نہیں ہے۔ کیوں کہ جس نے زندگی بھر جھوٹ بولا ہے، حرام کمایا ہے، لوگوں کو دھوکے میں رکھا ہے، یہ اُسے خود معلوم ہے کہ وہ جھوٹا، حرام خور، دھوکے باز ہے۔ ایک گمراہ آدمی ہزاروں دلیلیں پیش کر کر کے یہ تو ثابت کر سکتا ہے کہ اُس کا کفر، شرک، انکارِ حق درست ہے، مگر وہ خود اپنے دل میں اپنی گمراہی کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔

؎ جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد ؞ پر طبیعت ادھر نہیں آتی • (غالبؔ) *

★ ہر آدمی خود جانتا ہے کہ اُس نے کس کس پر کتنا ظلم کیا، کس کس کا کیا کیا حق مارا، کس کس کو کس کس طرح بدنام کیا، کس کس کی عصمت خراب کی، دھوکہ دیا، کن کن ناجائز طریقوں سے مال کمایا، ہر مجرم، ہر کافر، ہر منافق، ہر فاسق، ہر فاجر قیامت کے دن بھی خوب اچھی طرح جانتا ہوگا کہ وہ کس حیثیت سے اپنے مالک کے سامنے کھڑا ہے۔ ؟ ؟ ؟ ؟ ؟

★ (تفسیر کبیر۔ تفہیم۔ تفسیر نمونہ) ★

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ (۱۶) اے نبیؐ! آپؐ اپنی زبان کو اِس کے (قرآن کے) ساتھ ساتھ حرکت دیں تاکہ اُسے جلدی سے یاد کر لیں۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾ حقیقتاً اِس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہماری ذمّے داری ہے۔

www.drhasanrizvi.com

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ لہٰذا جب ہم اُسے پڑھوائیں تو آپؐ اُس کے پیچھے پیچھے پڑھتے جائیے (یا) جب ہم اُسے پڑھ رہے ہوں، اُس وقت آپؐ اُس کی قرأت کو غور سے سنتے رہیئے۔

آیت: "لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ": کی تشریح:

★ نبوّت کے ابتدائی دور میں جب حضورِ اکرمؐ کو وحی کے سننے کی پوری عادت نہ تھی تو آپؐ کو یہ خوف رہتا تھا کہ جو کلام آپؐ جبرئیلؑ سے سن رہے ہیں، وہ من وعَن آپؐ کو یاد رہے گا یا نہیں، اِس لیے آپؐ وحی سنتے ہی اُس کو یاد کرنے کی کوششیں فرماتے۔ اِسی لیے کلام کو توڑ توڑ جنابِ رسولِ خدا کو بتلایا گیا کہ بعد میں ٹھیک من وعَن آپؐ سے قرآن پڑھوا دینا خود ہماری ذمّے داری ہے، آپؐ مطمئن رہیں کہ آپؐ اِس کا ایک لفظ بھی نہ بھولیں گے، نہ کسی قسم کی کوئی غلطی فرمائیں گے۔

جس درس کے دوران کوئی اُستاد سلسلۂ کلام کو توڑ کر اپنے کسی شاگرد سے کوئی بات کہتا ہے، اُسی طرح یہاں بھی سلسلۂ کلام کو توڑ کر رسولؐ کو بتلایا گیا ہے کہ آپؐ مطمئن رہیں۔ اِس لیے اِن آیات کو بے جوڑ نہ سمجھا جائے۔

★ (بمطابق احادیثِ مُسندِ احمد۔ بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابنِ جریرؒ، طبرانی۔ بیہقی بقول ابنِ عباسؓ، شعبی، ابنِ زید، ضحاک، حسن بصری، قتادہ، مجاہد وغیرہ۔) ★

★ غرض اِس آیت کی تین تفسیریں کی گئی ہیں:

(۱) ابنِ عباسؓ نے فرمایا: "حضورِ اکرمؐ کو قرآن کو یاد رکھنے کا اسقدر شوق وعشق تھا کہ جب

www.drhasanrizvi.com

وحی لاکر فرشتہ قرآن سُناتا، تو آپؐ بھی ساتھ ساتھ پڑھتے۔ خدا نے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔"

(۲) دوسری تفسیر یہ ہے کہ: شبِ قدر میں حضورؐ کو نزول دفعی سے پورا قرآن مل چکا تھا۔ حضورؐ اُس کو جلد پہنچانے کے لیے بعض دفعہ نزول تدریجی سے پہلے یا اُس کے ساتھ ساتھ تلاوت کرتے جاتے۔ خدا نے رسولؐ کو حکم دیا کہ ہر آیت کو بعد میں حسب الحکم تلاوت فرمائیں۔

(۳) تیسری تفسیر یہ ہے کہ: اِن آیات کے مخاطب گنہ گار لوگ ہیں، جو قیامت میں اپنے نامۂ اعمال پڑھ رہے ہوں گے، اُن سے کہا جائے گا کہ جلدی جلدی نہ پڑھو، سرسری نہ گذرو۔

مگر اِس تفسیر کو بہت کم مفسرین نے مانا ہے۔ پہلی، دوسری تفسیریں درست ہیں۔

* (تفسیر نمونہ) *

* حدیث میں آیا ہے کہ اِن آیات کے بعد حضورِ اکرمؐ نزولِ وحی کے وقت مکمل سکوت فرماتے۔ جب وحی نازل ہو جاتی اور جبرئیلؑ چلے جاتے، پھر تلاوت شروع فرماتے۔

* (تفسیر مجمع البیان) *

* آیۃ: فَاِذَا قَرَاْنٰهُ: "پس جب ہم اُسے پڑھ رہے ہوں۔" کیوں کہ جبرئیلؑ جو قرآن رسولؐ کو پڑھ کر سناتے تھے، وہ اُن کی اپنی طرف سے نہیں ہوتا تھا، بلکہ خدا کی طرف سے خدا کا کلام ہوتا تھا، اِس لیے خداوندِ عالم نے فرمایا: "جب ہم اُسے پڑھ رہے ہوں۔"

* (تفہیم، تفسیر کبیر) *

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ⑲ پھر اُس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہماری ذمّے داری ہے۔

---

* محققین نے نتیجہ نکالا کہ: قرآن کی تفسیر بتانے کی ذمّے داری بھی خدا ہی کی ہے، اِس لیے خدا پر واجب ہوا

www.drhasanrizvi.com

کہ وہ خود اپنی طرف سے ایسے امام مقرر فرمائے جو قرآن کا وہی مطلب بتائیں جو خدا ہمیں بتانا چاہتا ہے۔ یعنی جو خدا کی مشیت کے ترجمان ہوں۔ اپنی مرضی سے قرآن کا مطلب بتانے والے نہ ہوں۔

درباری علماء سے بچتے رہو : * (فصل الخطاب) *

* حکومتوں کے وظیفوں پر پلنے والے درباری علماء، قرآن کا وہ مطلب بتاتے ہیں جو حکومتوں کو پسند ہوتا ہے۔ بقول اقبال

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں ؛ ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

* جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

" فقہاء، رسولوں اور پیغمبروں کے اُس وقت تک امین ہیں (امین نمائندے اور قابلِ اطمینان ہیں) جب تک اُمورِ دنیا میں داخل نہ ہوں " پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! اُمورِ دنیا میں داخل ہونے کا کیا مطلب ہے ؟

حضورِ اکرم ص نے فرمایا : دنیا کے اُمور میں داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بادشاہ (حاکمِ طاغوت) کی پیروی کرنے لگیں۔ جب یہ علماء بادشاہ وسلطان کی پیروی کرنے لگیں تو اپنے دین (کی حفاظت) میں ان سے بچتے اور پرہیز کرتے رہو "

* (کنز العمال حدیث ۲۸۹۵۲ - اصول کافی جلد ۱ ص ۴۶) *

نیز قرآن نے خود فرمایا : " ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا
(سورۃ ۳۵ آیت ۳۲ پارہ ۲۲)

یعنی : " پھر ہم نے خود اپنی کتاب کے وارث (معلم) اُن لوگوں کو بنایا جن کو ہم نے خود چُن لیا "۔

نتائج و تعلیمات (۱) اس آیت سے ثابت ہوگیا کہ صرف قرآن وحی کے طور پر نازل نہیں ہوتا تھا قرآن کے علاوہ قرآن کی تفسیر بھی رسول ص پر وحی کے ذریعہ نازل ہوتی تھی جس میں قرآن کے احکام و ارشادات

www.drhasanrizvi.com

کو سمجھایا جاتا تھا۔ اِسی لیے فرمایا کہ قرآن کا سمجھا دینا اور اُس کی تشریح کر دینا بھی ہمارے ہی ذمّے ہے۔

(۲) دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ رسولؐ کا فرمان بھی تشریح کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیوں کہ آپؐ خدا کی وحی سے قرآن کو سمجھاتے تھے۔ جیسا کہ خدا نے خود فرمایا:

"وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ."
(سورۃ النحل آیہ ۴۴ پارہ ۱۴)

یعنی: اور (اے نبیؐ) یہ ذکر (قرآن) ہم نے تم پر اِس لیے اُتارا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اس کی تعلیم و تشریح اور توضیح کرو، جو اُن کے لیے اُتاری گئی ہے تاکہ وہ غور و فکر سے کام لیں۔"

(۳) قرآن کا سرسری مطالعہ ہی بتا دیتا ہے کہ قرآن کے مطالب صرف لغت سے حل نہیں کیے جا سکتے مثلاً صلوٰۃ کے معنی دعا ہیں، جبکہ قرآن کی زبان میں یہ خاص فعل کا نام ہے۔ زکوٰۃ کے معنی پاک کرنا ہے جبکہ قرآن کی زبان میں یہ خاص عمل کا نام ہے۔

اور ماہرین نے مسلّمہ طور پر تسلیم کیا ہے کہ صرف قرآن پڑھ کر کوئی مسلمان صلوٰۃ، زکوٰۃ، جہاد حج وغیرہ پر عمل نہیں کر سکتا۔ اِسی لیے خدا نے صرف قرآن وحی نہیں فرمایا، بلکہ اُس کا مطلب بھی وحی فرمایا۔

(۴) رسولؐ کے اُن اقوال و اعمال کو سنّت کہتے ہیں جو معتبر روایتوں سے اُمّت تک پہنچی ہے۔ نسلوں نے اس پر عمل کیا اور عمل کرتے دیکھا۔

رہا یہ سوال کہ بہت سی حدیثیں گھڑی گئی ہیں۔ تو حدیثوں کا گھڑا جانا اِس بات کا ثبوت ہے کہ شروع دن سے مسلمان، رسولِ خداؐ کے اقوال و اعمال کو قانون کا درجہ دیتے تھے۔ جعلی نوٹ اس بات کا ثبوت ہوتے ہیں کہ اصل نوٹ چل رہے ہیں۔ اُمّت نے علم رجال ایجاد کیا، جس پر پرکھ لیا جاتا ہے کہ کونسی حدیث درست ہے اور کونسی غلط ہے۔ صحیح اور غلط روایات و احادیث کی تمیز کا یہ علم مسلمانوں

www.drhasanrizvi.com

کے سوا کسی قوم نے ایجاد نہیں کیا۔ وہ لوگ کم علم ہیں جو اس علم کو جانتے ہوئے ۔مغربی مفکرین کے کہنے پر حدیث اور سنّت کو ناقابلِ اعتبار ٹھہراتے ہیں۔

٭ (تفسیر کبیر ۔ مجمع البیان ۔ تفہیم) ٭

٭ بعض نے لکھا کہ "قرآن کو جمع کرنے" سے مراد وحی کی زبان میں جمع کرنا نہیں ہے بلکہ رسولؐ کے سینے میں جمع کرنا مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ رسول جلدی نہ فرمائیں ہم تمام آیات کو آپؐ کے سینے میں جمع کردیں گے پھر اس کی قرأت آپؐ کی زبان پر جاری کریں گے۔

مگر تمام دلائل پہلی تفسیر کی تائید کرتے ہیں۔ اس طرح یہ آیت قرآن میں ہر قسم کی تحریف اور تبدیلی کی نفی کرتی ہے۔ کیوں کہ خود خدا نے قرآن کو جمع کرنے، اس کی تلاوت کرنے اور اس کے معنی کی وضاحت کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ ٭ (تفسیر نمونہ) ٭

تفسیر قرآن اپنی رائے سے کرنے والا جہنمی ہے

اسی لیے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَاْیِہٖ فَلْیَتَبَوَّءْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ" یعنی: "جو شخص قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے، تو وہ اپنی جگہ جہنم میں بنالے۔" (از چہل حدیث ۔ کتاب حدیث قدسی)

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ ہرگز نہیں (تمہارے انکارِ

آخرت کی اصل وجہ یہ نہیں کہ تم خدا کو قیامت برپا کرنے سے عاجز سمجھتے ہو بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ تم اس وقتی اور جلدی حاصل ہونے والی چیز (دنیا) سے محبت کرتے ہو۔

٭ "ہرگز نہیں" کہنے کا مطلب یہ ہے کہ: اے کافرو! تمہارے انکارِ آخرت کی اصل وجہ یہ نہیں ہے کہ تم خدا کو

www.drhasanrizvi.com

دوبارہ زندہ کرنے سے عاجز سمجھتے ہو، بلکہ تمھارے انکارِ آخرت کی اصل وجہ یہ ہے کہ تم کو دنیا کی زندگی سے بے تحاشا محبت ہے۔ اِس لیے تم آخرت کی فکر چھوڑ بیٹھے ہو، آخرت کے بارے میں سوچنے کو بھی تیار نہیں ہو۔

* (تفسیر کبیر، تفہیم) *

وَ تَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾ (اِس لئے) آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ (جبکہ) اُس دن کچھ چہرے ترو تازہ ہشّاش بشّاش ہوں گے۔

اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ اپنے پالنے والے مالک کی طرف دیکھ رہے ہوں گے (یعنی وہ خدا کو ظاہری آنکھوں سے نہیں، بلکہ دل، ایمان اور یقین کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے)

اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

اہلِ سنّت کی تفسیر

(۱) اِس کے مجازی معنی ہیں، رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے یعنی: اللہ سے اچھی توقعات باندھے ہوئے ہوں گے۔ اُس کے کرم کی اُمیدیں لگائے ہوئے ہوں گے۔ جیسے کوئی آدمی یہ کہے کہ میری نگاہ تو فلاں پر لگی ہوئی ہے کہ میرے لیے کیا کرتا ہے۔

(۲) دوسرے معنی یہ ہیں کہ آخرت میں اللہ کے خاص بندوں کو رب کا دیدار نصیب ہوگا

www.drhasanrizvi.com

جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : " تم اپنے رب کو علانیہ دیکھو گے۔"

* (بخاری شریف) *

* حضرت صہیب رومیؓ سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا :

" جب جنتی لوگ جنّت میں داخل ہوں گے تو اللہ اُن سے پوچھے گا : تم کیا تم چاہتے ہو کہ تمھیں اور دوں ؟ وہ عرض کریں گے : مالک آپ نے ہمارے چہرے روشن کر دیے ، ہمیں جنّت میں داخل کر دیا ، ہمیں جہنّم سے بچالیا۔

اُن کے اس (شکر) پر اللہ پردہ ہٹا دے گا۔ پھر انھیں جتنے انعامات ملے تھے اُن میں سے کوئی انعام بھی انھیں اُس سے پیارا نہ ہوگا کہ وہ اپنے رب کے دیدار سے مشرّف ہوں۔ یہی وہ مزید انعام ہے جس کو خدا نے یوں فرمایا : " لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ "

(سورۃ یونس آیت ۲۶ پارہ ۱۱)

یعنی : " جن لوگوں نے نیک عمل کیا اُن کے لیے اچھا اجر ہے ، اور اُس سے بھی زیادہ ہے۔"
(القرآن)

* (صحیح مسلم) *

* ابو سعید خُدری اور ابو ھریرہ سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا

* " کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے ؟ "

* حضورؐ نے لوگوں سے پوچھا : " تمھیں چاند سورج دیکھنے میں کوئی دقّت ہوتی ہے ؟ "

* عرض کی نہیں " آپؐ نے فرمایا : اسی طرح تم اپنے رب کو دیکھو گے۔"

* (بخاری ، مسلم ، مسند احمد ، ترمذی ، دارقطنی ، ابن جریر) *

* عبداللہ ابنِ عمر سے روایت ہے کہ : " جنّت کا کم سے کم درجے کا آدمی اپنی سلطنت کی وسعت دو ہزار سال کی مسافت دیکھے گا ، اور جنّت میں سب سے فضیلت رکھنے والے لوگ ہر روز

www.drhasanrizvi.com

دومرتبہ اپنے رب کو دیکھیں گے۔" پھر حضورؐ نے یہی آیت پڑھی کہ "اس روز کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے" اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔"
* (بخاری مسلم) *

★ حضرت جابر ابن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ: "اللہ اُن کی طرف دیکھے گا، اور وہ اللہ کی طرف دیکھیں گے۔ پھر جب اللہ ان پر سے پردہ ہٹائے گا تو اُس وقت وہ جنت کی کسی نعمت کی طرف توجہ نہ کریں گے، اور اُسی "اللہ" کی طرف دیکھتے رہیں گے۔"
* (ابنِ ماجہ) *

★ اہلِ سنت کا قریب قریب اتفاق ہے کہ اہلِ جنت اللہ کے دیدار سے مشرف ہوں گے۔
اِس کا ثبوت یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے: "كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝"
یعنی: "ہرگز نہیں، وہ (فجار و بدکار) اُس دن اپنے رب (کے دیدار سے) پردے میں ہوں گے۔"
* (سورۃ المطففین آیت ۱۵ پارہ ۳۰) *

★ گویا خدا کے دیدار سے محرومی فجار کے لیے ہوگی، ابرار کے لیے نہ ہوگی۔
مگر سوال یہ ہے کہ خدا کو ہم کیسے دیکھ سکتے ہیں؟ اِس کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ بہرحال دنیا کا جیسا دیکھنا تو ممکن نہ ہوگا۔ خدا کی خدائی میں دیکھنے کی بے شمار صورتیں ممکن ہیں۔ آخرت میں اللہ کا دیدار اس مخصوص شکل میں نہیں ہوگا جس طرح دنیا میں انسان کسی چیز کو دیکھتا ہے، بلکہ وہاں دیکھنے کی حقیقت کچھ اور ہوگی جس کا ہم یہاں دنیا میں ادراک نہیں کر سکتے۔
* (تفہیم۔ تفسیر کبیر) *

اللہ کے دیدار کی شیعہ تفسیر یہ ہے کہ: مومنین قیامت کے دن ہر جگہ خدا کا جلوہ دیکھیں گے ہر چیز میں خدا کی قدرت، جمال و کمال کا مشاہدہ کریں گے۔ * (تفسیر نور الثقلین جلد ۵ صفحہ ۴۶۴) *

کیوں کہ خدا کی خاص رحمتوں، عطاؤں اور جلوؤں کو دیکھنا بھی خدا ہی کو دیکھنا ہوگا۔ خدا کا

www.drhasanrizvi.com

حسّی مشاہدہ خدا کے جسم کا متقاضی ہے جبکہ خدا کی ذات جسم و جسمانیات سے پاک ہے۔ کیوں کہ خدا نے قرآن میں خود فرمایا: "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ"
یعنی: "خدا کو آنکھیں نہیں دیکھتیں، اور وہ آنکھوں کو دیکھتا ہے۔" (سورہ الانعام آیت ۱۰۳ پارہ ۶)

★ یہ آیت مطلق ہے۔ یعنی۔ دنیا سے مشروط نہیں۔ پھر آخرت میں قیامت خدا پر نہیں آئے گی۔ قیامت سے خدا کی حالت نہیں بدلے گی، دنیا کی حالت بدلے گی۔

★ (مؤلّف) ★

★ بعض مفسرین نے "ناظرۃ" کے معنی انتظار کرنے کے لیے ہیں۔ یعنی اُس دن مومنین صرف خدا کی ذات سے توفیقات رکھیں گے، یہاں تک کہ اپنے اعمال پر بھروسہ نہ کریں گے۔ ہر وقت خدا کی رحمت کا انتظار فرمائیں گے۔ اور اس انتظار میں پریشانی اس لیے نہ ہوگی کہ انھیں ہر سوال کے پورا ہونے کا یقین ہوگا۔

★ (تفسیر مجمع البیان، تفسیر نور الثقلین جلد ۱۰، تفسیر قرطبی) ★

★ بہر حال قیامت میں مومنین خدا کے خاص جلوے ضرور دیکھیں گے۔

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اُس وقت تمام پردے ہٹ جائیں گے (اور مومنین خدا کا چشمِ دل سے مشاہدہ کریں گے) اور اس حالت میں اُن کے نزدیک کوئی چیز اپنے مالک کی طرف نگاہ کرنے سے زیادہ محبوب نہ ہوگی۔"

★ (تفسیر نمونہ۔ تفسیر روح المعانی جلد ۲۹) ★

★ نیز حضور اکرمؐ نے فرمایا: "مومنین قیامت کے دن اپنے پالنے والے مالک کو دیکھیں گے لیکن کسی کیفیت کو نہیں، اور نہ کسی محدود واحد مشخص صفت کو۔"

★ (تفسیر المیزان جلد ۲۰ ص ۲۰۴) ★

★ گویا یہ حدیث شہودِ باطنی کو ثابت کرتی ہے، نہ آنکھوں سے مشاہدہ کو۔

★ (تفسیر نمونہ) ★

www.drhasanrizvi.com

★ حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:
" آنکھیں اُسے کھلّم کھلّا نہیں دیکھ سکتیں، بلکہ دل ایمانی حقیقتوں سے اُسے پہچانتے ہیں۔ وہ ہر چیز سے قریب ہے لیکن جسمانی اتصال کے طور پر نہیں، وہ ہر شے سے دور ہے مگر الگ نہیں، وہ غور و فکر کیے بغیر کلام کرنے والا" اور بغیر آمادگی کے قصد و ارادہ کرنے والا اور بغیر اعضاء (کی مدد) کے بنانے والا ہے۔ وہ لطیف ہے لیکن پوشیدگی سے اُسے متصف نہیں کیا جاسکتا، وہ بزرگ و برتر ہے مگر تند خوئی اور بد خُلقی کی صفت اُس میں نہیں، وہ رحم کرنے والا ہے مگر اُس کی اِس صفت کو رحم دلی، نرم دلی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا چہرے اُس کی عظمت کے سامنے ذلیل و خوار اور دل اُس کے خوف سے لرزاں و ہراساں ہیں"

★ (نہج البلاغۃ۔ خطبہ ۱۷۷) ★

وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ اور اُس دن کچھ چہرے اُداس اور بگڑے ہوئے ہوں گے،

تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾ (۲۵) یقین کیے ہوئے کہ اب اُن کے ساتھ کمر توڑ دینے والی سختی ہوگی۔

" فَاقِرَةٌ " بے حد سخت حادثے کو کہتے ہیں جو کمر کے مُہرے توڑ دیتا ہے۔ اور فقیر کو اسی لیے فقیر کہا جاتا ہے کہ گویا اُس کی کمر ٹوٹی ہوئی ہے۔ ★ (مفردات امام راغب) ★

★ مقصد یہ ہے کہ یہ سخت سزاؤں کی طرف اشارہ ہے جو دوزخیوں کے انتظار میں ہوں گی۔ پہلا گروہ خدا کی خاص رحمتوں کو اپنی طرف آتا اور بڑھتا دیکھ رہا ہوگا، یا اُس کی رحمتوں کا منتظر ہوگا ۔ (تفسیر نمونہ) ★

www.drhasanrizvi.com

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ ہرگز نہیں (بچ سکتے) جب جان کھنچ کر حلق تک پہنچ جائے گی،

وَقِيْلَ مَنْ ٚ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ اور کہا جائے گا کہ ہے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا (جو جان بچالے)

وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ اور اُسے پورا یقین ہو جائے گا کہ اب (دنیا سے) جدا ہونا ہے۔

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹ جائے گی

★ "كَلَّا" یعنی تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ تمہیں مر کر فنا ہو جانا ہے اور اپنے رب کے پاس واپس نہیں جانا ہے۔ ★ (تفہیم) ★

★ "رَاقٍ" رُقیہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی تعویذ، گنڈا، جھاڑ پھونک کے ہیں، اور یہ لفظ رُقّی سے بھی بنا ہے۔ جس کے معنی چڑھنے کے ہیں۔ اگر تعویذ گنڈے کے معنی لیے جائیں تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب مریض کے تیماردار دواؤں سے مایوس ہو جاتے ہیں تو جان بچانے کے لیے کسی جھاڑ پھونک کرنے والے کو تلاش کرتے ہیں۔ اور اگر "رُقّی" کے معنی چڑھنے کے لیے جائیں تو مطلب یہ ہو گا کہ اُس وقت فرشتے کہیں گے کہ اِس کی روح کو لے کر کیسے اوپر چڑھا جائے؟ ملائکہ کو معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی کو کہاں جانا ہے؟ رحمت کی طرف جانا ہے یا عذاب کی طرف؟ ★ (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم۔ تفسیر نمونہ) ★

★ "وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ" مرنے کے وقت جب ٹانگیں سوکھ کر ایک دوسری سے لپٹ کر

www.drhasanrizvi.com

جُڑ جائیں گی۔ دوسرے معنی عربی محاورے کے ہیں۔ یعنی وہ شدّت، سختی اور مصیبت کا وقت ہوگا۔ پہلی مصیبت تو یہ کہ دنیا چھوٹ رہی ہوگی۔ اور دوسری مصیبت آخرت میں مجرم کی حیثیت سے گرفتار ہو کر جانا ہوگا۔ یہ مصیبت ہر کافر، منافق، فاسق، فاجر کے لیے ہوگی۔ لیکن جو مومن باکمال ہوگا اُس کے لیے راحت ہی راحت ہوگی۔

★ (تفسیر کبیر۔ تفہیم) ★

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام نے فرمایا: "موت کے وقت دنیا آخرت کے ساتھ لپیٹ دی جائے گی۔" ★ (تفسیر علی ابن ابراہیم۔ تفسیر نور الثقلین جلد ۵) ★

★ بعض نے کہا کہ: اِس سے مراد پاؤں کی پنڈلیوں کا کفن میں لپیٹا جانا ہے

★ (تفسیر نمونہ) ★

★ ابن عبّاس نے فرمایا: "اِس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا و آخرت مل جائیں گی۔

اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِۨالْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ تو وہ دن ہوگا تیرے پالنے والے مالک کی طرف کھنچ کر جانے کا۔ ع ۱ / ۲۰ / ۱۷

★ انکارِ آخرت کے عقیدے کو پھر دوبارہ بہت سختی کے ساتھ رد کیا جا رہا ہے کہ تم ہرگز یہ نہ سمجھ لینا کہ مر کر چھوٹ جاؤ گے۔ مرتے وقت ہی تم کو صاف پتہ چل جائے گا کہ بات ختم نہیں ہوئی، بلکہ اصل بات تو اَب شروع ہوئی ہے۔ یہ دنیا دار العمل تھی، وہ آخرت دار الجزاء ہوگی۔ جیسا عمل ہوگا ویسی آخرت ہوگی۔

؎ ترا جہاں ہے وہی جس کو تو کرے پیدا ؞ (اقبالؔ)

اِس لیے تم سب کو کھینچ کھینچا کر اپنے پالنے والے مالک کی طرف ضرور جانا ہے۔ ★ (فصل الخطاب) ★

★ غرض موت کے وقت سب خدا کے درگاہِ عدل پر حاضر ہوں گے کیوں کہ تمام راستے وہیں پر جاکر ختم ہوجائیں گے۔

موت کا وقت قرآن نے موت کے وقت کو موت کی مستی اور تنگی و بیہوشی فرمایا ہے

"وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ ذَٰلِكَ مَا كُنتَ مِنْهُ تَحِيدُ ۝"

یعنی: "اور موت کی بیہوشی حق کے ساتھ آوارد ہوئی یہی تو وہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔"

(سورۃ قٓ آیت ۱۹ پارہ ۲۶)

★ سورۃ الانعام میں فرمایا: "وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ"

یعنی: "اور اگر تو ظالموں کو موت کے وقت کی بیہوشی، جاں کنی میں دیکھے"

(سورۃ الانعام آیت ۹۳ پارہ ۷)

★ سورۃ الواقعہ میں فرمایا: "فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ ۝"

یعنی: "پس جان و روح حلق تک آن پہنچتی ہے" (سورۃ الواقعہ آیت ۸۳ پارہ ۲۷)

★ اور کبھی روح کا گلے کی ہڈیوں تک پہنچنا فرمایا ہے:

"كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝" (آیت ۲۶ - القیمۃ)

★ لیکن اسلامی روایات اور قرآن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سچے مومنین کے لیے موت کا وقت لذت و سرور کا وقت ہوتا ہے۔ کیوں کہ عاشق اپنے محبوبِ حقیقی اور مطلوبِ حقیقی سے ملتا ہے، اور اس کی بے پایاں رحمتوں اور نعمتوں میں چلا جاتا ہے۔

★ اس سے معلوم ہوا کہ موت دو قسموں کی ہوتی ہے:

(۱) فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"موت مومن کے لیے میلے کچیلے، جوؤں بھرے لباس کو اُتارنے اور بھاری، وزنی طوق و زنجیر ول

www.drhasanrizvi.com

کو کھولنے اور بہترین لباس پہننے، خوشبوترین عطروں کے لگانے، تیز ترین سواریوں پر سوار ہو کر بہترین آراستہ پیراستہ مکانوں میں داخل ہونے کا نام ہے۔ جبکہ یہی موت کافر کے لیے فاخرہ لباس اُتارنے، اچھے عالی شان مکانوں سے منتقل ہونے، اور کثیف ترین اور غلیظ ترین لباسوں کو پہننے، اور وحشتناک ترین مکانوں اور عذابوں میں منتقل ہو جانے کا نام ہے۔"

★ (بحار الانوار جلد ۶ ص ۱۵۵) ★

مرگِ مومن چیست؟ ہجرت سوئے دوست :: ترکِ دنیا اختیار کوئے دوست
(اقبال)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے موت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

"موت مومن کے لیے خوشبودار عطر کی مانند ہے، جسے سونگھنے سے نیند کی پُر کیف حالت طاری ہو جاتی ہے، اور درد اور تکلیف کلّی طور پر اُس سے دور کر دی جاتی ہے۔ جبکہ یہی موت کافر کے لیے سانپ بچھوؤں کے کاٹنے کی مانند ہے، یا اس سے بھی زیادہ سخت تکلیف دہ۔"

★ (بحار الانوار جلد ۶) ★

★ نیز امام علیہ السلام فرمایا کہ: "موت کی یاد دہانی انسان کے اندر سرکشی اور بُری خواہشات کو مار دیتی ہے، اور غفلت کی جڑوں کو دل سے اُکھاڑ دیتی ہے، دل کو خدائی وعدوں کے ساتھ قوت بخشتی ہے، انسان کے دل میں نرمی اور لطافت پیدا کرتی ہے، بُری خواہشات کی نشانیوں کو توڑ دیتی ہے، حرص کی آگ کو بجھا دیتی ہے، دنیا کو انسان کی نگاہ میں حقیر بنا دیتی ہے یہی بات پیغمبرؐ نے اس طرح فرمائی تھی کہ "ایک ساعت غور و فکر کرنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔"

★ (بحار الانوار جلد ۶) ★

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: "ہر گھر کا ایک دروازہ ہوتا ہے، اور آخرت کا دروازہ موت ہے۔"

★ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی جلد ۲) ★

www.drhasanrizvi.com

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾ مگر اُس نے نہ تو اُس (دن) کی تصدیق کی، اور نہ نماز پڑھی،

وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۳۲﴾ بلکہ اُس نے (ایسی عظیم حقیقت کو) جھٹلایا اور اُس سے منہ موڑ لیا۔

ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾ پھر اکڑ کر اِٹھلاتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چل دیا۔

آیت ۳۱ کے نتائج نماز کے بارے میں

معلوم ہوا کہ (۱) نماز، بغیر دل کی تصدیق (یعنی ایمان) کے صحیح نہیں ہوتی۔ اور ایمان بغیر نماز کے ثابت نہیں ہوتا۔

(۲) دوسرے یہ معلوم ہوا کہ ایمان لانے کے بعد نماز سے بڑھ کر کوئی عمل عظیم نہیں۔

* (تفسیر کبیر امام رازی) *

★ "اُس نے نہ سچ مانا، نہ نماز پڑھی"

★ اِس سے ثابت ہوا کہ خدا کے رسولؐ کو سچا ماننے کا اوّلین لازمی منطقی تقاضا یہ ہے کہ:

(۱) آدمی نماز پڑھے (۲) اِس کے بعد شریعت کے احکامات پر عمل کرے۔ ابدی حقیقتوں کو سچ مان لینے کے بعد سب سے پہلا کام نماز پڑھنا ہے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ: "قیامت کے روز اللہ سب سے پہلے نماز کا سوال کریگا"

(الحدیث)

www.drhasanrizvi.com

روزِ محشر کہ جاں گداز بود ؛ اوّلیں پرسشِ نماز بود

اگر کوئی شخص نماز نہیں پڑھتا، تو اِس کے منطقی معنی یہ ہیں کہ اُس نے ابدی حقیقتوں کو سچ نہیں جانا۔ اُس کا ایمان کا دعویٰ صرف الفاظ ہیں یا ہوا ہے، جو اُس نے الفاظ کی شکل میں منھ سے اداکر دیے ہیں۔ * (تفہیم۔ مجمع البیان) *

زباں سے کہہ بھی دیا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تو کیا حاصل ـــــــ
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں ـــــــ
* (اقبالؔ) *

* آیت ۳۳ میں جس شخص کے بارے میں خداوندِ عالم نے اکڑ مکڑ کا ذکر فرمایا ہے وہ ابوجہل تھا جو آخرت کے عقیدے کو جھٹلاکر مٹکتا جھومتا، اکڑتا ہوا اپنے گھر کی طرف چل دیا تھا۔
* (بقول مجاہد۔ قتادہ، ابن زید از تفسیر کبیر) *

اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ﴿۳۴﴾ (یہ طریقہ اور چال ڈھال) تیرے ہی لیے سزاوار ہے اور تیرے ہی لائق ہے۔

اَوْلٰی لَکَ کے معنی	(۱) زیادہ لائق، زیادہ مستحق، زیادہ قریب۔

یہ لفظ ولی سے نکلا ہے جس کے ایک معنی پے در پے، مسلسل واقع ہونے کے ہیں۔

یہ لفظ ڈانٹ ڈپٹ کے لیے بھی آتا ہے۔ اِس صورت میں خرابی بُرائی سے زیادہ قریب ہونا ہوتا ہے، اِس لئے اِس کے معنی ہیں کہ: خرابی ہے اُن کے لیے۔ تیرے لیے خرابی میں خرابی ہے [۱]

[۱] (لغات القرآن نعمانی)

www.drhasanrizvi.com

(۲) " اَولٰی لَکَ " کے دوسرے معنی " تُف ہے تجھ پر۔ ہلاکت ہے تیرے لیے۔ خرابی تباہی کمبختی ہے تیرے لیے۔ * (تفسیر کبیر) *

(۳) تیسرے معنی یہ ہیں کہ " احمق! جب تو اپنے خالق، مالک ہی کے انکار کی جرأت کر بیٹھا تو پھر تجھ جیسے آدمی کے لیے یہی احمقانہ چال زیب دیتی ہے جو تو چل رہا ہے۔

* (ابنِ کثیر) *

★ یہ جملہ طنزیہ ہے۔ جیسے قرآن میں جہنمی کے لیے کہا گیا: " ذُقۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡکَرِیۡمُ "۔ جہنم کی سزا کا مزہ چکھ۔ تو بڑا زبردست عزت والا آدمی (بنتا) تھا۔
(سورۂ دخان آیت ۴۹ پارہ ۲۵)

(۴) عذابِ الٰہی۔ یعنی خدا کی سخت سزائیں ہی تیرے لیے زیادہ مناسب ہیں، زیادہ مناسب ہیں۔

* (تفسیر نمونہ) *

(۵) تجھ پر عذاب ہو، تجھ پر عذاب ہو۔ * (امام راغب) *

(۶) سرزنش اور مذمت ہی تیرے لیے بہتر ہے۔ وائے ہو تجھ پر، وائے ہو تجھ پر۔

(۷) جو عذاب تو نے میدانِ بدر میں دیکھا وہی تیرے لیے زیادہ مناسب ہے۔ اور قبر و قیامت کا عذاب بھی تیرے لیے زیادہ مناسب ہے۔

* (تفسیر روح المعانی۔ تفسیر المیزان) *

★ بعض روایات میں آیا ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے ابوجہل کا گریبان پکڑا۔

★ بعض میں ہے کہ ابوجہل کا ہاتھ پکڑا اور یہی الفاظ فرمائے، اس پر ابوجہل نے کہا: " مجھے کس چیز کی دھمکی دیتے ہو تم اور تمہارا خدا مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، کیوں کہ میں اِس زمین کے سب سے زیادہ طاقتور لوگوں میں سے ہوں "۔ اس پر یہی الفاظ آیت کی شکل میں اُترے۔

* (مجمع البیان) *

www.drhasanrizvi.com

ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾ ہاں سُن لے کہ یہ روش تجھی کو زیب دیتی ہے۔

* آیت کے الفاظ اور تیور از خود بتا رہے ہیں کہ کسی خاص احمق کا ذکر ہے۔

* روایت میں آیا ہے کہ وہ ابوجہل تھا کہ جب اُس نے پچھلی آیات سُنیں تو اُس نے کچھ اثر نہ لیا اور تکبر کے عالم میں مٹکتا ہوا اپنے گھر کی طرف چلا۔ ایسے متکبر آدمی سے کہا جا رہا ہے کہ: ایسا احمقانہ رویہ اختیار کرنا تیرے ہی جیسے احمق پر کھپ سکتا ہے۔ کیوں کہ ایسی جہالت کا انداز تیرے ہی لیے بہت موزوں و مناسب ہے۔ * (فصل الخطاب) *

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ ﴿۳۶﴾ کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ وہ
يُّتْرَكَ سُدًى ﴿۳۶﴾ یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا؟

* اب تمام انسانوں سے کہا جا رہا ہے کہ کوئی انسان یہ نہ سمجھے کہ وہ یوں ہی آزاد بلا محاسبہ چھوڑ دیا جائے گا۔ یہ دنیا بے مقصد نہیں بنائی گئی ہے۔ اس دنیا کے بنانے کا واحد مقصد ہی یہ ہے کہ ہر شخص کو اُس کے عمل کا بدلہ دیا جائے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو دنیا کی تخلیق بے مقصد اور مہمل قرار پائے گی، اور ذاتِ خدا سے کارِ عبث نہیں صادر ہو سکتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہر شخص کا حساب کتاب لازمی ہو۔ * (تفسیر ماجدی۔ فصل الخطاب) *

* عربی میں سُدی اُس اونٹ کو کہتے ہیں جسے چھوڑ دیا جاتا ہے کہ جدھر چاہے چرتا پھرے

www.drhasanrizvi.com

اُس کی کوئی نگرانی نہیں کرتا۔ گویا شُتر بے مہار ہو جاتا ہے۔ (جسے اُردو زبان میں سانڈ کہتے ہیں) انسان اِس طرح کا نہیں ہے، بلکہ وہ ذمّہ دار ہے، کام کا ہے، بیکار نہیں ہے۔

خدا نے فرمایا: "کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمھیں فضول پیدا کیا ہے، اور تمھیں کبھی ہماری طرف پلٹ کر نہیں آنا ہے"؟ یعنی: " اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ " (سورۃ ۲۳ آیت ۱۱۵ پارہ ۱۸۔ قد افلح)

سوال کا مطلب یہ ہے کہ کیا واقعی تم نے خود کو جانور سمجھ رکھا ہے؟ کیا تمھاری سمجھ میں یہ نہیں آتا۔ جانور بے اختیار ہوتا ہے، تم با اختیار ہو۔ جانور کے اعمال میں حُسن و قُبح کا سوال ہی نہیں جبکہ تمھارے اعمال میں اخلاقی حُسن و قبح لازماً موجود ہے۔ پھر تم نے کیسے سمجھ لیا کہ تمھیں آزاد اُونٹ کی طرح بے مہار چھوڑ دیا جائے گا۔ جانور نے کوئی کام ایسا نہیں کیا جسے اچھا یا بُرا کہا جاسکے لہٰذا اگر وہ مر کر فنا ہو گیا تو یہ سمجھ میں آنے کی بات ہے۔

مگر انسان کا ہر عمل، یا اچھا ہوتا ہے، یا بُرا ہوتا ہے اور جزا، سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ پھر اُسے موت پر فنا نہیں ہونا چاہیے، بلکہ زندہ ہو کر اپنے اچھے، بُرے اعمال کی جزا، سزا پانی چاہیے جس آدمی نے عمر بھر حق و انصاف سے کام لیا، ہر قسم کی مصیبتیں اُٹھائیں، کیا یہ انصاف ہوگا کہ اُس کو اس کا کوئی اجر نہ دیا جائے۔ اور جس نے لاکھوں آدمیوں کے حقوق مارے ہوں، کیا یہ بات عقل میں آتی ہے کہ اُسے سزا نہ دی جائے۔ پھر تو یہ دنیا، اندھیر نگری چوپٹ راج ہو جائے گی۔ جبکہ تمھاری عقل خود حکم لگاتی ہے کہ تمھارے اعمال اچھے بھی ہیں اور بُرے بھی، جزا بھی ہے اور سزا بھی۔ اور خدا علیم و حکیم ہے۔ ★ (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم، تفسیر نمونہ) ★

★ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "تم میں سے جو شخص (معاشرے میں) بُرائی دیکھے اُس کو اپنے ہاتھ سے روکے، اگر یہ نہ ہو سکے تو زبان سے روکے، اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل سے ناپسند کرے۔ اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔" ★ (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۴۹)

www.drhasanrizvi.com

اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿۳۷﴾

(۳۷) کیا وہ منی کے تھوڑے سے پانی کا ٹپکایا ہوا حقیر قطرہ "نطفہ" نہ تھا جو عورت کے رحم میں ڈالا جاتا ہے؟

ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۸﴾

(۳۸) پھر وہ گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں تھا، تو اللہ نے اُس کا جسم بنایا اور اعضاء درست کیے،

فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾

(۳۹) پھر اُس سے دو قسمیں مرد اور عورت (مذکّر اور مؤنّث) کی پیدا کیں۔

آیت ۳۸: مطلب یہ ہے کہ اتنا کچھ کرنے کے بعد کیا خدا اپنی ایسی عظیم مخلوق انسان کو بے مقصد چھوڑ دے گا۔ آیت کا اصل مقصد آخرت کی جزاء یا سزا کو ثابت کرنا ہے۔ * (ابنِ کثیر) *

آیت ۳۹: فرض کیجیے کہ مرد و عورت کا یہ توازن جو قدرت نے اپنی حکمتِ کاملہ سے قائم کر رکھا ہے ٹوٹ جائے اور عورتوں کی تعداد مردوں سے دس گنا ہو جائے یا مردوں کی تعداد عورتوں سے دس گنا ہو جائے تو انسانی معاشرہ کس طرح درہم و برہم ہو جائے گا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ اس طرح کا عدمِ توازن معاشرے میں از خود کبھی نہیں پیدا ہوتا۔ یہ خداوندِ عالم کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ کی دلیل ہے

* (تفسیر نمونہ) *

www.drhasanrizvi.com

اَلَیۡسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یُّحۡـِۧیَ الۡمَوۡتٰی ﴿۴۰﴾ ع ۱۸ ۲

توکیا ایسا خدا اِس بات پر قادر نہیں کہ مرنے والوں کو پھر زندہ کردے؟ ﴿۴۰﴾

یہ دلیل ہے کہ موت کے بعد زندگی ممکن ہے

جو شخص یہ مانتا ہے کہ اللہ نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا، اُس کے لیے یہ ماننا مشکل نہیں ہے کہ وہی اللہ انسان کو دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے۔

رہے وہ لوگ جو انسانی تخلیق بلکہ ساری تخلیقاتِ عالم کو صرف ایک اتفاقی حادثہ سمجھتے ہیں اُن کے لیے یہ سوال ہے کہ آخر شروع سے مرد و عورت کی تخلیق ایک تناسب سے کیسے ہو رہی ہے؟

یہ نسل چلنے کا بندوبست کس نے کیا ہے؟

کیا یہ سب اتفاقات سے ہو رہا ہے؟

اتنے بڑے دعوے کرنے کے لیے انسان کو کم سے کم اتنا بے شرم ہونا چاہیئے کہ وہ ایک دن کھڑے ہو کر یہ دعویٰ بھی کر سکے کہ لندن، نیویارک، ماسکو جیسے عظیم شہر اتفاقاً اپنے آپ بن گئے۔

* (تفہیم) *

* جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اِس آیت کو تلاوت فرماتے تھے تو اِس سوال کے جواب میں کبھی "بلیٰ" (کیوں نہیں) کہتے تھے۔ اور کبھی سُبۡحَانَکَ اللّٰھُمَّ (پاک ہے تیری ذات خداوندا!) اور کبھی سُبۡحَانَکَ بَلیٰ، سُبۡحَانَکَ بَلیٰ" یعنی:

www.drhasanrizvi.com

بے شک، بے شک تو ہر عیب سے پاک ہے۔" فرماتے جاتے۔

★ (ابنِ جریر۔ ابنِ ابی حاتم) ★

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم لوگ یہ آیت پڑھا کرو تو کہا کرو:

" بَلٰی وَ اَنَا عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ "

یعنی: (کیوں نہیں، میں اِس پر گواہی دینے والوں میں سے ہوں)

★ (ابوداؤد) ★

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم سورۃ المرسلٰت کی یہ آیت پڑھا کرو کہ: فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ ۔ " (آیتِ آخری)

یعنی: (اِس قرآن کے بعد یہ لوگ اور کس بات پر ایمان لائیں گے؟)

جب یہ آیت پڑھا کرو تو یہ بھی کہا کرو: " اٰمَنَّا بِاللّٰهِ " (ہم اللہ کی باتوں پر ایمان لائے)

(امام احمد، ترمذی، ابن المنذر، ابنِ مردویہ، بیہقی، حاکم)

فرزندانِ رسولِ خدا حضرت امام محمّد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السّلام سے روایت ہے کہ جس وقت حضورِ اکرم صؐ نے یہ آیت پڑھی کہ: اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰی ۴۰

یعنی: (کیا خدا اُن تمام طاقتوں کے ساتھ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ مُردوں کو زندہ کرے؟)

اِس کے بعد جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلمہ پڑھا: " سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ بَلٰی "

یعنی: اے اللہ! آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے بیشک آپ یہ کر سکتے ہیں۔

★ (تفسیر مجمع البیان جلد ۱۰) ★

www.drhasanrizvi.com

سُورۃُ الدَّھر مکّی

لامتناہی زمانے کے ذکر سے شروع ہونے والی سورت

فضائل وخصوصیات

جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص سورۂ ھَلْ اَتٰی (الدّھر) کو سمجھ کر پڑھے گا اُس کی جزا خدا پر جنت ہوگی۔ اور جنت کے ریشمی لباس ہوں گے۔"

* (مجمع البیان جلد ۱۰) *

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا:
"جو شخص جمعرات کی صبح کو سورۂ ھل اتٰی پڑھے گا، اُس کی بہت سی جزاؤں میں سے ایک جزا یہ بھی ہے کہ وہ قیامت کے دن پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ ساتھ ہوگا۔"

* (مجمع البیان جلد ۱۰) *

تیری معراج کہ تو لوح وقلم تک پہنچا
میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ"
"نماز مومن کی معراج ہے۔"
(الحدیث)

www.drhasanrizvi.com

آیاتہا ۳۱

سُورَۃُ الدَّھرِ مَکِّیَّۃٌ

رکوعاتہا ۲

لامتناہی زمانے کے ذکر سے شروع ہونے والی سورت

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

ھَل اَتٰی عَلَی الاِنسَانِ حِینٌ مِّنَ الدَّھرِ لَم یَکُن شَیئًا مَّذکُورًا ○

(۱) کیا انسان پر لامتناہی زمانے میں ایک وقت ایسا تھا، جب وہ کوئی لائقِ ذکر چیز تک نہ تھا؟ (۱)

شانِ نزولِ سورۃ اس بات مفسرین میں اختلاف ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے یا مدنی؟

شیعہ مفسرین کا اتفاق ہے کہ کم سے کم اس سورۃ کی ابتدائی آیات مدنی ہیں

(تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

* مشہور مفسّر قرطبی لکھتے ہیں کہ : "مشہور علماء کا نظریہ یہ ہے کہ یہ سورۃ مدینہ میں نازل ہوئی۔"

* (تفسیر قرطبی جلد ۱۰ صفحہ ۶۹۰۹) *

* حاکم ابوالقاسم جسکانی نے ابنِ عباسؓ سے روایت کی ہے کہ "یہ سورۃ مدنی ہے۔"

(تاریخ القرآن صفحہ ۵ ایضاح ازاستاذ احمد زاہد، مجمع البیان جلد ۱۰)

* ابنِ ندیم نے بھی لکھا کہ : "یہ سورۃ مدنی ہے۔" * (تفسیر المیزان جلد ۲۰، تفسیر درمنثور)

* زمخشری نے تفسیر کشاف میں لکھا کہ : "اس سورۃ کی ابتدائی آیات مدنی ہیں، اور یہ سورۃ علیؑ و فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ کی شان میں اُتری۔

* (تفسیر کشاف جلد ۴ صفحہ ۶۷۰) *

* واحدی نے "اسباب نزول" میں، بغوی نے "معالم التنزیل" میں، سبط ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں، گنجی شافعی نے کفایت الطالب" میں " احقاق الحق جلد ۲ میں بہت سے سنّی علماء کے حوالے موجود ہیں) کہ یہ سورۃ علیؑ و فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ کی شان میں اُتری۔"

* عظیم سنّی عالم محمد بن ادریس شافعی نے یہ اشعار فرمائے :

اِلیٰ م الیٰ م وحتیٰ متیٰ ۔۔۔ اعاتب فی حب ھٰذا الفتیٰ

ھل زوجت فاطمۃ غیرہٗ ۔۔۔ وفی غیرہٖ ھل اتیٰ ھل اتیٰ ؟

یعنی : "کب تک ؟ کس وقت تک ؟ کس زمانے تک ؟ مجھے اس جوان مرد کی محبت میں برا کہو گے کیا فاطمہؑ کی اُس کے علاوہ کسی اور سے شادی ہوئی ؟ کیا سورۃ ھل اتیٰ کسی اور کے بارے میں اُتری ہے" ؟

* (اشعار محمد بن ادریس شافعی) *

www.drhasanrizvi.com

★ علامہ اقبالؔ نے حضرتِ امام علیؑ کی شان میں " تاجدارِ ھل اتیٰ " فرمایا ہے ۔
★ (اقبالؔ) ★

★ اُموی ، عبّاسی خلفاء سے وابستہ علماء اور اُن کے پیروکار سختی سے اِس بات کی مخالفت کرتے رہے ہیں کہ یہ سورۃ علیؑ ، فاطمہؑ ، حسنؑ و حسینؑ کی شان میں اُتری ہے ۔
★ (تفسیر نمونہ) ★

★ " الغدیر جلد ۳ " اور کتاب " احقاق الحق " جلد ۲ میں ۳۴ اہلِ سنّت کے علماء کے حوالے دیئے گئے ہیں کہ یہ سورۃ علیؑ و فاطمہؑ ، حسنؑ و حسینؑ کی شان میں اُتری ہے ۔ اِس لیے یہ روایت اہلِ سنّت میں مشہور اور متواتر ہے ۔
★ (الغدیر جلد ۳ ۔ احقاق الحق جلد ۲ ۔ تفسیر نمونہ ۔ تفہیم ۔ کشّاف ۔ تفسیر کبیر ۔ نیشاپوری) ★

هَلْ کے معنی

★ حضرتِ ابنِ عباسؓ نے فرمایا : " هَلْ " یعنی " کیا " یہ استفہامِ اقراری ہے ۔ اِس کے معنی " یقیناً " کے ہو جاتے ہیں ۔"
★ (کشّاف ۔ تفسیر صافی) ★

★ کبھی کبھی سوالیہ جملے اقرار لینے کے لیے بھی بولے جاتے ہیں ، اور کبھی انکار کے لیے بولے جاتے ہیں ۔ یہاں سوال کرنے سے مقصد یہ ہے کہ انسان غور کرے کہ کیا اُس پر کبھی ایسا زمانہ نہیں آیا کہ وہ قابلِ ذکر چیز تک نہ تھا ۔ ؟ (یقیناً ایسا زمانہ آیا تھا)

★ فرزندِ رسولِؐ خدا حضرتِ امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ : " اُس وقت (جب انسان نطفہ تھا) کوئی چیز تو تھا ، مگر وہ قابلِ ذکر نہ تھا ۔ یعنی علمِ خدا میں تو اُس کا ذکر تھا ، مگر مخلوق کی زبان میں اُس کا ذکر نہ تھا ۔"
★ (فصل الخطاب) ★

www.drhasanrizvi.com

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "اُس وقت انسان مقدور تھا، لیکن مذکور نہ تھا۔ (یعنی اُس کا ہونا مقدر ہو چکا تھا، مگر لوگوں میں اُس کا ذکر نہ تھا)

★ (تفسیر صافی ۔ بحوالہ کافی) ★

★ اکثر مفسّرین نے "ھل" کو "قد" (یعنی) یقیناً کے معنی میں لیا ہے۔ حالاں کہ ھل کے اصل معنی "کیا" کے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سوال کرنے کا مقصد سوال کرنا نہیں ہوتا بلکہ اقرار کرانا ہوتا ہے۔ جیسے کسی سے سوال کیا جائے کہ "کیا میں نے تمھارے ساتھ کوئی برائی کی ہے"؟ اِس سوال کا مقصد اقرار کرانا ہے کہ: "برائی نہیں، اچھائی کی ہے"۔ اسی طرح یہاں پر سوال کرنے کا اصل مقصد اقرار کرانا ہے۔ تم پر ایک وقت ایسا آیا تھا کہ تم قابلِ ذکر نہ تھے۔ جبکہ آج قابلِ ذکر ہو۔

"حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ" کے معنی: لامتناہی زمانہ ہے۔ جس کی نہ ابتدا ہے، نہ انتہا۔ یعنی ایک وقت تھا کہ انسان موجود نہ تھا، پھر انسان موجود ہوا۔

پھر انسان کیڑے اور بیضے کے ملنے سے وجود میں آیا، پھر استقرارِ حمل کے وقت اُن دونوں کے ملنے سے جو ابتدائی خلیہ cell وجود میں آتا ہے، وہ ایک ایسا ذرّہ بے مقدار ہوتا ہے کہ بہت زیادہ طاقتور خوردبین ہی سے نظر آسکتا ہے۔ اُس وقت بھی انسان گویا قابلِ ذکر چیز نہیں ہوتا۔

★ (تفسیر کبیر۔ تفہیم) ★

★ انسان کے وجود کا مواد ہر جگہ بکھرا ہوا ہے۔ مٹّی، دریا، سمندر، ہواؤں میں انسان گمشدہ تھا اور قطعاً قابلِ ذکر نہ تھا۔ اسی لیے۔ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمّد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "انسان علمِ خدا میں مذکور تھا، مگر مخلوق میں مذکور نہ تھا۔

★ (تفسیر مجمع البیان جلد ۱۰) ★

www.drhasanrizvi.com

✯ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "اُس وقت انسان دائرہ قدرتِ الٰہی میں تو تھا، مگر احاطہء وجود میں نہ تھا۔"

✯ (فصل الخطاب) ✯

اِس احسان پر انسان کو خدا کا شکر گذار ہونا چاہیئے:

علامہ طبرسیؒ نے نتیجہ نکالا کہ:

(۱) جو چیز نابود ہو بھی علمِ الٰہی میں ہوتی ہے، اگرچہ اُس کا ذکر نہ ہو۔

(۲) اور جو چیز معدوم ہے اُس پر بھی لفظ شیءٔ کا اطلاق جائز ہے۔

(۳) انسان کا قابلِ ذکر نہ ہونا بتاتا ہے کہ انسان ذاتاً از خود کوئی ایسی چیز نہ تھا جس کا ذکر ہو سکے یہ خالق کا انسان پر احسان اور کرم ہے کہ اُس نے انسان کو قابلِ ذکر بنایا۔

(۴) اِس لئے انسان کو اب یہ سوچنا چاہیئے کہ جس خدا نے اُس کو قابلِ ذکر بنایا، اُس کو خدا کے اِس احسان پر خدا کا کس شدّ و مد سے ذکر کرنا چاہیئے اور خدا کی اطاعت کرنی چاہیئے۔

✯ (مجمع البیان، فصل الخطاب) ✯

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۲﴾

(۲) ہم نے انسان کو ملے جلے ہوئے نطفے سے پیدا کیا، تاکہ اُس کا امتحان لیں، تو اِس لیے، اُسے دیکھنے والا، اور سننے والا بنا دیا۔

✯ محققین نے آیت کے آخری الفاظ "سَمِيْعًا بَصِيْرًا" سے نتیجہ نکالا کہ علم و معرفت کے سلسلے میں سب سے

www.drhasanrizvi.com

زیادہ اہمیت (۱) سننے اور (۲) دیکھنے کو ہے۔ اسی لیے اِن دو صلاحیتوں کا ذکر خاص طور پر کیا گیا ہے۔

☆ (تفسیر ماجدی) ☆

★ خداوندِ عالم نے فرمایا کہ: " انسان کو مخلوط نطفے سے بنایا، تاکہ اُس کا امتحان لیں۔ "

یہاں بتایا جارہا ہے کہ انسان کو بے مقصد نہیں بنایا۔ دنیا نہ تو رزم گاہ ہے۔ جیسے ڈاروِن اور مارکس والے سمجھتے ہیں، نہ تفریح گاہ ہے، جیساکہ مادّہ پرست کہتے ہیں، نہ دارالعذاب ہے، جیساکہ بدھ مت والے یا راہب سمجھتے ہیں، نہ دار الجزاء ہے، جیساکہ تناسخ والے سمجھتے ہیں، بلکہ قرآن کی نظر میں یہ دنیا "امتحان گاہ" ہے۔ دنیا میں ہمیں جسقدر صلاحیتیں اور نعمتیں دی گئی ہیں، امتحان لینے کے لیے دی گئی ہیں۔ زندگی کے آخری سانس تک یہ امتحان جاری رہے گا۔ اِس امتحان کا نتیجہ آخرت میں نکلے گا۔ (کون پاس ہوا اور کون فیل ہوگیا)؟ دنیا دار الامتحان ہے، آخرت دار الجزاء ہے۔

اب جس شخص نے خدائے واحد کو اپنا مالک سمجھ کر، ہر چیز کو اُس کی عطا سمجھ کر، ہر چیز کو مالک کی مرضی کے مطابق استعمال کیا، وہ اِس امتحان میں کامیاب رہا۔ یہی ہے قرآن کا بنیادی پیغام۔

اِسی امتحان دینے کے لیے انسان کو سماعت اور بصارت۔ یعنی سننے، دیکھنے والا بنایا گیا ہے۔ یہی سماعت اور بصارت وہ ذرائع ہیں جن سے انسان علم حاصل کرتا ہے۔ انسان کی سماعت اور بصارت، حیوان کی سماعت و بصارت سے مختلف ہے کیوں کہ انسان کی ہر حس کے پیچھے سوچنے سمجھنے والا دماغ موجود ہوتا ہے، جو فیصلے کرتا ہے جس پر اُس کے رویہ زندگی کا دار و مدار ہوتا ہے۔

غرض پہلے یہ بتایا کہ: ہم نے انسان کو امتحان لینے کے لیے بنایا۔

پھر یہ بتایا کہ: علم اور عقل کی صلاحیتیں دیں، تاکہ وہ امتحان دینے کے قابل ہوجائے۔

☆ (تفسیر کبیر۔ تفہیم۔ مجمع البیان) ☆

★ یہ بھی بتایا گیا کہ انسان کے نطفہ کا مواد مختلف اجزاء کے ملنے سے بنا ہے، اور اُس کو ذمّہ داریوں

www.drhasanrizvi.com

کا بوجھ اُٹھانے کے لیے بنایا گیا ہے۔ اب کیوں کہ امتحان علم کے بغیر نہیں ہو سکتا' اِس لیے معرفت حاصل کرنے کے آلات دیے۔ جتنی درکات تمام معقولات کی ماں ہوتے ہیں۔

★ (تفسیر نمونہ) ★

★ انسانی نطفہ "سپرم" ایک بہت چھوٹا سا خوردبینی زندہ متحرک موجود ہے جو ایک سر' اور ایک گردن اور متحرک دُم والا ہوتا ہے۔ مرد کے ہر انزال پر دو سو سے پانچسو ملین سپرم موجود ہوتے ہیں۔ اسقدر بے شمار تعداد میں سے صرف ایک یا چند عدد بیضہ میں داخل ہوتے ہیں' اور وہی بار آور ہوجاتا ہے۔ سپرموں کے بیضہ تک پہنچتے ہی میں بہت سے سپرم تلف ہوجاتے ہیں۔ اگر یہ اتنی بڑی مقدار یا تعداد میں نہ ہوتے تو اِن کے بار آور ہونے کا معاملہ مشکل ہوجاتا۔

عورت کا رحم حاملہ ہونے سے پہلے صرف ایک اخروٹ کی برابر ہوتا ہے لیکن نطفہ قرار پانے کے بعد وہ کافی بڑا ہوجاتا ہے' اور پھیلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

★ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ عورت کا نطفہ مثبت برقی بار کا حامل ہوتا ہے' اور مرد کا سپرم منفی برقی بار رکھتا ہے۔ اِس لیے ایک دوسرے کی طرف کھنچتے ہیں' اور سپرم کے داخل ہوتے ہی اُس میں سے مخصوص کیمیائی مادّہ نکلتا ہے جو باقی تمام سپرموں کو دور دھکیل دیتا ہے۔

بچّہ جب وجود میں آتا ہے تو اُس کو "جنین" کہتے ہیں۔ جنین ایک بڑے تھیلے کے اندر ایک گاڑھے قسم کے پانی میں' جسے "آمنی یوس" کہتے ہیں غوطے کھاتا رہتا ہے۔ ماں کی تُند و تیز حرکات یا ماں کے پیٹ پر کسی چیز کے لگنے سے اِسی لیے محفوظ رہتا ہے' اور اسی لیے باہر کی گرمی' سردی اُس پر اثر نہیں کرتی۔ وہ بے وزنی کی حالت میں رہتا ہے' اور اعضاء کے دباؤ سے بھی محفوظ رہتا ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ جنین کے دل کا دایاں اور بایاں حصّہ ایک دوسرے سے ملے ہوتے ہوتے ہیں۔ کیوں کہ خون کے صاف ہونے کا مسئلہ پھیپھڑوں کے ذریعہ نہیں ہوتا۔ کیوں کہ جنین سانس نہیں لیتا

www.drhasanrizvi.com

لیکن بچّے کے پیدا ہوتے ہی دل کے دونوں حصّے دگرمطے) ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں اور آلاتِ تنفس فوراً اپنا کام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

★ (اوّلین دانشگاہ آخرین پیغمبر جلد اوّل) ★

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ③

(۳) ہم نے اُسے ایک خاص راستہ بھی دکھا دیا۔ اب یا تو وہ شکر کرنے والا بن جائے، یا ناشکرا کفر و انکار کرنے والا بن جائے۔

★ خداوندِ عالم نے انسان کو امتحان لینے کے لیے بنایا ہے۔ تو اُس کا یہ امتحان لینا اپنے علم کے لیے نہیں ہے، بلکہ خود انسان کے لیے ہے کہ امتحان کے ذریعہ اُس کی تکمیل ہو، اُس کو خدا کی اطاعت کے ذریعہ اجرِ عظیم عطا کیا جائے۔ وہ اپنی کمی کو محسوس کرکے اُس کو پورا کرنے کی سعی و کوشش کرے۔

اسی امتحان کی خاطر انسان کو سنتے کان اور دیکھتی آنکھیں عطا فرمائیں، تاکہ وہ حق و باطل میں فرق کر سکے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کون حق کو قبول کرتا ہے اور اُس کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو وہ "شاکر" ہے۔ اور جو باطل اور غلط راہِ عمل اختیار کرتا ہے وہ کافر ہے۔

اللہ کا عمل سب کے ساتھ یکساں تھا، البتہ انسان کے دو طرزِ عمل ہو گئے۔ کوئی شاکر بنا اور کوئی کافر بن گیا۔ اسی لیے خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا: " فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ "
(سورۃ ۴۲ آیت ۷ - پارہ ۲۵)

" ایک گروہ جنت میں جائے گا اور ایک گروہ دوزخ میں۔"

(فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

★ جہاں تک خدا کا عمل تھا، وہ سب کے ساتھ برابر اور یکساں تھا۔ اب جہاں سے انسان کی حدیں شروع ہوتی ہیں، وہاں سے انسان کی دو قسمیں بن گئیں (۱) شکر ادا کرنے والے، (۲) اللہ کی نعمتوں کا انکار کرنے والے۔

★ (فصل الخطاب) ★

★ متکلمین نے نتیجہ نکالا کہ حالات، اسباب، قوتیں، صلاحیتیں تو خدا نے پیدا کی ہیں، پھر عمل کرنے کا اختیار، ہمت اور نیت کو انسان پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

★ (تفسیر ماجدی) ★

★ کیوں کہ ہم نے انسان کو امتحان لینے کے لیے بنایا ہے، اس لیے:

(۱) ہم نے اُس کو علم اور عقل سے نوازا ہے۔

(۲) پھر اُس پر اکتفا نہ کی بلکہ اُس کی رہنمائی بھی کی، اُسے بتایا کہ کونسا شکر کا راستہ ہے۔ کونسا کفر راستہ ہے۔

★ دوسری جگہ فرمایا: " وَ هَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ " (سورۃ البلد آیت ۱۰ پارہ ۳۰)

یعنی " اور ہم نے اُس کو دونوں راستے (اچھائی و برائی کے) دکھا دیے۔"

★ پھر سورۃ الشمس میں فرمایا: " وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ " (سورۃ الشمس آیت ۷-۸ پارہ ۳۰)

یعنی: " اور قسم ہے (انسان کے) نفس کی، اور اُس ذات کی کہ جس نے اُسے (تمام ظاہری اور باطنی صلاحیتوں کے ساتھ) درست کیا، پھر اُس کو برائی اور اچھائی (تقویٰ) دونوں کو الہام کیا۔" (سورۃ الشمس)

★ اس طرح علم و عقل کی صلاحیت دینے کے بعد خدا نے انسان کی ہدایت فرمائی، اُس کو

www.drhasanrizvi.com

اخلاقی حُسن عطا کیا، جس کی بنا پر وہ فطری طور پر اچھائی بُرائی کو جان سکتا ہے۔ ہر انسان از خود بعض کاموں کو بُرا سمجھتا ہے، کچھ کو اچھا سمجھتا ہے۔

(۴) اسی طرح انسان کو ضمیر سے نوازا۔ اُس ضمیر کو انسان کتنی ہی تھپکیاں دے کر سلادے، جتنا بھی چاہے اُس کو بے حس بنانے کی کوششیں کرے، ضمیر کی آواز بالکل ختم کر دینے پر قادر نہیں،

(۵) پھر ہدایت کے لیے زمین و آسمان کی بے شمار تخلیقات کا انبار لگا دیا۔ ہر ذرّہ اور ہر چیز اپنے مالک کا پتہ بتا رہی ہے، ہر ذرہ بتا رہا ہے کہ:

؎ حقیقت ایک ہے ہر شے کی نوری ہو کہ ناری ہو :: لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دل چیریں

؎ ہر ورقی دفترے است معرفتِ کردگار

(۶) پھر تاریخ بتا رہی ہے کہ کوئی بالاتر قوّت انسان پر حکمرانی کر رہی ہے، جس کی مشیّت ہر چیز پر غالب ہے۔ پھر انسان کی عقل بتا رہی ہے کہ جزا و سزا ملنی ضروری ہے۔ اخلاق اور قانونِ مکافات میں لازم و ملزوم کا تعلّق ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔ یہ بھی مسلّم ہے کہ دنیا میں بے شمار جرائم کی سزا قطعاً نہیں ملتی اور بے شمار نیکیوں کا کوئی صلہ نہیں ملتا۔ ہر انصاف کا تصوّر رکھنے والا انسان گواہی دیتا ہے کہ کوئی مقام اس دنیا کے بعد ضرور ہے جہاں انصاف ہوگا، اور انصاف اور عدل کا راج اور بول بالا ہوگا۔

؎ وہ دنیا تھی جہاں پر بند کرتے تھے زباں میری :: یہ محشر ہے، یہاں سننی پڑے گی داستاں میری

پھر اسی بات کو واضح طور پر سمجھانے کے لیے خدا نے انبیاءؑ بھیجے، کتابیں اُتاری، جنھوں نے صاف صاف بتا دیا کہ شکر کی راہ کونسی ہے؟ اور کفر و انکار کی راہ کونسی ہے؟

انبیاءؑ کی تعلیمات پورے عالمِ انسانیت میں اس طرح پھیل گئیں کہ کوئی انسان نیکی اور بدی

www.drhasanrizvi.com

کے تصوّر کے جانے بغیر نہ رہ سکا۔ آج جو لوگ انبیاءؑ کے منکر ہیں وہ بھی انبیاءؑ کرام کی بہت سی تعلیمات پر عمل کر رہے ہیں، حالاں کہ وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ انبیاءؑ کرام کی تعلیمات ہیں۔

٭ (تفسیر کبیر۔ تفہیم) ٭

٭ اب کیوں کہ انسان کو امتحان لینے کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور امتحان ہی کے ذریعہ انسان مکمّل ہوتا ہے، اِس لیے ضروری ہوا کہ انسان کو ضروری صلاحتیں عطا فرمائی جائیں۔ اِسی کو ہدایتِ تکوینی کہتے ہیں۔ پھر انسان کے اندر ترقّی کا عشق دیا، راستہ دکھایا۔ اِس طرح فطری ہدایت بھی کر دی، اور آسمانی رہبر اور کتابیں بھی بھیج دیں۔ گویا ہدایتِ تکوینی اور ہدایتِ تشریعی دونوں مہیا فرما دیں۔ پھر انسان کو عمل کا اختیار دے دیا۔ پھر فرمایا: اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا " (ہم نے راستے کی ہدایت کر دی، راستہ دکھا دیا، اب چاہو تو شکر ادا کرنے والے بن جاؤ اور چاہو تو انکار کرنے والے ناشکرے بن جاؤ۔) (القرآن)

" شاکر " کے معنی خدا کی ہدایت کو قبول کرنے والے، اُس کی قدر کرنے والے، ان کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے والے۔ اب جنہوں نے خدا کی ہدایات کی مخالفت کی، وہ اِنکار کرنے والے ٹھہرے۔

" کَفُوْرًا ": مبالغہ کا صیغہ ہے۔ کیوں کہ جو لوگ خدا کی ہدایات کو نظر انداز کر دیتے ہیں وہ سب سے بُرے کفرانِ نعمت کے مرتکب ہوتے ہیں۔

٭ (تفسیر نمونہ) ٭

" کفورًا " ایک ایسا لفظ ہے کفرانِ نعمت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور کفرِ اعتقادی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ٭ (مفردات امام راغب) ٭

هَدَيْنٰهُ: یعنی اللہ نے انسان کو خیر و شر کے دونوں راستے دکھا کر شکر کرنے یا کفر و انکار کرنے پر مجبور نہیں کیا بلکہ انسان اپنے اختیار سے جو راستہ چاہے منتخب کرلے۔ البتہ روزِ محشر کافروں کے لیے عذابِ جہنم اور مومنوں کے لیے بہشت کی پیشکش ہوگی، تاکہ اتمامِ حجت ہو جائے۔ ٭ (تفسیر انوار النجف)

اِنَّآ اَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِيۡنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغۡلٰلًا وَّسَعِيۡرًا ﴿۴﴾

(۴) کفر و انکار کرنے والوں کے لیے ہم نے زنجیریں، طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ بالکل تیار کر رکھی ہے۔

اِنَّ الۡاَبۡرَارَ يَشۡرَبُوۡنَ مِنۡ كَاۡسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوۡرًا ۚ ﴿۵﴾

(۵) (لیکن) نیک لوگ یقیناً جنت کے باغوں میں شراب کے ایسے ساغر پئیں گے جن میں کافور کی آمیزش ہوگی (یعنی وہ شراب صاف شفاف خوشبودار ٹھنڈی اور بے حد مزے دار ہوگی۔)

آیت ۴ کی تشریح جو شخص دنیا میں اپنی غلط خواہشات کا قیدی بن کر رہے گا، وہ قیامت میں اُنہی خواہشات کی آگ کا قیدی بن جائے گا۔ اور یہی خواہشات کی آگ اُس کے لیے آگ کی زنجیریں بن جائیں گی۔ * (تفسیر نمونہ) *

آیت ۵ میں "ابرار" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی (۱) اپنے مالک کی اطاعت کرنے والے (۲) مالک کے مقرر کیے ہوئے فرائض ادا کرنے والے (۳) اور اُس کے حرام کیے کاموں سے بچنے والے لوگ۔

* آخر میں فرمایا کہ "مِزَاجُهَا كَافُوۡرًا" یہ بہتا ہوا چشمہ ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ وہ پانی کافور ملا ہوا پانی نہ ہوگا بلکہ قدرتی چشمہ ہوگا، جس کا پانی ٹھنڈا اور خوشبو سے معطر ہوگا، البتہ اُس کی خوشبو کافور جیسی ہوگی۔ * (تفہیم، تفسیر کبیر) * "اس جگہ ابرار سے مراد علیؑ فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ ہیں" (متفق علیہ)

[illegible]

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ﴿٦﴾ (۶) وہ بہتا ہوا چشمہ ہوگا، جس کے پانی کے ساتھ بیٹھ کر اللہ کے بندے شراب پئیں گے، اور جہاں چاہیں گے بیٹھے بیٹھے آسانی کے ساتھ اُس چشمے سے نہریں نکال کر بہالے جائیں گے۔

"عِبَادُ اللّٰهِ"

خداوندِ عالم کا جنت والوں کو اپنے اسمِ ذات کے ساتھ "عِبَادُ اللّٰهِ" اللہ کے غلام فرمانا، اُن کے شرف اور عظیم مرتبے کو ظاہر کرنے کے لیے ہے۔

* (ابنِ کثیر۔ معالم بقول ابنِ عباسؓ) *

"عِبَادُ اللّٰهِ" یعنی اللہ کے بندے۔ اور "عِبَادُ الرَّحْمٰنِ" یعنی رحمان کے بندے قرآن میں یہ الفاظ نیک بندوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ یعنی بُرے لوگوں کو خدا اس قابل نہیں سمجھتا کہ اپنے نام کے ساتھ منسوب کرے۔ ہاں اطاعت گذار بندوں کو خدا اپنے اسمِ ذات کے ساتھ منسوب فرماتا ہے۔ یہ اُن کی عزت اور مرتبے کا اظہار ہے اور اُن کی اطاعت کا نتیجہ ہے۔

* (تفسیرِ کبیر۔ تفہیم) *

"عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا" یہ ایک خاص چشمہ ہے جس سے خدا کے خاص بندے پئیں گے، اور اسے جہاں جہاں چاہیں گے صرف ایک اشارے پر بہا بہا لے جائیں گے۔

* (تفسیرِ نمونہ) *

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ فرمایا: شرابِ طہور کا چشمہ پیغمبرِ اسلامؐ کے گھر میں ہے، اور وہیں سے تمام انبیاءِ کرامؑ اور مومنین کے گھروں میں جاری ہوگا۔ (تفسیرِ نور الثقلین۔ تفسیر روح اللہ جلد ۹)

www.drhasanrizvi.com

ابرار کون ہوتے ہیں ؟

اگلی آیات میں ابرار "نیک لوگوں" کی صفات بیان کی گئی ہیں - جن کا خلاصہ یہ ہے کہ (۱) ابرار وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی نذر اور عہد کو پورا کرتے ہیں۔

(۲) قیامت کے دن خدا کے سامنے کھڑے ہو کر حساب دینے سے ڈرتے ہیں۔

(۳) خود حاجتمند ہونے کے باوجود حاجتمندوں کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔

(۴) احسان کرنے کے بعد کسی قسم کی تعریف یا شکریہ کی توقّع کے خواہشمند نہیں ہوتے۔

(۵) کیوں کہ وہ جس پر احسان کرتے ہیں وہ خدا کو خوش کرنے کے لیے کرتے ہیں، لوگوں کی تعریف سننے کے لیے نہیں کرتے۔

(۶) غرض ہر معاملے میں خدا کی اطاعت کرتے ہیں۔

(۷) وہ لوگوں کو تکلیف نہیں دیتے، شر پر راضی نہیں ہوتے۔

(۸) مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں اور خود بھوکے رہتے ہیں۔

ائمہ اہلِ بیتؑ اور اُن کے موافقین اور اکثر مخالفین کا اِس امر پر اتّفاق ہے کہ اِس جگہ ابرار کے مصداق علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ ہیں اور یہ آیات ان ہی کے بارے میں اُتریں۔

* (تفسیر انوار النجف) *

یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ (۷) یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی نذر پوری
يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝ کرتے ہیں یعنی جو کچھ اپنے اوپر واجب
کر لیتے ہیں اُس کو پورا کرتے ہیں) اور اُس دن سے ڈرتے ہیں جس کی
مصیبت ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی۔

ف ۱ نذر پوری کرنے کے معنی (۱) جو کچھ اللہ نے اُن پر واجب کیا ہے اُس کو پورا کرنا۔

www.drhasanrizvi.com

(۲) جو کچھ آدمی نے خود اپنے اوپر واجب کیا ہے، یعنی وعدہ کیا ہے کہ اگر میرا فلاں کام اللہ کردے گا تو میں فلاں نیک کام کروں گا، اُس کو پورا کرنا۔

عام طور پر دوسرا مفہوم مراد لیا جاتا ہے۔ بہر حال یہاں اُن لوگوں کی تعریف کی گئی ہے جو اللہ کے مقرر کیے ہوئے واجبات کو بھی پورا کرتے ہیں اور جو کچھ خود اپنے اوپر عہد یا نذر کرکے واجب کرلیتے ہیں اللہ کے لیے اُس کو بھی پورا کرتے ہیں۔

عام طور پر اگر کوئی کام نہ ہوتا ہو تو بندہ خدا سے یہ نذر کرے کہ مالک! اگر میری فلاں حاجت پوری ہوجائے گی تو میں شکرانے میں فلاں نیک کام کروں گا۔ فقہاء اِس کو نذرِ تبرّر یعنی نیکی کی نذر کہتے ہیں۔ تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ اِس کو پورا کرنا واجب ہے۔

البتہ ناجائز کاموں کی نذر کرنا اور اُن کا پورا کرنا جائز نہیں۔ البتہ اگر انسان کوئی مباح کام اپنے اوپر نذر کرکے لازم کرے یا کوئی مستحب کام نہ کرنے کا عہد کرے تو اس کو فقہاء نذرِ لجاج یعنی جہالت، جھگڑالوپن اور ضد کی نذر کہتے ہیں۔ یہ نذر جائز نہیں۔ کیوں کہ:

جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی نذر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

نیز حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "صرف وہ نذر پوری کرنی چاہیے جو اللہ کی اطاعت میں ہو۔ اللہ کی نافرمانی کرنے کی نذر ہرگز پوری نہیں کرنی چاہیے۔ جس نے یہ نذر مانی ہو کہ اللہ کی اطاعت کرے گا اُسے اللہ کی اطاعت کرنی چاہیے، اور جس نے یہ نذر مانی ہو کہ اُسے نافرمانی کرنی چاہیے، اُس کو نافرمانی نہیں کرنی چاہیے۔

٭ (بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) ٭

٭ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کوئی نذر اور کوئی قسم کسی ایسے کام میں جائز نہیں ہے جو آدمی کے بس میں نہ ہو، یا اللہ کی نافرمانی میں ہو۔ یا قطعِ رحمی کے لیے ہو۔"

٭ (ابوداؤد) ٭

٭ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ: ایک دفعہ حضورِ اکرمؐ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے، دیکھا کہ

www.drhasanrizvi.com

ایک صاحب دھوپ میں کھڑے ہیں ۔ بتایا گیا کہ یہ ابو اسرائیل ہیں، انہوں نے نذر مانی ہے کہ کھڑے رہیں گے بیٹھیں گے نہیں، نہ سایہ کریں گے، نہ کسی سے بات کریں گے، اور روزہ بھی رکھیں گے۔

اس پر جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: "ان سے کہو، بات کریں، سائے میں آئیں، بیٹھیں، البتہ روزہ پورا کریں۔"

* (بخاری ۔ ابوداؤد ۔ ابنِ ماجہ ۔ موطا) *

* عقبہ بن عامر کی بہن نے نذر کی کہ ننگے پاؤں حج کروں گی، سفرِ حج میں کپڑا سر پر نہ ڈالوں گی"۔ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: "کہو، سواری پر جائے اور سر ڈھانکے۔"

* (ابوداؤد، مسلم) *

* حضورِ اکرمؐ نے یہ بھی فرمایا: "اللہ کو ایسی نذر کی کوئی ضرورت نہیں، اُس سے کہو کہ وہ سواری پر جائے۔"

* (ابوداؤد) *

* حضورِ اکرمؐ نے حج کے موقع پر دیکھا کہ ایک بڑے میاں کو لوگ سنبھالے لیے جا رہے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا: معاملہ کیا ہے؟ عرض کی پیدل چلنے کی نذر مان لی ہے۔

حضورؐ نے فرمایا: "اللہ کو اس کی ضرورت نہیں کہ یہ شخص اپنے نفس کو عذاب میں ڈالدے۔ پھر آپؐ نے حکم دیا کہ سواری پر سوار ہو۔"

* (بخاری، مسلم، ابوداؤد) *

* اگر نذر پوری کرنا ممکن نہ ہو تو دوسری طرح سے بھی نذر پوری کی جا سکتی ہے مثلاً حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضؓ کہتے ہیں کہ فتحِ مکّہ کے دن ایک شخص نے حضورِ اکرمؐ سے عرض کی کہ: "میں نے نذر کی تھی کہ اگر خدا نے مکّہ آپؐ کے ہاتھ پر فتح کرا دیا تو بیت المقدس میں رکعت نماز پڑھوں گا۔"

حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "یہیں پڑھ لو، قسم ہے اُس ذات کی جس نے محمدؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اگر تم یہیں نماز پڑھ لو تو بیت المقدس میں نماز پڑھنے کے بدلے تمہارے لیے کافی ہوگی۔"

* (ابوداؤد) *

www.drhasanrizvi.com

★ اسلام قبول کرنے سے پہلے اگر کسی نے نیک کام کی نذر مانی ہو تو کیا اسلام قبول کرنے کے بعد اُس کو پورا کرنا ہوگا؟ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "اُسے پورا کیا جائے۔"

★ (بخاری۔ ابو داؤد۔ طحاوی) ★

★ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا: "معصیت میں کوئی نذر نہیں اور اُس کا کفارہ قسم توڑنے کا کفارہ ہے۔"

★ (ابو داؤد) ★

★ ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے معصیت کی نذر مانی وہ قسم کا کفارہ دے۔ جس نے ایسی نذر مانی جو پوری نہ کر سکتا ہو، اُس کا کفارہ دے۔ اور جو نذر پوری کر سکتا ہے وہ پوری کرے۔"

★ (ابو داؤد) ★

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ⑧	(۸) اور وہ اللہ کی محبت میں غریب، یتیم اور جنگی قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

★ مطلب یہ ہے کہ "وہ صرف اللہ کی محبت کی وجہ سے کھانا کھلاتے ہیں۔ اِس میں خلوصِ نیت کی طرف اشارہ ہے۔"

★ (تفسیر روح المعانی) ★

شانِ نزول شیعہ سُنی تمام روایات میں ہے کہ "ایک دفعہ حسنؑ و حسینؑ بیمار ہوئے۔ جناب رسولِ خداؐ نے حضرت علیؑ و فاطمہؑ سے فرمایا کہ تم نے اِن کی صحت کے

لیے نذر کیوں نہ کی ؟

اِس پر حضرت علیؑ و حضرت فاطمہؑ اور اِن کی کنیز حضرت فضہؑ نے تین روزے مسلسل رکھنے کی نذر فرمائی ۔ جب حسنینؑ صحتیاب ہوئے تو روزے رکھے ۔ جب افطار کا وقت آیا تو کسی نے دروازے پر آواز دی کہ "مسکین ہوں" (میرا سارا گھر بھوکا ہے) سب نے اپنے اپنے حصہ کی روٹیاں اُس مسکین کو دے دیں ۔ خود صرف پانی سے افطار کیا ۔

دوسرے دن پھر جب افطار کا وقت آیا تو کسی نے آواز دی "میں یتیم ہوں" (میرے سب بھائی بہن بھوکے ہیں) سب نے اپنی اپنی روٹیاں اُسے دے دیں ۔

اسی طرح تیسرے دن ایک قیدی سائل نے افطار کے وقت آواز دی ، سب نے اپنی اپنی روٹیاں قیدی سائل کو دے دیں ۔ (حسنینؑ نے بھی تینوں روزے رکھے اور روٹیاں دیں)

چوتھے دن حضرت علیؑ مع حسنینؑ کے جناب رسولِ خداؐ کی خدمت میں آئے ، تو جناب رسولِ خداؐ اُن بچوں کا ضعف (اور بےحد کمزوری) دیکھ کر حیران ہو گئے ۔ اتنے میں حضرت جبرئیل امینؑ سورۃ ھَلۡ اَتٰی (الدّھر) لے کر نازل ہوئے ۔ یہ سب آیات اِنھیں حضراتؑ کی شان میں ہیں ۔

* (تفسیر صافی ص۵۱۸ ۔ تفسیر مجمع البیان بطریق شیعہ و سنی ۔ کتاب احقاق الحق جلد ۳ ص۱۵۷ تا ص۱۷۱ پر اہلِ سنت کے ۳۶ علمار کے حوالے موجود ہیں ۔ الغدیر جلد ۳ ، تفسیر ابن عباسؓ ۔ تفہیم ، کشاف ، تفسیر کبیر امام رازی ، نیشاپوری) *

* بعض سنّی اکابرین نے لکھا کہ : "ضروری نہیں ہے کہ یہ آیات اسی واقعہ پر نازل ہوئی ہوں ۔ اِس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آیات اِس واقعے پر ٹھیک چسپاں ہوتی ہیں ۔ یعنی یہ واقعہ اِن آیات کے حکم میں داخل ہے ۔ * (بمطابق قول امام سیوطی فی اتقان ۔ حافظ ابنِ تیمیہ ، تفہیم مولٰنا مودودی) *

www.drhasanrizvi.com

"عَلٰی حُبِّہٖ" یعنی: "اللہ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں"۔

* اکثر مفسّرین نے حُبِّہٖ کی ضمیر کا مرجع کھانے کو قرار دیا ہے۔ یعنی کھانا اُن کو پسند ہے۔ مگر خود نہیں کھاتے۔ ضرورت اور پسند کے باوجود دوسروں کو کھلاتے ہیں۔

* ابن عباسؓ اور مجاہد نے کہا کہ: "غریبوں کی خدمت کے شوق میں وہ ایسا کرتے ہیں۔" اگلی آیت بھی اس معنی کی تائید کرتی ہے کہ "ہم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے تمھیں کھانا کھلاتے ہیں۔

* (تفسیر کبیر) *

* پرانے زمانے میں قیدیوں کو ہتھکڑیوں، بیڑیوں میں پھرنے اور بھیک مانگنے کی اجازت تھی۔ بعد میں اسلامی حکومت نے یہ طریقہ بند کیا۔

* (کتاب الخراج، امام ابو یوسف) *

* حضرت علیؑ نے خود کئی مواقع پر ان آیات کو اپنی اور حسنؑ حسینؑ کی فضیلت اور ان کی شان میں اُترنے کو بیان فرمایا ہے۔

* ("احتجاج" طبرسیؒ "خصال" صدوقؒ تفسیر المیزان جلد ۲۰) *

* آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی جو عظیم سنّی مفسّر ہیں کہتے ہیں: "اگر ہم یہ کہیں کہ یہ سورۃ علیؑ و فاطمہؑ کے بارے میں نہیں اترا ہے، تب بھی اُن کی شان، قدر و منزلت میں کوئی کمی نہ ہوگی، کیوں کہ اُن کا "ابرار" کے عنوان میں داخل ہونا قطعاً واضح اور آشکار ہے جسے ہر شخص مانتا ہے۔ اُن بزرگ ہستیوں کے بارے میں سوا اِس کے کیا کہا جاسکتا ہے کہ علیؑ مومنین کے مولیٰ (آقا) اور پیغمبرؐ کے وصی ہیں، اور فاطمہؑ پیغمبرؐ کے بدن کا حصّہ ہیں اور وجودِ محمدیؐ کا جز ہیں، اور حسنینؑ رسولِ خداؐ کے رَوح اور ریحان ہیں، اور جوانانِ جنّت کے سردار ہیں، جو شخص اس کے علاوہ کوئی راستہ اختیار کرے وہ گمراہ ہے۔"

* (تفسیر روح المعانی جلد ۲۹ صـ۱۵۸) *

www.drhasanrizvi.com

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اسیروں (قیدیوں) کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔" مسلمانوں نے جب یہ سُنا تو اکثر وہ اپنا کھانا بھی قیدیوں کو دے دیا کرتے تھے اور اُن کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے۔"

★ (کامل ابن اثیر جلد ۲) ★

اِنَّمَا نُطۡعِمُكُمۡ لِوَجۡهِ اللّٰهِ لَا نُرِيۡدُ مِنۡكُمۡ جَزَآءً وَّلَا شُكُوۡرًا ﴿۹﴾

(۹) (اِس نیّت سے کہ) ہم تمھیں صرف اللہ کی خوشی حاصل کرنے کے لیے کھلاتے ہیں۔ ہم تم سے نہ تو کوئی بدلہ چاہتے ہیں' اور نہ شکریہ۔

★ خداوندِعالم کا آلِ محمدؐ کے لیے یہ فرمانا کہ: "اِنَّمَا نُطۡعِمُكُمۡ لِوَجۡهِ اللّٰهِ" "ہم تمھیں اللہ کے لیے کھانا کھلاتے ہیں۔" اِس سے معلوم ہوا کہ عمل کی جان' قدر و قیمت خلوص نیّت پر ہے۔ اگر عمل ریاکاری کے لیے صرف اپنی خواہشوں کے پورا کرنے کے لیے کیے جائیں' یا مادّی اجر و ثواب حاصل کرنے کے لیے کیے جائیں تو خدا کے نزدیک اُن کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ اِسی لیے

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"کوئی عمل بغیر نیّت کے نہیں ہوتا' اور اعمال کی قدر و قیمت کا دار و مدار نیّتوں پر ہے۔"

★ (تفسیر نمونہ) ★

★ قرآن میں حکم دیا گیا کہ: "وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ اللّٰهِ" "اور تم اللہ کے علاوہ کسی کے لیے انفاق (خیرات) نہ کرو۔" (سورۃ البقرۃ آیت ۲۷۲ پارہ ۳)

www.drhasanrizvi.com

* سورۃ الکہف میں فرمایا: " وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ "

یعنی: (اے رسولؐ!) "ایسے لوگوں کے ساتھ رہو جو صبح و شام اپنے پالنے والے مالک کو پکارتے ہیں اور اُسی کی ذات کو چاہتے ہیں۔" (سورۃ الکہف آیت پارہ ۱۵)

کھانا کھلانے کی فضیلت

* جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص تین آدمیوں کو کھانا کھلائے گا، خداوندِ کریم اُسے آسمانوں کے ملکوت میں سے جنّت الفردوس کا کھانا کھلائے گا، ۲۔ جنّتِ عدن کا کھانا ۳۔ جنّتِ طوبیٰ کا کھانا (طوبیٰ جنّتی شجر کا کھانا) کھلائے گا۔ اور جنّتِ عدن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے یدِ قدرت سے شجرِ طوبیٰ کو لگایا ہے۔"

* (اصولِ کافی جلد ۲۔ روح الحیات صہ ۲۴۴ علامہ مجلسیؒ)

* فرزندِ رسولؐ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "جو شخص کسی مومن کو کھانا کھلائے گا، یہاں تک کہ وہ سیر ہو جائے، تو مخلوقِ خدا میں کوئی نہیں جانتا کہ اُسے آخرت میں کتنا اجر ملے گا، نہ کوئی خدا کا مقرب فرشتہ جان سکتا ہے اور نہ کوئی نبیِ مرسلؑ۔ اُس کا اجر صرف خدا ہی جانتا ہے، جو عالمین کا پالنے والا مالک ہے۔"

* (اصولِ کافی جلد ۲) *

* نیز امام علیہ السلام نے فرمایا: "اگر میں کسی محتاج کو کھانا کھلاؤں، تو یہ بات میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں صرف اُس سے ملاقات کروں یا ملنے کے لیے جاؤں۔ اگر میں کسی مومن سے ملنے کے لیے جاؤں تو یہ بات میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں دس غلاموں کو آزاد کروں۔"

* (اصولِ کافی جلد ۲) *

* مومن اگر محتاج نہ ہوں تب بھی اُن کو کھانا کھلانا غلاموں کو آزاد کرنے کے برابر ہے۔

* (تفسیر نمونہ) * (البتہ بھوکوں کو کھانا کھلانا افضل عمل ہے)

www.drhasanrizvi.com

★ حسین بن نعیم سے منقول ہے کہ ایک روز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے سوال کیا "کیا تم برادرِ مومن کو دوست رکھتے ہو؟"

★ میں نے عرض کی: "جی ہاں، یا مولیٰ! بیشک۔"

★ آپؑ نے فرمایا: "کبھی اُن کو اپنے کھانے میں شریک کرتے ہو؟"

★ میں نے عرض کی: "اکثر ایک یا دو یا اس سے زیادہ میرے دسترخوان پر شریکِ طعام رہتے ہیں۔"

★ آپؑ نے فرمایا: "یہ اُن کا احسان تم پر تمہارے اُس احسان سے زیادہ ہے۔"

★ میں نے عرض کی: "یہ کیوں کر؟ میں تو اُن کو لذیذ طعام میں شریک کرتا ہوں۔"

★ آپؑ نے ارشاد فرمایا: "سنو! جس وقت تمہارے گھر میں داخل ہوتے ہیں تو تمہارے اور تمہارے عیال کے گناہ بخشے جاتے ہیں، اور جب وہ جاتے ہیں تو تمہارے اور تمہارے عیال کے گناہوں کو بھی ساتھ لے جاتے ہیں۔"

(یعنی اُن کے ذریعہ گناہ بخشے جاتے ہیں) ★ (روح الحیات ص ۵۳۸ علامہ مجلسیؒ) ★

★ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "خدا کے نزدیک افضل اعمال میں سے ایک عمل پیاسوں کو ٹھنڈا پانی پلانا ہے، اور بھوکے لوگوں کو سیر کرنا ہے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے، جو بندہ رات کو سیر ہو کر سو جائے اور اُس کا بھائی یا مسلمان ہمسایہ بھوکا ہو، تو وہ مجھ پر ایمان ہی نہیں لایا۔" (بحار الانوار جلد ۷۴)

★ بھوکے پیاسے جانوروں کو سیر و سیراب کرنا بھی اسی میں شامل ہے۔

(بحار الانوار - تفسیر نمونہ)

★ بحار الانوار جلد ۷۴، میں علامہ مجلسیؒ نے اس عنوان پر ۱۱۳ حدیثیں لکھیں۔

★ پرندوں کے لیے ایک مٹی کے برتن میں پانی اور دوسرے برتن میں باجرہ ڈال کر مکان کی چھت پر رکھ دیا جائے تو یہ کام بھی موجب اجرِ عظیم ہو سکتا ہے۔

www.drhasanrizvi.com

اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ﴿۱۰﴾

(۱۰) ہم اپنے مالک کی طرف کے اُس دن کے عذاب سے ڈرتے ہیں جو بہت ہی سخت مصیبت کا انتہائی لمبا دن ہوگا۔

★ اس آیت نے ایسے صوفیاء کے عقیدے کی نفی کر دی جو خوفِ آخرت سے کسی عمل کے انجام دینے کو اخلاص کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ★ (مرشد تھانوی) ★

★ "عَبُوْسًا" یعنی منھ بنانے والا، تیوری چڑھانے والا، بہت سخت، منھ بگاڑ دینے والا، سخت ترین دن، مکروہ دن، جس دن منھ بگڑ جائیں گے۔

★ (قاموس - مفردات امام راغب، لغات القرآن نعمانی) ★

★ قیامت کے دن کو عبوس کہا ہے۔ یعنی سخت دن۔ "عبوس" ایسے لوگوں کو کہتے ہیں کہ جن کے چہرے بگڑ جاتے ہیں۔ قیامت کی وحشت سے لوگوں کے چہرے بگڑ جائیں گے اور خود قیامت کا دن بھی بگڑے ہوئے چہرے والا ہوگا۔ قمطریر بھی عبوس ہی کے معنی میں ہے۔

★ (مفردات امام راغب۔ لسان العرب۔ المنجد۔ قرطبی۔ مجمع البیان) ★

فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ﴿۱۱﴾

(۱۱) پس اللہ انھیں اُس دن کی سختی سے بچالے گا اور اُنھیں تازگی اور بے انتہا خوشی عطا کرے گا۔

www.drhasanrizvi.com

★ آیت ۱۱ کی تشریح | جنتیوں کے چہرے تازہ ہوں گے جو اُن کے قلبی سرور کے غمّاز ہوں گے۔

اسی سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن ساری سختیاں ہولناکیاں صرف کفّار اور مجرمین ظالمین کے لیے ہوں گی۔ نیک لوگ قیامت کے دن خوش وخرّم ہوں گے۔ اسی بات کو سورۃ الانبیاء میں یوں فرمایا:

" لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ "

یعنی: " وہ انتہائی گھبراہٹ کا وقت بھی اُن کو ذرا پریشان نہ کرے گا، ملائکہ بڑھ بڑھ کر اُن کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے کہ یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔"
(سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۳ پارہ ۱۷)

★ سورۃ النمل میں فرمایا: " مَنْ جَاۗءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَىِٕذٍ اٰمِنُوْنَ ۝ " (سورۃ النمل آیت ۸۹ پارہ ۲۰)

یعنی: " جو شخص بھلائی لے کر آئے گا اُسے اُس سے کہیں زیادہ صلہ ملے گا اور ایسے لوگ اُس دن کے خوف سے محفوظ ہوں گے۔"

وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿۱۲﴾

(۱۲) اور اُن کے صبر و برداشت کے بدلے میں جنّت کے سرسبز و شاداب گھنے باغ اور ریشمی لباس عطا کرے گا۔

★ یہاں صبر کے وسیع معنی ہیں۔ حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

" صبر کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) صبر علی الطاعۃ (۲) صبر علی المعصیۃ (۳) صبر

www.drhasanrizvi.com

علی المصیبۃ ۔ یعنی: ۱ اللہ کی اطاعت پر صبر ۲ گناہ نہ کرنے پر صبر ۳ مصیبت پر صبر"
اور جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جو مصیبت پر صبر کرے گا اللہ اُس کو تین سو درجے آخرت میں عطا فرمائے گا، جس کے ایک درجے کا فاصلہ زمین سے آسمان ہوگا۔ اور جو اطاعتِ الٰہی کی زحمتوں پر صبر کرے گا اُس کو چھ سو درجے عطا کرے گا جس کے ایک درجے کا فاصلہ منتہائے زمین سے آسمان تک ہوگا اور جو شخص ترکِ گناہاں پر صبر کرے گا، اُس کے لیے نو سو درجے لکھے جائیں گے جس کے ایک درجے کا فاصلہ منتہائے زمین سے عرش تک ہوگا۔" * (روح الحیات ص ۳۰ علامہ مجلسیؒ) *

* گویا اللہ کی خوشی کے لیے اپنی جان، مال، وقت، محنت، اولاد، قوتیں، صلاحیتیں خرچ کرنا، ہر اُس لالچ کو ٹھکرا دینا جو اللہ کی اطاعت سے ہٹائے، ہر اُس خطرے اور تکلیف پر صبر اور برداشت کرنا جو اطاعتِ الٰہی میں پیش آئیں۔ ہر اُس فائدے اور لذت کو چھوڑ دینا جو حرام طریقوں سے حاصل ہو۔ ہر اُس نقصان کو برداشت کرنا جو حق کے لیے ہو، اور یہ صبر و برداشت اِس لیے ہو کہ خدا کا حکم ہے اور خدا ہی سے اِس کا اجر و ثواب لینا مقصود ہے۔

* (تفسیرِ کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم) *

مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾

(۱۳) وہاں وہ اونچی اونچی مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ نہ وہاں انھیں دھوپ کی گرمی ستائے گی اور نہ سردی کا ٹھٹرنا۔

---

* جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: "جہنم میں ایک جگہ ایسی ہے کہ جہاں سردی کی شدت کی وجہ سے

www.drhasanrizvi.com

جسم کے اعضاء ریزہ ریزہ ہوکر ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے۔" ★ (تفسیر درِ منثور جلد ۶) ★

★ عظیم سنّی مفسّر آلوسی، حضرت ابنِ عباس سے روایت فرماتے ہیں کہ:

" جب جنّتی جنّت میں داخل ہوں گے تو اچانک سورج کی روشنی کی مانند روشنی مشاہدہ کریں گے جو جنّت کے تمام مناظر کو روشن کر دے گی۔ جنّتی رضوان (جنّت کے داروغہ) سے کہیں گے "یہ نور کیسا ہے؟" جبکہ خدا نے تو یہ فرمایا تھا کہ "جنّت میں نہ سورج کو دیکھیں گے نہ سردی کو"۔ رضوانِ جنّت کہیں گے کہ یہ سورج یا چاند کا نور نہیں ہے، بلکہ جب علیؑ و فاطمہؑ ہنستے ہیں تو جنّت اُن کے دانتوں کے نور سے روشن ہو جاتی ہے۔" ★ (تفسیر روح المعانی جلد ۲۹) ★

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا (۱۴) اور اُن پر (جنّت کے گھنے باغوں کی) وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا (۱۴) چھاؤں جھک جھک کر سایہ کر رہی ہوگی، اور وہاں کے پھل ہر وقت اُن کے آگے جھکے ہوئے اُن کے قابو میں ہوں گے جنھیں توڑنا اُن کے لیے بالکل آسان ہوگا۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآنِيَةٍ مِّنْ (۱۵) اور اُن کے آگے چاندی کے برتن اور فِضَّةٍ وَّأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا۠ (۱۵) شیشے کے جام (پر جام) گھمائے جا رہے ہوں گے۔

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "جنّت کی چاندی میں سے نظر اسی طرح گزر جائے گی جس طرح شیشے میں سے گزر جاتی ہے۔"

★ (تفسیر صافی۔ تفسیر مجمع البیان) ★

www.drhasanrizvi.com

قَوَارِيرَا۟ مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ﴿۱۶﴾

(۱۶) شیشے بھی ایسے کہ جو چاندی کی قسم کے (چمکدار) ہوں گے، جنھیں بالکل صحیح اندازے کے ساتھ بھرا گیا ہوگا۔

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ "انسان کی آنکھ کا نور جنت کی چاندی میں اس طرح داخل ہو جائے گا جیسا دنیا کے شیشے اور بلور میں داخل ہو جاتا ہے۔" ★ (مجمع البیان جلد ۱۰)

★ ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ: "جنت کی تمام نعمتیں اپنی مثل و نظیر اور مشابہت رکھتی ہیں سوائے بلوریں اور شیشے کے برتنوں کے، جو چاندی سے بنے ہوں گے جس کی دنیا میں کوئی شبیہ و نظیر نہیں۔
★ (تفسیر روح المعانی) ★

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ﴿۱۷﴾

(۱۷) اور اُنھیں وہ جام پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔

عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّىٰ سَلْسَبِيلًا ﴿۱۸﴾

(۱۸) یہ جنت کا ایک چشمہ ہوگا جس کا نام سلسبیل ہے۔

★ پہلے تو فرمایا کہ اُس چشمے کے پانی میں کافور ملا ہوگا۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ اُس میں سونٹھ کا پانی بھی ملا ہوگا۔ اصل میں یہ وہ خوشبوئیں ہیں جو عرب پسند کرتے تھے، اور اُس وقت بہت رائج تھیں۔ اور خوشبوؤں کے ذکر کا مطلب یہ ہے کہ وہ شربت بیحد خوشگوار، مزیدار اور سکون بخش ہوگا۔ کیوں کہ عرب

صرف اِنہی خوشبوؤں کو جانتے تھے، اِس لیے صرف اِنہی کا ذکر کیا گیا۔ اِسی طرح جن کپڑوں کا ذکر کیا گیا ہے، یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ بس وہی کپڑے جنّت میں ہوں گے، بلکہ جو بلند سے بلند، بہتر سے بہتر تصوّر کپڑوں کا ممکن ہے، جنّت کی ہر چیز کا معیار اُس سے بھی کہیں بلند ہوگا۔ * (فصل الخطاب) *

؎ ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں ∴ اب دیکھیے کہ رُکتی ہے جا کر نظر کہاں

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۚ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ⑲

(۱۹) اور اُن کی خدمت کے لیے ایسے لڑکے (دوڑتے بھاگتے) چاروں طرف چکر لگا رہے ہوں گے، جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔ تم جب اُنھیں دیکھو گے تو سمجھو گے کہ یہ موتی ہیں، بکھرے ہوئے۔

وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ⑳

(۲۰) وہاں جب بھی تم دیکھو گے اور جس طرف دیکھو گے، نعمتیں ہی نعمتیں (دیکھو گے)، اور ایک بہت بڑی سلطنت تمھیں نظر آئے گی۔

"وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ" یعنی وہ لڑکے (غلمان) ڈیبل بوائے، بہشتیوں کی خدمت کے لیے اِدھر اُدھر پھیلے ہوئے ہوں گے۔ اتنے خوبصورت ہوں گے جیسے سبز گھاس کے میدان میں بکھرے ہوئے موتی۔

"مُلْكًا كَبِيرًا" منقول ہے کہ کم از کم ایک بہشتی کا گھر اس قدر وسیع ہوگا کہ ایک ہزار سال کی مسافت تک

www.drhasanrizvi.com

اُس کی نظر پہنچے گی اور ہر طرف اُس کی حدِ نگاہ تک اُس کی ملکیت ہوگی' اور قریب و بعید کو یکساں دیکھ سکے گا۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جنت ایک ایسا ملک ہوگا جو کبھی زائل یا فنا پذیر نہ ہوگا۔"

* (انوار النجف - مجمع البیان) *

عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾

(۲۱) اُن کے اوپر سبز باریک ریشم اور اطلس و دیبا کے کپڑے ہوں گے' اُنہیں چاندی کے کنگن بھی پہنائے جائیں گے پھر اُن کا پالنے والا مالک (خود) اُن کو نہایت پاک و پاکیزہ شراب پلائے گا۔

* شراب کے ساتھ طہورًا - یعنی پاک شراب فرمایا' بتاتا ہے کہ جن خرابیوں کی وجہ سے شراب کو دنیا میں حرام قرار دیا گیا تھا' جنت کی شراب اُن تمام خرابیوں اور بیہودگیوں سے پاک ہوگی۔ اُس میں صرف لذت ہی لذت' کیف ہی کیف' سرور ہی سرور' خوشگواری ہی خوشگواری ہوگی۔

* (فصل الخطاب) *

* "طہور" اُسے کہتے ہیں جو خود بھی پاک ہو اور دوسروں کو بھی پاک کر دے۔ یہ شراب انسان کے جسم و روح کو ہر قسم کی آلودگی سے پاک کر دے گی' اس میں بلا کی روحانیت' نورانیت' کیف و سرور بھر دے گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "وہ شراب جنتیوں کے دل و جان کو خدا کے علاوہ ہر چیز سے پاک کر دے گی۔"

* (تفسیر مجمع البیان) *

www.drhasanrizvi.com

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "شرابِ طہور کا چشمہ جنّت کے دروازے پر واقع ہے۔ جنّتیوں کو شرابِ طہور کا ایک ایک گھونٹ پلایا جائے گا اور خداوندِ عالم اُس کے ذریعے سے اُن کے دلوں کو حسد اور ہر قسم کی صفاتِ رذیلہ سے پاک کردے گا۔"

★ (تفسیر نمونہ) ★

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمۡ جَزَآءً (۲۲) حقیقت یہ ہے کہ یہ تمہارا کچھ صلہ

وَّكَانَ سَعۡيُكُمۡ مَّشۡكُوۡرًا ﴿۲۲﴾ ہے، اور تمہاری کوشش اور کارگزاری ۱ ع ۲۲ ۱۹

تو بڑی قابلِ قدر ہے۔

★ کیوں کہ حضرت امام علیؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ اور جنابِ فضہؓ نے وہ عمل کسی جزا ر وصول کرنے کی نیّت سے نہ کیا تھا، اس لیے خداوندِ عالم نے فرمایا: "یہ جنّت کی تمام کی تمام نعمتیں تمہاری جزا ہیں۔" اور اُنھوں نے کیوں کہ لوگوں یا فقراء سے تعریف سننے کا بھی کوئی ارادہ نہیں فرمایا تھا، اس لیے خداوندِ عالم نے اُن کی شاندار تعریف اس طرح فرمائی: "تمہاری کوشش بڑی قابلِ قدر ہے۔"

خدا کے لیے جب شکریہ ادا کرنے کا لفظ آتا ہے، تو اُس کا مطلب قابلِ قدر ہونے کے ہوتے ہیں۔

★ (فصل الخطاب) ★

★ آلِ محمدؐ کی یہ کتنی بڑی فضیلت ہے کہ: (۱) خداوندِ عالم نے فرمایا:

(۱) اُن کا مالک خود اُن کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔

(۲) پوری جنّت اُن کے ایک عمل کا کچھ تھوڑا سا صلہ ہے۔

(۳) خداوندِ عالم خود اُن کے عمل کا قدردان ہے، اور شکریہ ادا کر رہا ہے۔

(کیوں نہ ہو آلِ محمدؐ نے کام بھی کتنا عظیم انجام دیا تھا۔) (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ ھٰذَا کَانَ لَکُمْ جَزَآءً یہاں جزآءً کے اوپر دو زیر تقلیل (کمی) کو بتاتے ہیں۔ یعنی: یہ تمہاری کوشش کی تھوڑی سی جزاء ہے۔ یعنی تمہارا عمل بہت زیادہ وزنی ہے، مگر جنّت کی یہ تمام نعمتیں اُس عمل کی تھوڑی سی جزاء ہے۔ گویا جنّت کی تمام نعمتیں سمٹ سمٹا کر بھی علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ و فضہؓ کے ایک تین روزہ عمل کی پوری جزاء نہ بن سکیں، عمل کا پلّہ بھاری رہا۔ اسی لیے خداوندِ عالم نے آخر میں فرمایا: "وَّکَانَ سَعْیُکُمْ مَّشْکُوْرًا" میں تمہارے عمل کی قدر کرتا ہوں اور شکر ادا کرتا ہوں"۔ (قدر پوری کرنے کا شکریہ ادا فرمایا) ★ (فصل الخطاب) ★

اللہ کی محبت میں بھوکے رہنا

اِس عمل کا اسقدر وزنی اور قابلِ قدر و شکر گذاری ہونا اس لیے ہوا کہ فرمایا: وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ: یعنی: وہ اللہ کی محبت میں بھوکے رہ کر کھانا کھلاتے ہیں۔

پھر آلِ محمدؐ کی زبانی فرمایا: "اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ" ہم صرف اللہ کی خاطر تم کو کھانا کھلاتے ہیں"۔ گویا آلِ محمدؐ اور اُن کی کنیز فضہؓ کے اخلاصِ عمل نے اُن کے عمل کو اسقدر وزنی کر دیا کہ (۱) جنّت کی تمام نعمتیں اُس کی تھوڑی سی جزاء بن سکیں۔ (۲) اور پھر خدا نے خود اُن کا شکریہ ادا کیا۔

★ اِس سے معلوم ہوا کہ (۱) اللہ کی محبت کا اوّلین تقاضا اللہ کی مخلوق کی خدمت کرنا ہے۔

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اُس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا
★ (اقبالؔ) ★

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبّیری
کہ رسمِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری
★ (اقبالؔ) ★

(۲) دوسرے یہ معلوم ہوا کہ عمل جتنا خدا کے لیے ہوگا اُسی قدر اُس میں وزن ہوگا، اور اُسی قدر خدا اُس کی قدر کرے گا۔

از علیؑ آموز اخلاصِ عمل ∴ شیرِ حق را داں منزّہ از دغل (مولانا رومؒ)

www.drhasanrizvi.com

یعنی : مولٰنا روم نے فرمایا : " علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اخلاصِ عمل سیکھو۔ اللہ کے شیر کو ملاوٹ اور کھوٹ سے پاک سمجھو۔ اُنکے عمل میں دکھاوہ نہیں ہوتا۔

(۳) تیسرا نتیجہ یہ نکلا کہ جو بندہ دوسرے انسانوں سے اجر نہیں چاہتا، خداوندِ عالم خود اُس کو بھرپور اجر عطا فرماتا ہے، اور جو شخص دوسروں سے شکریہ سننا نہیں چاہتا، خدا خود اس کا شکریہ ادا کرتا ہے اور اُس کے عمل کی بھرپور قدر فرماتا ہے۔ * (مؤلّف) *

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا عَلَیۡكَ الۡقُرۡاٰنَ تَنۡزِیۡلًا ﴿۲۳﴾

(۲۳) ہم نے آپ پر قرآن کو وقتاً فوقتاً تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا ہے۔

فَاصۡبِرۡ لِحُكۡمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعۡ مِنۡهُمۡ اٰثِمًا اَوۡ كَفُوۡرًا ﴿۲۴﴾

(۲۴) لہٰذا آپ اپنے پالنے والے مالک کے حکم کی خاطر صبر و برداشت سے کام لیجیے، اور اُن میں سے کسی بدکار، بدمعاش اور منکرِ حق کی بات نہ مانیئے۔

وَاذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ بُكۡرَةً وَّاَصِیۡلًا ﴿۲۵﴾

(۲۵) اور اپنے پالنے والے مالک کا نام صبح و شام یاد رکھیئے (یعنی نمازِ صبح، ظہر اور نمازِ عصر پڑھتے رہیئے)

وَمِنَ الَّیۡلِ فَاسۡجُدۡ لَهٗ

(۲۶) اور رات کے ایک حصّے میں خدا کے حضور سجدہ کیا کیجیے (یعنی

www.drhasanrizvi.com

وَسَبِّحۡهُ لَيۡلًا طَوِيۡلًا ﴿۲۶﴾ نمازِ مغرب اور نمازِ عشاء پڑھا کیجیے)

نیز رات کے طویل حصّے میں بھی تسبیح پڑھا کیجیے (یعنی نمازِ تہجّد پڑھا کیجیے)

قرآن کا قاعدہ ہے کہ جب صبر و استقامت کی تلقین کرتا ہے تو ساتھ ساتھ صبر کی قوت کا سرچشمہ بھی بتاتا ہے۔ صبر کی طاقت نماز سے حاصل ہوتی ہے۔ کیوں کہ نماز کے ذریعہ انسان کا قلبی تعلّق اللہ سے جُڑ جاتا ہے۔ نماز کی حالت میں انسان اُس تعلّق کو محسوس کرتا ہے۔ نماز کے اندر یہ احساس بیدار ہوجاتا ہے کہ اُس کا مسلسل تعلّق کائنات کے مالک و خالق ورب سے ہے جو ہر چیز پر قادر ہے، اِسی بنا پر اُس کے اندر بلا کا توکّل، اعتماد علی اللہ بیدار ہوتا ہے۔ اس توکّل کی وجہ سے وہ پورے زمانے سے ٹکر لینے کے قابل ہوجاتا ہے اور پھر وہ ہر طاقت سے بے نیاز ہوجاتا ہے، مگر یہ کیفیت صرف اُسی وقت پیدا ہوسکتی ہے جب انسان صبح و شام اور رات میں باقاعدگی سے سمجھ کر دل سے نماز ادا کرے۔

* (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم) *

؎ کوئی اندازہ کرسکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا ؛ نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

* (اقبالؔ) *

؎ وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ؛ ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

* (اقبالؔ) *

* قرآن میں جہاں بھی اوقاتِ نماز کا ذکر ہے وہاں پانچ نمازوں کے لیے تین اوقات میں بیان ہوئے ہیں۔ مثلاً یہاں: (۱) صبح (۲) شام اپنے مالک کو یاد کیجیے اور (۳) رات کے ایک حصّے میں بھی سجدہ کیجیے۔"

محققین نے نتیجہ نکالا کہ (۱) شام سے مراد زوال سے مغرب تک کے اوقات میں ظہر و عصر کی نماز

www.drhasanrizvi.com

کا وقت شامل ہے۔ اِن اوقات میں دونوں نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں۔ اسی طرح رات میں مغرب اور عشاء کی نماز کے اوقات مشترک ہیں۔

اور خداوندِ عالم کا یہ فرمانا: "تسبیح کیجیے رات کے طویل حصے ہیں۔" رات کے طویل حصے سے مراد نمازِ تہجد ہے۔ * (فصل الخطاب) *

* فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام رضا علیہ السّلام سے روایت ہے کہ فرمایا: "رات کو دیر تک تسبیح پڑھنے سے اصل مراد نمازِ شب (تہجد) ہے۔" * (تفسیر مجمع البیان) *

لیکن یہ تسبیح کا واضح اور اوّلین مصداق ہے۔ کیوں کہ نمازِ شب روحِ ایمان کو قوت بخشتی ہے۔ تہذیبِ نفس اور خدا کی اطاعت کے لیے آمادہ کرتی ہے۔

یہ پانچوں احکام جو پروگرام کی شکل میں ذکر ہوئے ہیں، ہمارے لیے مستقل دستور العمل ہے۔ اس سے پورے معاشرے کی اعلیٰ تربیت ہوتی ہے۔ اِن اعمال سے پختہ قوتِ ارادی پیدا ہوتی ہے اور ہمارے لیے ایک مؤثر دستور العمل ہے۔ * (تفسیر نمونہ) *

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَ یَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ یَوْمًا ثَقِیْلًا ﴿۲۷﴾	(۲۷) یہ لوگ تو اس وقتی، جلدی حاصل ہونے والی چیز دنیا سے محبت کرتے ہیں، اور آگے جو بہت سخت اور بھاری دن آنے والا ہے، اُسے چھوڑے بیٹھے ہیں۔
نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَ شَدَدْنَآ	(۲۸) حالانکہ ہم ہی نے تو انھیں پیدا کیا ہے

www.drhasanrizvi.com

اَسۡرَهُمۡ ۚ وَاِذَا شِئۡنَا بَدَّلۡنَاۤ اَمۡثَالَهُمۡ تَبۡدِيۡلًا ﴿۲۸﴾

اور ان کے اعضاء و جوارح کا مضبوط نظام بنایا ہے۔ اور ہم جب چاہیں ان کی صورتیں شکلیں مکمل طور پر بالکل بدل کر رکھ دیں۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذۡكِرَةٌ ۚ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا ﴿۲۹﴾

(۲۹) حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن ایک بڑی نصیحت ہے۔ اب جو چاہے اپنے پالنے والے مالک کی طرف جانے والا راستہ اختیار کرلے۔

وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ﴿۳۰﴾ ق صلے

(۳۰) اور تم کچھ نہیں چاہتے، سوا اُس کے جو خدا چاہتا ہے۔ حقیقتاً اللہ ہر بات کا خوب اچھی طرح سے جاننے والا "علیم" بھی ہے اور گہری دانائیوں اور مصلحتوں کی بنیاد پر بالکل ٹھیک کام کرنے والا "حکیم" بھی۔

آیت ۲۸ کی تشریح

خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ "ہم جب چاہیں اُن کی شکلوں کو بدل کر رکھ دیں"۔ اِس کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ (۱) ہم جب چاہیں ان کافروں، منکروں کو ہلاک کرکے دوسرے لوگ ان کی جگہ لے آئیں۔ (۲) ہم چاہیں تو اُن منکروں کو شکلیں حلیے بدل سکتے ہیں۔ یعنی اُن کو مفلوج لقوے کے مارے ہوئے بیمار یا حادثے کا شکار بنا سکتے ہیں۔ (۳) ہم چاہیں تو مرنے کے بعد اُن کو دوبارہ کسی اور شکل میں پیدا کر سکتے ہیں۔

(تفسیر نمونہ ۔ مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

★ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دنیا کی محبت میں غرق رہتے ہیں اور آخرت کو بھول جاتے ہیں، اور حق کے پیغام کو قبول نہیں کرتے، اور اپنی طاقت پر ناز کرتے ہیں، ہم چاہیں تو اُن کا حلیہ بدل کر رکھدیں، اُن کی ساری قوت عزت فنا کرکے رکھدیں۔ یا۔ خود اُن کو ہی فنا کردیں، یا بطور عذاب اُن کا حلیہ بگاڑدیں، صورتیں بدل دیں۔ اور اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آخرت میں مختلف شکلوں میں اُن کو محشور کریں۔

★ (فصل الخطاب) ★

آیت ۳۰ کی تشریح : آیت نمبر ۲۹ میں بتایا گیا ہے کہ حق و باطل، نیک و بد راستوں میں سے کسی کو اختیار کرنے میں انسان آزاد و مختار ہے۔ وہ جس راہ پر چاہے چل سکتا ہے۔

آیت ۳۰ میں بتایا جارہا ہے کہ انسان سَو فیصد آزاد بھی نہیں ہے۔ اسباب و شرائط کے سلسلوں کی کڑیاں اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ انسان اپنے اچھے بُرے مقاصد میں صرف اِس حد تک کامیاب ہوتا ہے جس حد تک اللہ کی مشیّت اُس کا راستہ نہیں روکتی جہاں خدا کی مشیّت کارفرما ہوجاتی ہے، وہاں انسان کے تمام منصوبے ناکام ہوجاتے ہیں۔

؎ "تدبیر کند بندہ، تقدیر زند خندہ" یعنی: انسان تدبیریں کرتا ہے، تقدیر مسکراتی ہے۔"

اگر انسان اپنے اختیار سے ظلم و جور، فسق و فجور و معصیت کا راستہ اختیار کرتا ہے، تو یہ بھی بتا دیا گیا کہ ظالمین کا انجام عذابِ الیم ہے۔

★ (فصل الخطاب) ★

★ خداوندِ عالم فرمارہا ہے کہ: "ھماری ذمّے داری راستہ دکھانا ہے، ھم کسی کو انتخابِ راہ پر مجبور نہیں کرتے۔" اب یہ انسان کی ذمّے داری ہے کہ اپنی عقل و اختیار کو صحیح استعمال کرکے حق اور باطل میں فرق کرے۔ حق کا راستہ اختیار کرے۔ ھماری نعمت کا شکریہ ادا کرتا رہے۔"

اب کیوں کہ خطرہ تھا کہ لوگ کہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ اللہ نے سارے کے سارے اختیارات انسان کو

www.drhasanrizvi.com

تفویض (سپرد) کر دیے ہیں اور اب اللہ کو کوئی اختیار حاصل ہی نہیں ہے۔

اِس لیے اس آیت ۳۰ میں فرمایا: "وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ" "یعنی: اور تم کسی چیز کو نہیں چاہتے، مگر یہ کہ اللہ چاہے۔"

★ اِس سے ثابت ہوا کہ معاملہ درمیان میں ہے۔ اَلْاَمْرُ بَیْنَ الْاَمْرَیْنِ۔ نہ تو انسان کاملاً با اختیار ہے، نہ کاملاً مجبور ہے، بلکہ جبر و اختیار کے درمیان ہے۔ ایک طرف خدا نے سیدھا راستہ دکھا دیا، دوسری طرف فرمایا کہ تمھارا کوئی راستہ اختیار کرنا اللہ کی مشیّت پر موقوف ہے۔

اِس لیے انسان کو چاہیے کہ با اختیار ہوتے ہوئے بھی ایک لمحہ کے لیے بھی خود کو خدا کی حمایت اور توفیقات سے بے نیاز نہ سمجھے۔ اور ہر معاملے میں اپنے عزمِ راسخ کے باوجود اپنے آپ کو خدا ہی کی مشیّت کے حوالے کرتا رہے۔ اور خدا سے توفیقات طلب کرتا رہے۔

البتہ یہاں امام رازی کا یہ کہنا کہ آیت ۳۰ میں جبر کی موجیں ٹھاٹھیں مار رہی ہیں" غلط ہے اِس آیت سے اَلْاَمْرُ بَیْنَ الْاَمْرَیْنِ (معاملہ جبر و اختیار کے درمیان ہے)

اب جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ انسان کو مکمل طور پر با اختیار ثابت کر دیں وہ آیت ۲۹ کو پڑھتے رہتے ہیں اور جو لوگ جبرِ محض کو ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ آیت ۳۰ کی رٹ لگائے رکھتے ہیں۔ حالاں کہ دونوں آیتوں کو سامنے رکھ کر نتیجہ نکالا جائے۔

اِسی لیے آیت کے آخر میں فرمایا: "اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا۔" یقیناً خدا علیم و حکیم ہے۔ یعنی خدا کے علم و حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کو اختیارات دے کر آزاد چھوڑ دے تاکہ وہ اپنی تکمیل کے راستے پر چل سکے مگر خدا کا علم و حکمت اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی کو نیک کام کرنے پر مجبور کرے، اور کسی کو بُرے کام کرنے پر مجبور کر دے۔ پھر کسی کو عذاب دے، اور کسی کو جنّت عطا فرما دے۔

★ (تفسیر نمونہ) ★

www.drhasanrizvi.com

تفسیر اھلِ بیتؑ

اِس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ: حضرت امام مھدی علیہ السلام نے فرمایا: "ھمارے (ائمۂ اھلِ بیتؑ کے) قلوب اللہ تعالیٰ کی مشیت (ارادے۔ مرضی) کے ظرف ہیں۔ جو کچھ بھی اللہ چاہتا ہے وہی ہم چاہتے ہیں۔" پھر امامؑ سے پوچھا گیا کہ مفوضہ کہتے ہیں کہ "خداوندِعالم نے تمام امور ائمۂ اھلِ بیتؑ کے حوالے کر دیے ہیں، وہی خدا کا سب کام انجام دیتے ہیں۔"؟

امام مھدی علیہ السلام فرمایا: "وہ لوگ جھوٹے ہیں۔ ھمارے قلوب اللہ تعالیٰ کی مشیت (مرضی) کے ظرف ہیں۔ پس جب اللہ کچھ چاہتا ہے، وہی ھم بھی ارادہ کرتے ہیں۔"

پھر امامؑ نے یہی آیت پڑھی۔

★ (تفسیر صافی۔ الخرائج والجرائح) ★

★ مفوضہ کو ائمۂ اہلِ بیتؑ نے جھوٹا اور ملعون فرمایا ہے" جو یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ نے سارے اختیارات ائمۂ اھلِ بیتؑ کے حوالے کر دیے ہیں، یہ غلو ہے۔"

★ (القرآن المبین، از مولانا امداد حسین کاظمیؒ) ★

امام موسیٰ کاظمؑ کا استدلال

★ ایک مرتبہ حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دوپہر کا وقت تھا امام علیہ السلام آرام فرما رہے تھے، آپؑ کے فرزند امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے جن کی عمر اُس وقت سات سال کی تھی، ابوحنیفہ سے دریافت فرمایا: آپ کیا سوالات پوچھنے تشریف لائے ہیں؟

★ امام ابوحنیفہ نے عرض کی: پوچھنا یہ ہے کہ "انسان مجبور ہے یا مختار ہے؟"

★ امام علیہ السلام نے فرمایا: "اگر انسان مکمل آزاد ہوتا تو یہ کیوں کہتا: اِیَّاکَ نَعْبُدُ "ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔" اور اگر انسان مکمل مجبور ہوتا تو یہ کیوں کہتا: اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ "ہم صرف تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ پھر اگر وہ مجبورِ محض ہوتا تو خدا سے یہ کیوں کہتا: اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ھمیں سیدھا راستہ دکھا دے (ثابت قدم رکھ)

★ (بحار الانوار۔ کشف العقول) ★

www.drhasanrizvi.com

فرزندِ رسولؐ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک شخص نے دریافت کیا: "انسان مجبور ہے یا آزاد؟" فرمایا: "نہ پوری طرح آزاد ہے، اور نہ پوری طرح مجبور ہے۔"

اُس نے عرض کی: "آزاد کتنا ہے، اور مجبور کہاں تک ہے؟"

امامؑ نے اُس سے فرمایا: "کھڑے ہو جاؤ"۔ وہ کھڑا ہو گیا۔ آپؑ نے فرمایا: "اب اپنا ایک پیر اُٹھالو۔" اُس نے ایک پیر اُٹھالیا۔ پھر امامؑ نے فرمایا: "اِسی حالت میں دوسرا پیر بھی اُٹھالو۔" اُس نے عرض کی: "میں مجبور ہوں، دوسرا پیر اُس وقت تک نہیں اُٹھا سکتا جب تک کہ پہلا پیر زمین پر نہ رکھوں۔" امام علیہ السلام نے فرمایا: "بس انسان اتنا ہی آزاد اور مختار ہے کہ ایک پیر اُٹھالے، اور اتنا مجبور ہے کہ دوسرا پیر نہیں اُٹھا سکتا۔" (خدا چاہے تو تمہارے دونوں پیر اُٹھا کر تم کو معلّق کر دے۔ یہ کام تم نہیں کر سکتے۔)

* آیت میں پہلی جگہ مشیّت سے مراد اختیار ہے اور دوسری جگہ مشیّت کے معنی اجبار ہیں یعنی: تم لوگ اللہ کی رضامندی کا راستہ اختیار نہیں کرو گے مگر جبکہ اللہ تم کو مجبور کرے۔ لیکن اللہ تو کسی کو مجبور کرتا ہی نہیں، بلکہ اُس نے تو ہر انسان کو مختار بنا دیا ہے کہ چاہے تو ایمان کو اختیار کرے اور چاہے تو کفر اختیار کرلے، اور اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہو سکتے کہ تم جو کچھ چاہتے ہو اللہ وہی کچھ چاہتا ہے کیوں کہ اس طریقے سے تو پھر دعوتِ حق باطل ہو جائے گی۔ البتہ اگر اس کا مخاطب معصومؑ کو قرار دیا جائے تو معنی صحیح ہو جائیں گے کیوں کہ معصومؑ ایسی چیز نہیں چاہتے جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہو۔ اِسی بنا پر فرزندِ رسولؐ خدا حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے منقول ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے ائمہ اہلِ بیتؑ کے قلوب کو اپنے ارادے کا مورد قرار دیا ہے کہ جو چیز وہ چاہتا ہے، یہ چاہتے ہیں۔"

* (تفسیر برہان۔ انوار النجف) *

www.drhasanrizvi.com

يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِىْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَ الظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۱﴾ ع ۲۰

(۳۱) وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر دیتا ہے اور جو ظالم ہیں اُن کے لیے تو اُس نے بڑی سخت تکلیف دینے والی سزا بالکل تیار کر رکھی ہے۔

خداوندِ عالم کا کسی کو اپنی رحمت میں داخل کرنے کا طریقہ: یہ ہوتا ہے کہ خداوندِ عالم اُس کا سینہ اسلام، ایمان، اور اپنی اطاعت کے لیے کھول دیتا ہے۔ یعنی اُس کو اسلام، ایمان اور اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرد دیتا ہے۔

"ظالم" سے اوّلین مراد مشرک اور کافر ہیں۔ جنہوں نے اپنے ارادے اور اختیارات کو بے حد غلط استعمال کیا ہے۔

* (مدارک۔ معالم۔ جلالین) *

خداوندِ عالم کا فرمانا کہ: "اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے"

یعنی: جو شخص اپنی مشیّت یا ارادے کو اللہ کا راستہ اختیار کرنے پر صرف کرتا ہے، تو خدا کی مشیّت اُس شخص کو اچھے اچھے اعمال انجام دینے کی توفیق عطا فرماتی ہے، جس کی وجہ سے وہ شخص خدا کی رحمت میں داخل ہونے کا اہل بن جاتا ہے، پھر خدائے تعالیٰ اُس کو اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے۔

اِس کے برعکس جو لوگ اپنی مشیّت یا ارادے کو اللہ کے راستے کے خلاف چلنے پر صرف کرتے ہیں اُن کے لیے فرمایا کہ: "اللہ نے ظالموں کے لیے سخت تکلیف دینے والی سزا تیار کر رکھی ہے۔" یہ ظلم ہی ہے کہ انسان اپنی مشیّت کو اللہ کی مرضی کے خلاف استعمال کرے۔ یعنی اُس نے اپنی مرضی کو غلط جگہ رکھا۔ (جیسی کرنی ویسی بھرنی)

* (تفسیر روح البیان) *

سُورۃ المُرسلاتِ مکّی

مسلسل بھیجی جانے والی ہواؤں کے ذکر سے شروع ہونے والی سورت

(فضائل و خصوصیات)

جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

" جو شخص سورۂ مرسلات کو پڑھتا ہے اُس کے لیے لکھا جاتا ہے کہ یہ مشرکین میں سے نہیں ہے "۔

★ (تفسیر مجمع البیان) ★

کیوں کہ اِس سورت میں شرک کے خلاف اسقدر زبردست دلائل دیے گئے ہیں کہ اس سورت کو پڑھنے والا شرک سے پوری طرح بیزار ہوجاتا ہے۔ اِس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن کو پڑھنے سے مراد سمجھ کر پڑھنا ہے۔ اِس لیے کہ طوطے کی طرح بے سمجھے رٹنے یا پڑھنے سے پڑھنے والا سورت کے مضامین سے واقف نہیں ہوسکتا۔ اِس لیے وہ شرک سے بیزار بھی نہیں ہوسکتا۔ اِس لیے اس کے لیے یہ لکھا جانا کہ وہ مشرکین میں سے نہیں ہے، کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ★ (مؤلف) ★

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

" جو شخص سورۂ مرسلات پڑھتا ہے خداوندِ عالم اُس کو پیغمبرِ اسلام ؐ سے آشنا اور آں حضرت ؐ کا ساتھی بنا دے گا "۔ ★ (تفسیر مجمع البیان) ★

★ جنابِ رسولِ خدا ؐ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ ؐ پر بڑھاپے کے آثار اتنی جلدی کیسے ظاہر ہوگئے ؟

آپ ؐ نے فرمایا: " مجھے سورۂ ھود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات اور سورۂ عم یتسائلون (سورۂ نبا) نے بوڑھا کردیا "۔ ★

★ کیوں کہ ان سورتوں میں قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر بہت زیادہ ہے جس کی وجہ سے آنحضرت ؐ کی روحِ مقدس پر شدید اثرات مرتب ہوئے۔ یہ بات واضح ہے کہ جب تک قرآنی سورتوں کو سمجھ کر نہ پڑھا جائے گا، ہرگز اثرات مرتب نہ ہوں گے۔ ★

(خصال شیخ صدوق) (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

ایاتُھا ۵ — # سُوۡرَۃُ الۡمُرۡسَلٰتِ مَکِّیَّۃٌ — رُکُوعَاتُھا ۲

مسلسل بھیجی جانے والی ہواؤں کے ذکر سے شروع ہونے والی سورت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض اور فوائد پہنچانے والا بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

وَ الۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا ۙ﴿۱﴾ قسم ہے اُن (ہواؤں) کی جو مسلسل پے در پے بھیجی جاتی رہتی ہیں،

فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا ۙ﴿۲﴾ پھر زوردار طوفانی رفتار سے چلتی ہیں،

وَّ النّٰشِرٰتِ نَشۡرًا ۙ﴿۳﴾ اور (بادلوں کو) اٹھا کر بڑی شدت کے ساتھ چاروں طرف پھیلا دیتی ہیں،

www.drhasanrizvi.com

فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ﴿۴﴾ (۴) پھر اُن کو پھاڑ پھاڑ کر پوری پوری طرح الگ الگ کر دیتی ہیں۔

فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ﴿۵﴾ پھر (وہ دلوں میں خدا کی) یاد پیدا کر دیتی ہیں،

عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ﴿۶﴾ حجت تمام کرنے یا ڈرانے کے لیے،

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ (غرض ان تمام قسم کی ہواؤں کی قسم کہ) جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ (قیامت) ضرور واقع ہو کر رہے گی۔

قیامت ضرور واقع ہوگی

مطلب یہ ہے کہ ساری کائنات کا نظام از خود گواہی دے رہا ہے کہ قیامت ضرور واقع ہو کر رہے گی، اور آخر کار یہ تمام نظامِ عالم درہم و برہم ہو جائے گا۔

* (فصل الخطاب) *

* کچھ مفسرین کے نزدیک یہ مختلف قسم کی ہوائیں ہیں جن کی قسمیں کھائی جا رہی ہیں۔
* کچھ مفسرین نے لکھا کہ یہ فرشتوں کی قسمیں کھائی جا رہی ہیں۔
* کچھ مفسرین نے ان کو خدا کی قدرت اور رحمت کی نشانیاں سمجھا۔
* لیکن زیادہ تر مفسرین نے ان کو ہواؤں کی قسمیں (اقسام) مانا ہے۔

کیوں کہ ہوائیں ایک کے پیچھے دوسری پے در پے آتی ہیں، اور جھکڑوں کی طرح چلتی ہیں، بادلوں کو پھیلاتی ہیں۔ انہی ہواؤں کی قسم کھا کر بتلایا جا رہا ہے کہ قیامت ضرور آ کر رہے گی۔ * (تفسیر ماجدی) *

www.drhasanrizvi.com

سوال یہ ہے کہ ہواؤں سے قیامت کا کیا تعلق ہے ؟!

جواب یہ ہے کہ : ہواؤں کا مختلف انداز میں چلنا خدا کی قدرت اور حکمت کو بتاتا ہے۔ کیوں کہ ہواؤں کے چلنے سے کبھی بارش ہوتی ہے، کبھی گرمی، کبھی سردی، کبھی ہوائیں خوشگوار ہوتی ہیں، کبھی ناگوار، بلکہ تباہ کن ہوتی ہیں۔ غرض ہواؤں کا چلنا خدا کی غالب قدرت اور حکمت کو بتاتا ہے۔ یہ حکمت بتاتی ہے کہ نظامِ کائنات کا بنانے والا حکیم بھی ہے اور قادرِ مطلق بھی۔ اور حکیم مطلق اور قادرِ مطلق کوئی کام عبث نہیں کرتا اِس لیے ضروری ہے کہ اِس زندگی کا کوئی انجام ہو، جو قیامت کے آنے ہی سے پورا ہو سکتا ہے کہ ہر انسان کو اُس کے عمل کا بدلہ مل جائے۔

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ﴿۸﴾ تو جب ستارے بے نشان ہو کر مٹ جائیں گے،

وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ﴿۹﴾ اور جب آسمان پھاڑ دیا جائے گا،

وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿۱۰﴾ اور جب پہاڑ سُرمہ بنا دیے جائیں گے،

وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ﴿۱۱﴾ اور جب پیغمبروںؑ کے حاضر ہونے کا وقت آجائے گا۔

لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ﴿۱۲﴾ آخر تمھیں کس دن کے لیے دنیا کی زندگی کی مُہلت دی گئی تھی ؟

لِیَوْمِ الْفَصْلِ ﴿۱۳﴾ ﴿۱۳﴾ اسی فیصلے کے دن کے لیے۔

www.drhasanrizvi.com

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ﴿۱۴﴾ اور تم کیا جانو کہ وہ فیصلے کا دن کیا ہوتا ہے ؟

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۵﴾ اُس دن تباہی ہی تباہی ہے جھٹلانے والوں کے لیے ۔

آیتؐ : قیامت کے دن پیغمبروں کا جمع ہونا اپنی اُمت کے اعمال پر گواہی دینے کے لیے ہوگا ۔

* (معالم) *

* قرآن مجید میں بار بار یہ بات بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے دن ہر قوم کے رسولؐ کو گواہی کے طور پر پیش کیا جائے گا ۔ ہر نبیؑ ہر قوم کے سامنے یہ گواہی دے گا کہ میں نے خدا کا پیغام ان کو پہنچا دیا تھا ۔ انبیاءؑ کی گواہی مجرموں کے خلاف سب سے پہلی اور سب سے بڑی حجت ہوگی جس سے یہ ثابت کر دیا جائے گا کہ ہر بدکار اپنی بدکاری کا خود ذمہ دار ہے ۔ کیوں کہ انبیاء کرام (اور اُن کے وارثوں) نے اُن کو خبردار کرنے میں کوئی کمی نہ چھوڑی تھی مگر اُن بدکاروں نے انبیاء کرام کی باتوں کو جھٹلایا ، اُن کا مذاق اُڑایا ، اسی لیے وہ اپنی بدکاریوں کی سزا کے مستحق ہیں ۔

* (تفسیر کبیر ۔ تفہیم) *

قیامت کا منظر : ستارے بے نشان ہو کر بجھ جائیں گے ، آسمان کو کشادہ کر دیا جائے گا ، اور اُس میں دروازے لگا دیے جائیں گے ، پہاڑ ریت بنا کر ہوا میں اُڑا دیے جائیں گے ، اور ہر قوم کے نبیؑ تشریف لائیں گے ۔ جو اپنی اپنی کارگزاریاں بتائیں گے اور قوم کی حرکتیں بھی ۔ اب جو قیامت کے منکرین بار بار یہ کہتے تھے کہ آخر یہ سب ہو کیوں نہیں جاتا ؟ دیر کا ہے کی ہے ؟ اُن کو جواب دیا گیا ہے کہ یہ سب کچھ تمہارے تقاضوں اور خواہشوں پر تھوڑی ہوگا ، وہ تو ہماری مرضی سے ہوگا ، جو وقت ہم مناسب سمجھیں گے اُس وقت یہ سب کچھ ہو کر رہے گا ۔ البتہ اُس دن کی تکذیب کرنے والوں کے لیے تباہی ہی تباہی ہے ۔

* (فصل الخطاب) *

www.drhasanrizvi.com

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶﴾ کیا ہم نے پہلے والوں کو ہلاک نہیں کیا؟

ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ پھر اُنہی کے پیچھے ہم بعد والوں کو بھی چلتا کریں گے۔

كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ (کیوں کہ) ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۹﴾ غرض) اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بربادی ہی بربادی ہے۔

★ "اوّلین" پہلے والوں "سے مراد قومِ عاد، قومِ ثمود اور قومِ فرعون ہے، یہ قومیں خدا کے عذاب سے ہلاک ہوئیں

★ یہ آخرت پر تاریخی استدلال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ: اے لوگو! تم دنیا میں خود اپنی ہی تاریخ کو دیکھ لو۔ جن لوگوں نے آخرت کی زندگی کا انکار کیا اور دنیا ہی کے نتائج کو آخری نتائج سمجھا، وہ قومیں آخرِ کار تباہ ہو کر رہیں یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آخرت کا آنا فی الواقع ایک سچّی حقیقت ہے جس کا انکار کرنے والا سخت نقصان اُٹھاتا ہے۔ کیوں کہ آخرت ایک ٹھوس حقیقت ہے اور حقیقتوں کا انکار سخت بُرے انجام کا سبب ہوتا ہے۔ (تفسیر کبیر، تفہیم)

★ "الْاٰخِرِيْنَ" بعد والی قوموں سے مراد وہ قومیں ہیں جو پچھلی سرکش، ظالم قوموں کے ظالمانہ، مشرکانہ کافرانہ طریقوں پر چلیں۔ ★ (ابن کثیر، معالم) ★

★ مطلب یہ ہے کہ آخرت کا انکار کرنا جس طرح پہلے گزری ہوئی قوموں کے لیے تباہ کن ثابت ہوتا رہا ہے اسی طرح آئندہ بھی جو قوم آخرت کا انکار کرے گی، وہ بھی تباہ ہو کر رہے گی۔ ★ (تفسیر کبیر، تفہیم) ★

www.drhasanrizvi.com

اَلَمۡ نَخۡلُقۡکُّمۡ مِّنۡ مَّآءٍ (۲۰) کیا ہم نے تمھیں ایک حقیر
مَّهِيۡنٍ ۙ﴿۲۰﴾ پانی سے پیدا نہیں کیا ؟
فَجَعَلۡنٰهُ فِىۡ قَرَارٍ مَّكِيۡنٍ ۙ﴿۲۱﴾ پھر ہم نے اُسے ایک محفوظ جگہ میں
(نہیں) ٹھہرائے رکھا۔ ؟
اِلٰى قَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ ۙ﴿۲۲﴾ ایک مقررہ مدت تک ؟
فَقَدَرۡنَا ۖ فَنِعۡمَ الۡقٰدِرُوۡنَ ﴿۲۳﴾ (تو تم نے دیکھ لیا کہ) ہم اس بات
پر قادر تھے پس ہم کیسی اچھی قدرت
رکھنے والے ہیں۔
وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۲۴﴾ تو اُس دن بربادی ہی بربادی ہے
جھٹلانے والوں کے لیے ۔

"مَآءٍ مَّهِيۡنٍ" ایک حقیر پانی سے صاحبِ عقل و دانش مخلوق کا پیدا کرنا، صاحبانِ فکر و عمل کے لیے وجودِ خالق اور اُس کی تدبیرِ اتم و اکمل کی ناقابلِ تردید برہان و دلیل ہے ۔ اس کا انکار کرنا عقل کے بدیہی فیصلے کا انکار ہے ۔ ★ (تفسیر انوار النجف) ★

آیت ۲۱ : مطلب یہ ہے کہ رحمِ مادر جس میں حمل قائم ہوتا ہے، وہ ایک محفوظ مقام ہے جہاں بچّے کی حفاظت کے تمام انتظامات کر دیے جاتے ہیں۔ بچہ کسی سخت حادثے کے بغیر ضائع نہیں ہو سکتا ۔ ★ (تفسیر کبیر ۔ تفہیم) ★

www.drhasanrizvi.com

فَقَدَرْنَا: آیت ۲۳: یہ آیت حیات بعد الموت کے امکان کو ثابت کررہی ہے۔
مطلب یہ ہے کہ تم سوچو کہ جب ہم ایک حقیر نطفے سے تمہاری ابتدا کر کے تمہیں پورا پورا انسان بنانے پر قادر ہیں تو پھر ہم تمہیں دوبارہ کیوں نہیں پیدا کرسکتے ؟ تمہارا پیدا ہوجانا ہی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ہم بڑی زبردست قدرت رکھنے والے ہیں۔

٭ (تفسیر کبیر - تفہیم - مجمع البیان) ٭

٭ ابو الائمہ حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اے وہ مخلوق! جسے (۱) مناسب جسم کے ساتھ (۲) محفوظ ماحول میں پیدا کیا گیا ہے، (۳) وہ بھی رحم کی تاریکیوں کے کئی کئی پردوں میں، جس کی خلقت کا آغاز (۴) گیلی مٹی کے جوہر سے ہوا ہے۔ (۵) اُس دن تو رحم مادر میں حرکت کرتا تھا (۶) مگر تجھ میں جواب دینے اور بولنے کی بھی قدرت نہ تھی، نہ تو کوئی آواز ہی سن سکتا تھا (۷) پھر اُسی محفوظ قرار گاہ سے تو ایسے گھر کی طرف آیا جسے، تو نے کبھی نہیں دیکھا تھا، اور نہ اُس سے نفع اُٹھانے کے طریقے جانتا تھا (۸) اب تو خود بتا کہ تجھے کس نے اپنی ماں کے پستان سے دودھ چوسنا سکھایا؟ (۹) پھر تجھے اپنی ضرورتوں کے پورا کرنے کے طریقے کس نے بتائے"؟

(نہج البلاغۃ)

آیت ۲۴: "وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ"
مطلب یہ ہے کہ حیات بعد الموت کے امکان کی اتنی واضح دلیل سامنے موجود ہونے کے باوجود بھی لوگ حیات بعد الموت کو جھٹلا رہے ہیں، وہ آج جتنا چاہیں حیات بعد الموت کے تصور کا مذاق اُڑالیں، مگر جب وہ دن آئے گا، تو وہ خود ہی سمجھ لیں گے کہ یہ دن اُن کی زبردست تباہی کا دن ہے۔ ٭ (تفسیر کبیر - تفہیم) ٭

" اَلنَّاسُ نِیَامٌ اِذَا مَاتُوا انْتَبَهُوا " لوگ گویا کہ سورہے ہیں جب اُن کو موت آئے گی تب بیدار ہوں گے

٭ (نہج البلاغۃ) ٭

www.drhasanrizvi.com

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾	(۲۵) کیا ہم نے زمین کو سمیٹ کر رکھنے والی چیز نہیں بنایا ؟
اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾	(۲۶) (جو) زندوں کو بھی اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے، اور مُردوں کو بھی۔
وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّ اَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾	(۲۷) اور اُس میں اونچے اونچے پہاڑ جما دیے، اور تمھیں میٹھا خوشگوار پانی پلایا۔
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۸﴾	(۲۸) اُس دن بربادی ہی بربادی ہے جھٹلانے والوں کے لیے۔

★ جب حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام میدانِ صفّین سے کوفہ واپس آئے تو پہلے قبرستان کی طرف سے گذرے تو فرمایا: "یہ مُردوں کے مسکن اور گھر ہیں"۔ پھر جب شہر کے گھر نظر آئے تو فرمایا کہ "یہ زندوں کے گھر ہیں"۔ پھر آپؑ نے یہی آیت پڑھی: "اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا" کیا ہم نے زمین کو انسانوں کے اجتماع کا مرکز نہیں بنایا ؟ "اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًا" "اُن کی زندگی کی حالت میں بھی اور اُن کی موت کی حالت میں بھی"۔ (تفسیر برہان جلدہ تفسیر علی ابن ابراہیم) ★

★ اس سے معلوم ہوا کہ زندوں اور مُردوں کے گھروں کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں، دونوں کے گھر زمین ہی پر ہیں۔ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۲۷: وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ . . . " یہ آیت آخرت کے ممکن ہونے پر ایک اور دلیل ہے کیوں کہ زمین پر کروڑوں قسم کے نباتات حیوانات، انسانات جی رہے ہیں اور سب کی ضروریات اسی زمین کے پیٹ سے پوری ہو رہی ہیں۔ پھر لاکھوں، اربوں انسان مر چکے ہیں جو اسی زمین کے اندر ٹھکانے لگ چکے ہیں۔ اور یہی زمین نئے آنے والوں کے لیے جینے بسنے کے لیے تیار ہو جاتی ہے۔ پھر اسی زمین کو پہاڑوں سے سجایا گیا ہے تاکہ موسموں کی تغیرات اور بارشوں کے برسنے، زرخیز وادیوں کے وجود میں لانے میں مددگار ہوں۔ طرح طرح کے درخت اور معدنیات کے خزانے زمین کے پیٹ سے نکل رہے ہیں۔ پھر اسی زمین کے پیٹ سے میٹھا پانی ابل رہا ہے یہ سب اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس کا بنانے والا قادرِ مطلق بھی ہے اور حکیمِ مطلق بھی ہے۔ علیم و حکیم بھی ہے ایسے قادر و حکیم کے لیے کیا مشکل ہے کہ ایک دن زمین کی بساط کو لپیٹ کر دوسری دنیا نئے سرے اور طرز پر بنا دے تاکہ وہاں انسان اپنے اپنے اعمال کے مطابق جزا و سزا پائے

* (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم) *

ترا جہاں ہے وہی جس کو تو کرے پیدا :: نہ سنگ و خشت و شجر جو تری نگاہ میں ہیں۔
(اقبال)

* آخر تم لوگ قیامت کے لانے کو خدا کی قدرت سے کیوں بعید سمجھتے ہو، جبکہ خداوندِ عالم نے اپنی قدرت کی اسقدر بے شمار مثالیں تمھیں دکھا دی ہیں کہ جن کا کوئی حساب ہے نہ کوئی حد۔ اسقدر قدرتِ خدا کی نشانیاں اور مثالیں دیکھ لینے کے بعد بھی آخرت کی دوسری زندگی یا قیامت کا انکار کر دینا سوا عقل دشمنی کے اور کیا کہا جا سکتا ہے، اور اس عقل اور حق دشمنی کا انجام بھیانک ہی ہونا چاہیئے۔ اسی لیے آخر میں فرمایا کہ آخرت کی زندگی کو جھوٹ سمجھنے والوں کے لیے تباہی ہی تباہی ہے۔ * (فصل الخطاب) *

آیت ۲۸ کا مطلب یہ ہے کہ جب خدا نے تمھیں سب کچھ کر کے دکھا دیا، پھر تم دوبارہ زندہ ہونے کو خدا کے لیے ناممکن کیوں سمجھتے ہو؟ پھر تم یہ کیوں ناممکن سمجھتے ہو کہ خدا تمھیں دوبارہ زندہ کر کے جزا و سزا دے گا؟

* (تفسیر کبیر) *

www.drhasanrizvi.com

اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰی مَا كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ ۚ﴿۲۹﴾	۲۹ چلو اب اُس چیز (جہنم) کی طرف جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔
اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰی ظِلٍّ ذِیۡ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۙ﴿۳۰﴾	۳۰ چلو (جہنم کے دھوئیں کے) اُس سائے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے
لَّا ظَلِیۡلٍ وَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ اللَّهَبِ ﴿ؕ۳۱﴾	۳۱ نہ تو ٹھنڈک پہنچانے والا ہے اور نہ آگ کے شعلوں اور لپیٹ سے بچانے والا ہے۔
اِنَّهَا تَرۡمِیۡ بِشَرَرٍ كَالۡقَصۡرِ ۚ﴿۳۲﴾	۳۲ وہ آگ جو اونچی اونچی عمارتوں جتنی بڑی بڑی چنگاریاں پھینک رہی ہوگی۔
كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفۡرٌ ﴿ؕ۳۳﴾	۳۳ (وہ بھی مسلسل) جیسے زرد اونٹ (اُچھل اُچھل کر بھاگ رہے ہوں۔)
وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِیۡنَ ﴿۳۴﴾	۳۴ اُس دن تباہی ہی تباہی ہے جھٹلانے والوں کے لئے۔

آیت ۲۹ : جو لوگ خدا کی قدرت کے کرشموں کو دیکھ لینے کے بعد بھی آخرت کے ممکن اور معقول

www.drhasanrizvi.com

ہونے کا انکار کر رہے ہیں، جس دن وہ قیامت برپا ہوتا دیکھ لیں گے، تو سمجھ جائیں گے کہ اُنھوں نے اُس کا انکار کر کے اپنے لیے کتنی بڑی تباہی مول لے لی ہے۔

* (تفہیم) *

آیت ۳۰ : سائے سے مراد دھوئیں کا سایہ ہے، اور تین شاخوں کا مطلب یہ ہے کہ یہ بڑا دھواں اُٹھ کر تین شاخوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ * (تفسیر کبیر) *

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "جب جہنمی، دوزخ میں بھیجے جا رہے ہوں گے تو اُن سے کہا جائے گا کہ جہنم داخل ہونے سے پہلے اُس سائے میں چلو جو تین شاخوں والا ہے۔ وہ سایہ دوزخ کی آگ کا دھواں ہوگا۔ جہنمی اُسے جنت کا سایہ سمجھ کر فوج در فوج اُس میں داخل ہو جائیں گے۔ یہ واقعہ ٹھیک دوپہر کے وقت ہوگا۔ اُدھر جنت میں جنتی لوگوں کو جو کچھ وہ چاہیں گے اُن کو اُن کے مکانوں ہی میں دے دی جائیں گی۔ جنتی بھی ٹھیک دوپہر کے وقت جنتوں میں داخل ہوں گے۔ * (تفسیر صافی۔ تفسیر قمی) *

★ آیت ۳۳ : "کَاَنَّہٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ" (جہنم کے شعلے زرد اونٹوں کی طرح ہوں گے۔)

: جہنم کی ہر چنگاری ایک عظیم محل کے برابر ہوگی۔ پھر یہ بڑی بڑی چنگاریاں اُٹھ اُٹھ کر پھٹیں گی تو چاروں طرف آگ کے بگولے اُڑتے ہوئے یوں محسوس ہوں گے جیسے زرد رنگ کے اونٹ اُچھل اُچھل کر ہر طرف لپک رہے ہوں۔ بڑا بھیانک اور دل ہلا دینے والا منظر ہوگا۔ (الامان الحفیظ)

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم) *

★ زرد رنگ کے اونٹ سیاہی مائل ہوں گے۔ پہلی تشبیہ جو بڑے بڑے محلوں سے دی گئی ہے یہ بتانے کے لیے کہ وہ آگ کے بگولے کس قدر بڑے اور جسیم ہوں گے۔ اور دوسری تشبیہ جو زرد رنگ کے اونٹوں سے دی گئی ہے، اُن آگ کے بگولوں کا رنگ بتانے کے لیے دی گئی ہے، اور یہ کہ وہ بگولے یکے بعد دیگرے

www.drhasanrizvi.com

آتے ہی چلے جائیں گے، رکیں گے نہیں، وہ بھی بہت زیادہ تیزی کے ساتھ آئیں گے، اور پھر ایک دوسرے سے مل جائیں گے۔ (اس طرح آگ کا ایک عظیم سمندر بن جائے گا) (الامان الحفیظ)

* (تفسیر صافی۔ بحوالہ تفسیر قمی) *

* جہنّمیوں سے کہا جائے گا کہ تم جس جہنّم کو جھٹلایا کرتے تھے لو اب وہی تمھارے سامنے موجود ہے اب تم خود اپنے پیروں سے چل کر اس کے اندر جاؤ اور جس تباہی و بربادی سے تمھیں ڈرایا جاتا تھا، آج اُسی کو تمھیں خود گلے لگانا ہے۔ * (فصل الخطاب) *

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ یہ وہ دن ہے کہ جس میں وہ کچھ بول بھی نہ سکیں گے۔

وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ اور نہ ہی اُنھیں کوئی موقع دیا جائے گا کہ وہ (اپنے گناہوں کا کوئی) بہانہ پیش کریں۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۷﴾ (کیوں کہ) اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے (صرف) بربادی ہی بربادی ہوگی۔

روزِ قیامت مجرمین معذرتیں کریں گے

فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "خداوندِ عالم اس بات سے بلند و برتر ہے اور عادل تر ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کو جو معقول عذر رکھتا ہو، عذر خواہی کی اجازت نہ دے۔ بلکہ

www.drhasanrizvi.com

حقیقت یہ ہے کہ (قیامت کے آخری مراحل میں تمام گواہیوں کے بعد) مجرموں کے پاس کسی قسم کا مدلّل اور قابلِ قبول عذر ہی نہ ہوگا، جسے وہ پیش کرسکیں۔" (اس لیے اُن کو عذر و معذرت کی اجازت ہی نہ دی جائے گی۔)

* (تفسیر نور الثقلین جلد ۵) *

قرآن کی دوسری آیات سے واضح طور پر ثابت ہے کہ مجرموں کو پہلے معذرتیں پیش کرنے کی اجازت دی جائے گی، وہ خوب خوب بولیں گے۔ پھر انبیاء کرامؑ اُن کے خلاف گواہیاں دیں گے ملائکہ ثبوت پیش کریں گے۔ آخرِ کار مجرموں، منکروں کے اعضاء تک اُن کے خلاف گواہیاں دیں گے جب اُن کے جرائم پوری پوری طرح ثابت ہوجائیں گے، تب وہ مرحلہ آئے گا کہ اُن کی زبان بند کردی جائے گی، پھر کئی مقامات پر زبان کھول بھی دی جائے گی، جس سے وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے مثلاً جہنمی، جہنم میں داخل ہوتے وقت کہیں گے کہ: اگر ہم سنتے یا عقل سے کام لیتے تو ہم آج جہنم والے نہ ہوتے۔" (یعنی" لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ۔"

(سورۃ الملک آیت پارہ ۲۹)

* لیکن قیامت کے آخری مراحل میں ایک موقع وہ بھی آئے گا کہ مجرموں کو بولنے کی اجازت اس لیے نہ ہوگی کہ اب جہنمیوں کے پاس کوئی عذر یا بہانہ بولنے کے لیے موجود ہی نہ ہوگا۔ کیوں کہ اب ان کا ہر ہر جرم قطعاً ثابت ہوچکا ہوگا۔ کیوں کہ پہلے اُن کو صفائی کا پورا پورا موقع دیا جاچکا ہوگا۔

* (تفسیر ماجدی۔ تفسیر نمونہ) *

* یہ جہنمیوں کی آخری حالت کا بیان ہے کہ جو جہنم میں بالکل داخلہ کے وقت اُن پر طاری ہوگی۔ اس سے پہلے میدانِ حشر میں وہ بہت کچھ بک بک کرچکے ہوں گے، ایکدوسرے پر الزامات لگا چکے ہوں گے اپنے سرداروں کو خوب خوب گالیاں دے چکے ہوں گے، مگر جب شہادتوں، دلیلوں سے اُن کا جرم ہونا ثابت ہوچکا ہوگا، اُن کے اپنے ہاتھ پاؤں، اُن کے خلاف گواہیاں دے چکے ہوں گے، عدل کے تمام تقاضے پورے کیے جاچکے

www.drhasanrizvi.com

ہوں گے، تو اب اُن کے لیے معذرت، معافی، تلافی کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ جائے گی۔ اِس لیے اب اُن کو بولنے اور عذر پیش کرنے سے روک دیا جائے گا۔ کیوں کہ اُن کو صفائی کے تمام مواقع پہلے دیے جا چکے ہوں گے، اُن کا جرم ناقابلِ انکار حد تک ثابت کر دیا گیا ہوگا۔ گویا اُن کی زبان دلیلوں اور گواہیوں سے بند کر دی گئی ہوگی۔ اب اُن کے لیے بولنے کا کوئی جواز یا موقع موجود ہی نہ ہوگا۔

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم۔ تفسیر مجمع البیان) *

* شروع شروع میں جہنّمیوں نے خوب حیلے بہانے بنائے۔ اپنی جھوٹی صفائیاں خوب پیش کیں لیکن اب آخر میں وہ منزل آگئی کہ سب دلیلیں کٹ چکیں، اُن کے خلاف ہر بات کا واضح ثبوت پیش کیا جا چکا، یہاں تک کہ اُن کے اعضاء نے خود اُن کے خلاف گواہیاں دے دیں۔ اِس لیے اب اُن سے خاموش رہنے کو کہا گیا اور کسی قسم کا عذر و معذرت پیش کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ (مگر عدل کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد یہ سب کچھ کیا گیا۔)

* (فصل الخطاب) *

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾

(۳۸) (کیوں کہ) یہ فیصلے کا دن ہے اِس لیے ہم نے تمھیں اور پہلے کے تمام لوگوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾

(۳۹) اب اگر تمھارے پاس میرے مقابلے پر کوئی ترکیب یا چال ہو تو چل کر دیکھ لو۔

www.drhasanrizvi.com

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۴۰ (بس) اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے صرف تباہی ہی تباہی ہے۔

آیت ۳۸: فیصلے کا دن مطلب یہ ہے کہ اب یہ فیصلے کا دن ہے جسے تم ناممکن کہتے تھے۔ اب یہ دن تمہارے سامنے موجود ہے۔ تمہاری ساری کی ساری کٹ حجتیاں کٹ چکیں۔ آج ہم نے سارے کے سارے اگلے پچھلے جھٹلانے والوں کو جہنم میں ایک جگہ جمع کر دیا۔ * (معالم) *

حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں قدرت کی تعزیریں ــــ (اقبال)

★ آیت ۳۹: "کَیْدٌ فَکِیْدُوْنِ" میرے مقابلے پر کوئی ترکیب یا چال ہو تو چل کر دیکھ لو۔

★ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تم حق بات کو چھپانے اور دبانے کے لیے طرح طرح کی ترکیبیں سوچا کرتے تھے، اسی طرح اب جہنم سے یعنی میری پکڑ سے بھی نکل بھاگنے کی کوئی ترکیب سوچو۔ لیکن اب تمہارے لیے میری سزائیں بھگتنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں۔

* (فصل الخطاب) *

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا ٭ آخر اس بیماریٔ دل (دلبر) نے اپنا کام تمام کیا

★ یہ وہ موقع ہوگا کہ جب خداوندِ عالم اُن بدمعاشوں، منکروں سے خطاب کرے گا جو کسی طرح کسی جال میں نہ آتے تھے، ہر شخص پر اپنی بدمعاشیوں سے غالب آجایا کرتے تھے، اُن سے قیامت کے آخری مرحلوں پر جب جہنم سامنے ہوگی، یہ پوچھا جائے گا کہ بولو! اب تمہاری مکاریاں، چالبازیاں، بدمعاشیاں کیا ہوئیں؟ کیا تم اب میری حکومت کی حدود سے نکل بھاگ سکتے ہو؟ کیا تم میری قدرتِ کاملہ پر اپنا رعب داب اور چالبازیوں سے غلبہ حاصل کر سکتے ہو؟ یا کوئی چال چلکر یا فدیہ وغیرہ دے کر میری سزا سے کسی طرح

www.drhasanrizvi.com

بچ کر نکل سکتے ہو؟ کیا میرے فرشتوں کو بھی دھوکہ دے کر بیوقوف بنا سکتے ہو؟ اب تم جو کچھ بھی کر سکتے ہو کر کے دکھاؤ۔ مگر جان لو کہ اب تمھاری کوئی بدمعاشی نہیں چل سکتی۔ اس لیے کہ دنیا میں ہم نے تم کو مہلتِ عمل دی تھی، اس لیے وہاں یہ تمھاری یہ ساری عیاریاں، مکاریاں کام بنا دیا کرتی تھیں اب وہ مہلتِ عمل اور دار العمل کی منزل گذر چکی ہے۔ یہ دار الجزاء ہے۔ یہاں کوئی چال تم نہیں چل سکتے، اس لیے کہ اب تم کو مہلت نہیں بلکہ سزا دی جا رہی ہے۔ عمل کا موقع نہیں ہے سزا کا وقت ہے۔ اُس وقت مجرموں کو اندازہ ہوگا کہ وہ بے قابو نہ تھے، خدا کے بس میں تھے، صرف امتحاناً اُن کو آزادیٔ عمل دیدی گئی تھی، اس لیے اُن کی بدمعاشیاں، چالبازیاں، چالاکیاں، عیاریاں کام دکھا سکتی تھیں۔ جیسا کہ قرآن میں خداوند عالم نے خود فرمایا: "وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ"۔
(سورۃ البقرۃ آیت ۱۶۶ پارہ ۲)
یعنی۔ اُن کے سارے اسباب و وسائل کٹ چکے ہوں گے۔

وہ دن یَوْمُ الْفَصْلِ جدائیوں کا دن ہوگا۔ سارے دوست احباب، پارٹی والے، مال دولت، اولاد سب جدا ہو چکے ہوں گے۔ اور اسی کے ساتھ ظالم مظلوم، نیک و بد سب ایک دوسرے سے الگ ہو چکے ہوں گے۔" (حق اور باطل، اچھے اور برے الگ الگ کر دیے جائیں گے)

* (تفسیر نمونہ) *

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ۙ (۴۱) (۴۱) بُرائیوں اور خدا کی ناراضگی سے بچنے والے "متّقی لوگ" گھنے اور ٹھنڈے سایوں اور چشموں میں ہوں گے۔

وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ۭ (۴۲) جو پھل وہ چاہیں گے (اُن کے لیے حاضر ہوں گے)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۴۱ میں "متقین" کا لفظ "مکذبین" یعنی جھٹلانے والوں کے مقابلے پر استعمال ہوا ہے، اِس لیے یہاں پر متقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو آخرت کی دوسری زندگی کو دل سے قبول کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہوئے زندگی گذارتے ہیں کہ ہمیں آخرت میں اپنے ہر قول اور ہر عمل کا جواب دینا ہے۔ جزا و سزا پانی ہے۔

* (تفسیر کبیر۔ تفہیم) *

* اِن آیات میں متقین کی حُسنِ بازگشت (زندگی) کا ذکر فرمایا ہے کہ "وہ من مانی چھاؤں میں بہتے ہوئے چشموں کے درمیان، اور قسم قسم کے میوہ جات کی فراوانی میں لطف اندوز ہوں گے۔ اور جس قدر کھائیں گے ہضم کریں گے، اور گندگی، بول و براز سے پاک ہوں گے، اُن کے فضلات کی بجائے اُن کو پسینہ آئے گا، جو عنبر کی طرح خوشبودار ہوگا۔

* (تفسیر انوار النجف) *

كُلُوا وَ اشْرَبُوا هَنِيْٓـًٔا (۴۳) شوق سے کھاؤ اور مزے
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۴۳) لے لے کر پیو، اپنے اُن کاموں کے صلے میں جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ (۴۴) (کیونکہ) ہم اچھے اور نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (۴۵) اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بربادی ہی بربادی ہے۔

www.drhasanrizvi.com

كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُم مُّجْرِمُونَ ﴿۴۶﴾ (اے ظالمو! منکرو!) کھاؤ پیو اور دنیا میں کچھ دن اور مزے اڑالو۔ حقیقت میں تم لوگ مجرم ہو۔

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿۴۷﴾ (اس لیے کہ) تم جھٹلانے والوں کے لیے اُس دن صرف تباہی ہی تباہی ہے۔

آیت ۴۷ میں اُن مجرموں سے کہا جارہا ہے جن کو ابھی موت نہیں آئی ہے کہ تم حق کو جھٹلا رہے ہو مگر ابھی تم دار العمل یعنی دنیا میں ہو، ابھی دار الجزا میں نہیں پہنچے ہو۔ اس لیے ابھی تمھارے لیے مہلت ہے دنیا کے عیش اُڑالو۔ اللہ کی دنیوی نعمتوں سے فائدے اٹھالو۔ مگر یہ یاد رکھنا کہ تمھارا یہ حق کو جھٹلانا تمھیں آخرت میں سخت تباہی سے دوچار کرے گا۔ تمھارا انجام بھی وہی ہوگا جو پہلے جھٹلانے والوں کا ہوا۔
* (فصل الخطاب) *

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ﴿۴۸﴾ کیوں کہ جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو (یعنی اللہ کے احکامات کے سامنے سر جھکاؤ، تو وہ جھکتے ہی نہیں۔

شانِ نزول جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلۂ بنی ثقیف کے لوگوں سے فرمایا کہ "تم نماز پڑھو۔" تو انھوں نے کہا کہ "جھکنا تو ہماری توہین ہے۔" حضور نے فرمایا کہ "وہ دین ہی کیا ہے جس میں

www.drhasanrizvi.com

رکوع و سجود نہ ہوں۔" پس یہ آیت اُتری۔

☆ (تفسیر مجمع البیان جلد ۱۵، تفسیر روح المعانی، قرطبی، کشاف، روح البیان، انوار النجف) ☆

☆ اصل میں یہ کہنا اُن کے تکبّر و غرور کا نتیجہ تھا۔ وہ خود کو اس قدر بڑا سمجھتے تھے کہ خدا کے سامنے جھکنے کو بھی اپنی توہین سمجھتے تھے۔ ظاہر ہے جو خالق و مالک کے حقوق کی پرواہ نہ کرے، وہ اُس کی مخلوق کے حقوق کا بھی لحاظ نہیں کرے گا۔ اسی لیے اُن میں بلا کے ظلم، جرائم اور طغیان عام تھے۔ اسی وجہ سے جب قیامت کے دن اُن سے خدا کی بارگاہ میں رکوع کرنے کا حکم دیا جائے گا تو وہ رکوع نہ کر سکیں گے۔

اِس طرح اُن منکروں کے لیے قیامت کے دن تباہی ہی تباہی ہوگی۔

☆ (تفسیر نمونہ) ☆

☆ بعض مفسّرین کہتے ہیں کہ اس آیت میں تخصیص نہیں ہے، تو ممکن ہے کہ یہ ہر بے نمازی کے لیے بھی ہو۔ اور جن لوگوں نے دنیا میں رکوع و سجود اپنے خالق کو نہیں کیے، وہ قیامت کے دن جب اُن کو رکوع و سجود کا حکم دیا جائے گا تو وہ کس طرح رکوع کریں گے۔ وہ وہاں بھی اکڑ جائیں گے۔ ☆ (انوار النجف) ☆

مومن تو فقط حکمِ الٰہی کا ہے پابند ✲ تقدیر کے پابند نباتات و جمادات

☆ (اقبال) ☆

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۹﴾ (اس لیے) اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے تباہی ہی تباہی ہے۔

☆ عربی ادب میں خاص طور پر، اور دوسری زبانوں میں بھی عام طور پر خاص الخاص مطالب کی تکرار کی جاتی ہے، اور وہ نہایت فصیح و بلیغ بھی جاتی ہے۔ فصحاء و بلغاء کے کلام میں اس قسم کی تکرار کی بیشمار مثالیں ہر ادب میں موجود ہیں۔ اس تکرار کا مقصد تاکید بھی ہوتی ہے، خاص اثر پیدا کرنا اور نصیحت بھی ہوتی ہے

★ لیکن بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ (اس سورۃ میں اس آیت کو دس مرتبہ بیان کیا گیا ہے) اِن دسوں آیات میں جو اپنے سے پہلے کے مطالب کی تکذیب سے متعلق ہے، کسی نہ کسی نئے نکتے کی طرف اشارہ ہے جسے انھوں نے ثابت بھی کردیا ہے۔ اس طرح حقیقتاً یہ تکرار نہیں ہے۔

★ (تفسیر نمونہ) ★

فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۢ بَعۡدَهٗ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۰﴾ ع ۲ ۲۲

اب اِس (قرآن جیسے بے حد مؤثر اور مدلل کلام) کے بعد اور کونسا بیان ہو سکتا ہے جسے یہ مان لیں گے؟ (یا) جس پر یہ ایمان لے آئیں گے؟ (۵۰)

★ مطلب یہ ہے کہ جب قرآن جیسے فصیح و بلیغ، مؤثر ترین کلام سے بھی یہ لوگ اثر نہیں لیتے تو پھر آخر یہ لوگ کس چیز سے اثر لیں گے؟ ایسے ہی چکنے گھڑوں کے لیے آخر میں کہا جارہا ہے کہ قرآن تو اتنے واضح و محکم دلائل کی روشنی میں ابدی حقیقتوں کو پیش کر رہا ہے، اب اس کے باوجود بھی یہ لوگ ابدی حقیقتوں کو قبول نہیں کرتے تو پھر آخر کونسا کلام، کونسے دلائل ہوں گے جن کو تسلیم کریں گے؟ اسقدر محکم دلائل کو نہ ماننے سے تو یہ بات سَو فیصد طے ہوگئی کہ یہ لوگ کسی علمی، عقلی، منطقی دلیل یا علمی تجربے سے بھی ابدی حقیقتوں کو ماننے کے لیے تیار نہیں ★ (تفسیر کبیر۔ فصل الخطاب) ★ "پھر جس کے لیے قرآن کی نصیحتیں کفایت نہ کریں اس کے لیے صرف جہنم کافی ہے۔" (مؤلف)

الحمدُ لِلّٰہِ والصّلوٰۃُ علیٰ اَھلِھا: آج شب ۲۴ ستمبر ۲۰۰۲ء، ۱۶ رجب المرجب منگل کو اس پارے کی کتابت مکمل ہوگئی۔

★ کاتب: .... سید محمد جعفر نقوی: ذمرہ جلالپوری ثمّ چوڑیالوی، ۳۶ بی لانڈھی